الرحمٰن علّم القرآن

بعہدِ عدالت مہدِ اعلیٰ حضرت سلطان العلوم میر عثمان علیخان بہادر شہریار دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

عرض الانوار

سنہ ۱۳۵۹ھ

المعروف بہ

تاریخ القرآن

مصنفہ

ابو الکمال قاضی عبد الصمد صارم فاضل دیوبند و مولوی فاضل و فاضل جامعہ ازہر مصر

مصنف

اربعین اعظم و ضروری کہانیاں و سودیشی اردو و محمود اور فردوسی و الدر المکنون
فی تفسیر سورۃ الماعون و نگارستان اشعار و خلق عظیم حصہ دوم و زبان و قلم
و تاریخ الحدیث و تاریخ التفسیر و البشایر (عربی) وغیرہ صارم

الناشر

میر محمد کتب خانہ آرام باغ، کراچی

الرحمٰن علم القرآن

بعہد عدالت مہد اعلیٰحضرت سلطان العلوم میر عثمان علیخان بہادر شہریار دکن خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ

عرض الانوار

سنہ ۱۳۵۹ھ

المعروف بہ

تاریخ القرآن

مصنفہ

ابوالکمال قاضی عبدالصمد صارم فاضل دیوبند و مولوی فاضل و فاضل جامعہ ازہر مصر

مصنف

اربعین اعظم و ضروری کہانیاں و سودیشی اردو و محمود اور فردوسی و الدر المکنون فی تفسیر سورۃ الماعون و نگارستان اشعار و خلق عظیم حصہ دوم و زبان و قلم و تاریخ الحدیث و تاریخ التفسیر و البشائر (عربی) وغیرہ صارم

ناشر

میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی

میر محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب آرام باغ کراچی

علماء کرام و مشاہیر ملک کی رائیں

حضرت علامہ عبداللہ العمادی مدظلہٗ ناظر دینیات و رکن دارالتصنیف والتراجم دولت آصفیہ

مولانا قاضی عبدالصمد صارم اُن اکابر ادباء میں سے ہیں جن کے رشحات فیض سے تشنہ کامان ادب ہمیشہ سیراب و شادکام ہوتے رہتے ہیں۔ اور بیسیوں مستند رسالے آپ کی تہذیب و تبویب کے زیر بار منت ہیں اور تاریخ پر خصوصیت کے ساتھ آپ کے احسانات ہیں جن میں تاریخ القرآن کو سب سے بڑی اہمیت ہے۔ حیدرآباد کی خوش بختی ہے کہ ایسے سرآمد فاضل کے فضل و کمال سے ہر سال محظوظ ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ طیبہ کو ممتد رکھے اور مسلمانوں کو اس کے ساتھ عملی وابستگی کی توفیق بخشے۔ وباللہ التوفیق۔

جناب مولانا قاری حافظ پروفیسر سید محمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

علامہ قاضی عبدالصمد صارم نے تقریباً اکیس بہترین مفید کتابیں تصنیف کی ہیں۔ میں بلا خوف تردید کہتا ہوں کہ ان کی تین کتابیں محمود و فردوسی۔ تاریخ الحدیث۔ تاریخ التفسیر ان کے شاہکار ہیں۔ ان کتابوں کو نامور مصنفین و علماء اور مشاہیر پروفیسروں نے پسند کیا ہے۔ اور غیر ممالک میں بھی پسند کی گئیں اور ترجمے کی گئیں۔ اب یہ تاریخ القرآن ہے یہ بھی اسی پایہ کی کتاب ہے۔ قرآن مجید کے متعلق ہر قسم کی معلومات اس میں فراہم کی گئی ہیں جو جانکاہ کوشش کا نتیجہ اور مصنف علام کی وسعت نظر و تبحر علمی کی شاہد عادل ہیں۔ تواتر قرآن کے متعلق تمام مصنفین لکھتے چلے آئے ہیں۔ لیکن اس کتاب میں تواتر کو خوب ثابت کیا ہے۔ تواتر کتابت ایک نئی اور ضروری چیز ہے۔ اعراب اور نقاط قرآن مجید و شمار آیات و حروف و حرکات وغیرہ تجزیۂ قرآن اعداد و مضامین ایسے ہیں جو اب تک اُردو کی کسی تاریخ میں نہیں آئے۔ ربط آیات و سور کو بھی مصنف نے خوب ثابت کیا ہے۔ خداوند ذوالجلال مصنف کی اس اہم اور ضروری دینی خدمت کو قبول فرمائے۔

جناب مولانا عبدالجبار صاحب حیدرآبادی مدرس مدرسہ دینیات سلمہ اللہ

موجودہ دور کے ذہنی انتشار اور روحانی بے چینی نے اقوام عالم کے اندر وحدت و مرکزیت لیے انسانی محبت و احترام کے جذبات پیدا کر دئے ہیں اسلئے دنیا ایک ایسا ماحول تلاش کر رہی ہے جہاں اُن کی روحانی بے چینیوں کا علاج اور مادی پیچیدگیوں کا صحیح حل اور کشاکش باہمی کا ردعمل ہو۔ اور راحت و سکون کی جنت آباد ہو سکا ہر ہے کہ انسانوں کی یہ آرزو انسانوں کی رایوں اور تدبیروں و دنیوی قوانین و آئین سے پوری نہیں ہو سکتی۔ صرف خدا ہی کا قانون ہے جس کے روح پرور نغمات اور آیات نغماتِ

تعلیمات سے مصائبِ آلام کا یہ بادل چھٹ سکتا ہے۔ اس لئے کتاب عزیز کی جس قسم کی بھی خدمت کیجائے وہ وقت کے اہم مطالبہ کا جواب اور عہد حاضر کی ضرورت کی تکمیل ہے۔

مؤلف تاریخ القرآن ملت اسلامیہ کی طرف سے مبارکباد ہیں کہ انہوں نے موجودہ رجحانات کا صحیح اندازہ کیا اور ایک اہم ضرورت کی تکمیل فرمائی۔ میرے نزدیک مؤلف صاحب کی یہ تالیف اُن کی سابقہ مفید نفیس تالیفات سے نہایت اہم اور بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس تالیف کو قبول فرمائے۔

عالیجناب مولانا الحاج خواجہ فیض الدین صاحب ایڈووکیٹ حیدرآباد

فاضل مصنف نے اپنی مفید تصانیف میں ایک اور بیش قیمت اور قابل قدر تصنیف کا اضافہ فرمایا ہے۔ یہ کتاب تاریخ القرآن مفید معلومات سے پُر ہے۔ سابقہ ہر ایک تصنیف سے علامہ مصنف کے تبحر علمی کا پتہ چلتا ہے مگر یہ کتاب ان سب سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ ایسے زمانہ میں جبکہ دہریت کا زور ہے۔ مسلمانانِ عالم کے لئے مخصوصاً اُردو خواں طبقہ طبقے کے لئے یہ کتاب ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ جو علوم اس کتاب میں ہیں وہ کسی دوسری کتاب میں یکجا موجود نہیں۔ مصنف علام نے علوم کے دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ کون شخص ہے جو کلام ربانی کی نسبت ایسے بیش بہا ذخیرہ سے مستغنی ہو۔ مجھے امید ہے کہ مسلمان اس سے بہرہ ور ہوں گے۔ خدا مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

جناب مولوی اشراق حسین صاحب بی اے۔ ایل ایل بی وکیل ہائیکورٹ

مولانا قاضی عبدالصمد صاحب صارم کی جدید تصنیف تاریخ القرآن اُردو کے خزانہ میں ایک گوہر نایاب کا اضافہ ہے۔ قرآن مجید کے متعلق ہر قسم کی معلومات اس کتاب میں موجود ہیں۔ کتاب کو ضرورت زمانہ کے موافق ضرورت شناس زمانہ شناس مصنف نے مرتب کیا ہے۔ یہ کتاب خاص و عام بالخصوص جدید تعلیم یافتہ طبقے کیلئے مفید ثابت ہوگی۔ میں اس مبارک تصنیف پر مصنف کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب مولوی محمد عثمان صاحب بی اے ایل ایل بی علیگ وکیل ہائیکورٹ سلمہٗ اللہ تعالیٰ

یہ کتاب تاریخ القرآن اہم ضروری اور مفید معلومات سے معمور ہے۔ اس زمانہ میں قرآن مجید کے متعلق ایسی تصنیف کی شدید ضرورت تھی فاضل مصنف نے ہر امر کو مستند دلائل سے ثابت کیا ہے تواتر قرآن و ربط آیات و سور کو خوب ثابت کیا ہے۔ ہر مضمون کی بنا صحیح روایات و مسلّم کتب پر ہے کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے انتہا جانفشانی سے مواد فراہم کیا ہے۔ رب العزت مصنف علام کو دارین میں اجر جزیل عطا فرمائے اور مسلمانوں کو ایسے فاضل مصنف اور ایسی لاجواب و مفید تصنیف کے قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

قطعات تاریخ

مقرب الخاقان اُستاذ السلطان جلیل القدر جناب حافظ جلیل حسن صاحب جلیل المخاطب نواب فصاحت جنگ بہادر دام ظلہٗ

جناب قاضی عبدالصمد نے | خبیر و ذی کمال و ذی خرد نے | لکھی تاریخ قرآں مبارک
بعونِ نصرتِ ربِّ تبارک | بڑی اس کام میں کی جانفشانی | تو آیا ہاتھ یہ گنجِ نہانی
الٰہی دے قبول عام اس کو | پڑھیں قدسی بھی صبح و شام اسکو | یہ وہ شے ہے جو تھی مستور اب تک
ذرا بھی فضل میں شبہ نہیں اب تک | کلام اللہ جو معجز نما ہے | اُسی کا ایک یہ بھی معجزہ ہے
کہ شائع ہو گئی تاریخ ایسی، | ضرورت خلق کو بیحد تھی جسکی | نہ بھولے گا مصنف کا یہ احساں
ملا تشنہ لبوں کو آبِ حیواں | جلیل اسپر ہے یہ تاریخ شاہد | ہے تاریخ کلام پاک واحد

۱۳ م ۵۹

صاحب التصانیف الکثیرہ الحاج مولانا عبدالبصیر آزاد عتیقی سیوہاروی سلمہ اللہ تعالیٰ

صاحبِ نکتہ سر امر سعید | کرد ترقیم چو این نسخۂ فضل
ہاتفِ غیب زپئے تاریخش | گفت۔ تاریخ کلام مجید

۱۳ م ۵۹

جناب مولوی فخرالدین صاحب علیگ سیوہاروی ڈپٹی مجسٹریٹ محکمہ انہار ضلع لکھنؤ

صاحبِ فاضل ادیب باکمال | چون رقم زد نسخۂ نایاب این
بہر تاریخش ندا آمد ز غیب | جان علم و عین فضل و ہدی دین

۱۳ م ۵۹

جناب ڈاکٹر قاضی عبدالقدیر صاحب عرف حشمت علی المتخلص دلگیر متوطن سیوہارہ ضلع بجنور

یہ ہے خوب تاریخ قرآن کی | جزا دے مصنف کو ربِّ کریم
یہ ہے مصرعہ سال اسکا دلگیر | بیان کتاب خدائے رحیم

۱۳ م ۵۹

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
حمد والثنا	۱	ترتیب نزولی کی سورتوں کی بے ربطی	۳۸	قرآن اور ہندوستان	۷۹
الباب الاول فی التاریخ	۳	موجودہ ترتیب میں ربط	۳۹	ایک غلطی کا اظہار	۸۰
شب تار	۴	آیات کی بے ربطی ترتیب نزولی سے	۳۹	ہندوستان کا دور حاضر	۸۱
طلوع سحر	۵	ترتیب رسولی	۳۹	البیان المشرقی اسانید	
منزل علیہ	۶	ترتیب آیات	۳۹	عبدالصمد	۸۲
قرآن قرن اول میں	۸	ترتیب سور	۴۱	قرآن اور دکن	۸۳
قرآن عہد رسالت میں	۸	ربط	۵۱	قرآن اور سلطان المعظم	۸۴
نزول قرآن	۸	قرآن عہد خلافت ثانی میں	۶۲	الباب الثانی فی المصاحف	۸۶
پہلی وحی	۱۰	قرآن عہد خلافت سوم میں	۶۳	مصاحف قرن اول	۸۶
آخری وحی	۱۵	اختلاف مصاحف	۶۸	مصاحف عہد رسالت	۸۷
کتابت قرآن	۱۵	مصحف ابن مسعود	۶۸	مصاحف عہد خلافت اولیٰ	۸۷
آغاز کتابت قرآن اور ختم	۲۰	مصحف زید و ابی و علی	۶۹	مصاحف عہد خلافت دوم	۸۹
کاتبین وحی	۲۰	جامع قرآن	۶۹	مصاحف عہد خلافت سوم	۹۰
قرآن کا خط	۲۰	قرآن عہد خلافت چہارم میں	۷۰	مصاحف عہد خلافت چہارم	۹۲
رسم خط قرآن	۲۰	قرآن اور خاندان رسالت	۷۰	مصاحف قرن اول عہد خلافت	
تعلیم قرآن	۲۱	قراء صحابہ رضہ	۷۲	راشدہ کے بعد	۹۳
حفظ قرآن	۲۵	قرآن خلافت راشدہ کے		مصاحف قرن دوم	۹۳
تلاوت قرآن	۲۷	بعد قرن اول میں	۷۳	مصاحف قرن سوم	۹۳
قرآن بوقت وصال رسول	۲۸	قرآن قرن ثانی میں	۷۵	مصاحف قرون ثلاثہ کے بعد	۹۴
قرآن عہد خلافت اول میں	۲۹	قرآن قرن ثالث میں	۷۶	الباب الثالث فی الشذات	۹۴
جمع قرآن	۳۳	قرآن عہد اختلافی میں	۷۶	اصطلاحات	۹۴
ترتیب قرآن	۳۶	قرآن قرون ثلاثہ کے بعد	۷۷	مکی و مدنی	۹۷

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
سبعۂ احرف	۹۷	احکام قرآن	۱۴۸	حضرت عامر بن فہیرہ رضؓ	۱۸۳
اسماء سُور	۹۸	تحریف قرآن	۱۵۳	حضرت خالد بن سعید رضؓ	۱۸۴
اسمائے اجزاء	۱۰۰	مکہ میں نزول قرآن کی حکمت	۱۵۵	حضرت معاذ بن جبل رضؓ	۱۸۴
شمار	۱۰۰	نسخ	۱۵۷	حضرت شرجیل بن حسنہ رضؓ	۱۸۴
تجزیہ قرآن	۱۰۳	تکرار مطلب و قصص	۱۶۰	حضرت ابوالدرداء رضؓ	۱۸۵
اعراب و نقاط	۱۰۶	نزول تدریجی	۱۶۱	حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ	۱۸۵
رموز و اوقاف	۱۰۸	عہد جاہلیت	۱۶۳	حضرت ابی بن کعب رضؓ	۱۸۵
قرأت و تجوید	۱۰۹	اُمّی	۱۶۳	حضرت لبید رضؓ	۱۸۶
حفاظت قرآن	۱۱۱	عہد رسالت میں کتابت	۱۶۴	حضرت زید بن ثابت رضؓ	۱۸۶
علوم القرآن	۱۱۴	سامان کتابت	۱۶۵	حضرت عقبہ بن عامر رضؓ	۱۸۷
علوم التفسیر	۱۱۷	تسمیہائے قرآن مجید	۱۶۶	حضرت امام حسین رضؓ	۱۸۷
تفاسیر قرآن	۱۱۷	کتاب اللہ اور کلام اللہ	۱۶۶	حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ	۱۸۸
تراجم قرآن	۱۱۹	وحی کے طریقے	۱۶۷	حضرت حفصہ رضؓ	۱۸۸
قرآن اور الفاظ دخیلہ	۱۲۷	اشاعت قرآن	۱۶۸	حضرت عائشہ رضؓ	۱۸۸
تواتر	۱۲۹	اعتراضات کی حقیقت	۱۶۹	حضرت ام سلمہ رضؓ	۱۸۸
خصوصیات قرآن	۱۳۲	حدیث	۱۷۰	تابعین و تبع تابعین	۱۸۹
معجزہ	۱۳۴	تحریرات عہد رسالت	۱۷۳	ابوالاسود	۱۸۹
معلومات	۱۳۷	اللب الراجح فی الرجال	۱۸۰	خلیفہ عبدالملک بن مروان	۱۹۰
فہرست تعداد آیات	۱۳۹	قرون ثلاثہ	۱۸۰	نصر بن عاصم	۱۹۰
حروف مقطعات	۱۴۳	رجال قرن اول	۱۸۱	سعید بن جبیر	۱۹۰
بعض مسائل	۱۴۴	حضرت ابوبکر صدیق رضؓ	۱۸۱	خلیفہ ولید بن عبدالملک	۱۹۰
اعمال قرآنی	۱۴۶	حضرت عمر فاروق رضؓ	۱۸۲	عکرمہ	۱۹۱
معوذتین کا بیان	۱۴۷	حضرت عثمان غنی رضؓ	۱۸۳	امام حسن بصری	۱۹۱
قنوت کا ذکر	۱۴۸	حضرت علی مرتضیٰ رضؓ	۱۸۳	امام باقر	۱۹۱

مضمون	صفحہ
رجال قرن ثانی	۱۹۴
رجال قرن ثالث	۱۹۵
رجال عہد اختلاف	۱۹۶
رجال قرون ثلاثہ کے بعد	۱۹۶
الباب الخامس فی شہادۃ الاقوام	۲۰۲
قرآن کے متعلق فضلاء یورپ کی رائیں	۲۰۲
قرآن کے متعلق یہودی فضلاء کی رائیں	۲۰۸
قرآن کے متعلق ہندو فضلاء کی رائیں	۲۰۹
قرآن کے متعلق بدھ فضلاء کی رائیں	۲۱۰
قرآن کے متعلق سکھ فضلاء کی رائیں	۲۱۰
قرآن کے متعلق پارسی فضلاء کی رائیں	۲۱۱
قرآن کے متعلق علماء مذہب عیسوی کی رائیں	۲۱۱
رسول کریم کے متعلق فضلاء یورپ کی رائیں	۲۱۳
رسول کریم کے متعلق ہندو فضلاء کی رائیں	۲۱۴
رسول کریم کے متعلق بدھ فضلاء کی رائیں	۲۲۴
رسول کریم کے متعلق سکھ فضلاء کی رائیں	۲۲۵
اسلام کے متعلق فضلاء یورپ کی رائیں	۲۲۶
اسلام کے متعلق ہندو فضلاء کی رائیں	۲۲۹
اسلام کے متعلق بدھ فضلاء کی رائیں	۲۳۵
شریعت اسلام کے متعلق فضلائے یورپ کی رائیں	۲۳۶
شریعت اسلام کے متعلق ہندو فضلاء کی رائیں	۲۳۶
خاتمہ و دعا	۲۳۷
اشتہار کتب مصنف	۲۳۸

میر محمد کتب خانہ

آرام باغ، کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین۔

التماس

دنیا میں یہ شرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ از اول تا آخر اس کے تمام علوم و عاملان علوم کی مسلسل تاریخ محفوظ ہے۔ چونکہ اُردو ہندوستان کی مقبول عام زبان ہے اور علماء کرام کی ہمتیں اسمیں اشاعت علوم دین کے متعلق مصروف ہیں۔ انہی بزرگوں کی تقلید میں خاکسار نے علم حدیث و علم تفسیر کی تاریخیں مرتب کیں جو بفضل خدا اسقدر مقبول ہوئیں کہ ممالک غیر میں بھی پسند کی گئیں اور اُن کا ترجمہ کیا گیا۔

اُردو میں تاریخ قرآن کے متعلق بہت تھوڑا ذخیرہ ہے۔ ضرورت تھی کہ ایک مکمل تاریخ مرتب کی جائے۔ اسی خیال سے میں نے اپنے حسب استعداد اس خدمت کو انجام دیا ہے ؎

نہ بنقش بستہ مشوشم نہ بحرف ساختہ سرخوشم
نفسے بیاد تو میزنم چہ عبارت و چہ معانیم

سامانِ طباعت کی گرانی کی وجہ سے میں اختصار پر مجبور ہوا ہوں ؎

بے زری کرد بمن آنچہ بہاروں زر کرد

تاریخ قرآن کے متعلق اُردو میں جس قدر تصانیف میری نظر سے گذری ہیں اُن کی فہرست درج کرتا ہوں

(۱) تاریخ القرآن مصنفہ مفتی عبداللطیف صاحب سابق صدر پروفیسر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن وحال صدر پروفیسر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ۔ (۲) تاریخ القرآن مصنفہ سید نذیر الحق صاحب

(۳) احسن البیان فی تاریخ القرآن مصنفہ مولوی اشفاق الرحمن صاحب کاندہلوی۔

(۴) جمع قرآن مصنفہ مسٹر محمد علی لاہوری ایم اے۔

(۵) جمع قرآن و حدیث مرتبہ انجمن اہلحدیث امرتسر۔

(۶) تاریخ القرآن مصنفہ پروفیسر محمد اسلم جیراجپوری۔

(۷) تاریخ المصاحف مصنفہ حکیم عبدالشکور صاحب۔
(۸) تاریخ القرآن مصنفہ مولانا عبدالبصیر آزاد عتیقی سیوہاروی

لیکن یہ تمام کتابیں رسالہ کہلانے کی مستحق ہیں اور تمام مضامین پر حاوی نہیں ہیں۔ دیگر مختلف السنہ کی کتابوں سے میں نے استفادہ کیا ہے جابجا اُن کے حوالے درج ہیں۔ تقریباً دو سال تک کتب خانہ خدیویہ مصر و کتب خانہ جامعہ ازہر میں بھی میں نے اس سلسلہ میں کتب بینی کی ہے۔

بعض جگہ میں نے اپنی مصنفہ کتب تاریخ الحدیث و تاریخ التفسیر کا حوالہ دیا ہے۔ وہاں صرف اس قدر مقصد ہے کہ یہ امر بایں حوالہ کتب محولہ میں تفصیل سے ہے۔

یہ کتاب پانچ ابواب پر منقسم ہے۔ الباب الاول فی التاریخ۔ الباب الثانی فی المصاحف، الباب الثالث فی اثبات الباب الرابع فی الرجال الباب الخامس فی شہادات الاقوام۔

ہمارے ادارہ علمیہ سے بہت سی ضخیم، مقبول عام و خاص تصانیف شائع ہو چکی ہیں جن کی تعداد ساٹھ کے قریب ہے۔ زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے ؎

روز قیامت ہر کسے در دست گیرد نامہ
من نیز حاضر میشوم تاریخ قرآن در بغل

خداوند ذوالجلال بطفیل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری اس خدمت کو قبول فرمائے اور مجھ کو علم دین کی صحیح خدمت کرنے کی اور زیادہ توفیق عطا فرمائے۔ اور میرے بھائیوں کو اس سے فائدہ پہونچائے۔ اور اعلیٰ حضرت سلطان العلوم نظام الدولہ نظام الملک مظفر الممالک فتح جنگ آصفجاہ سابع میر عثمان علیخان بہادر خلد اللہ ملکہ وسلطنتہٗ شہنشاہ دکن کے عمر و اقبال صحت و اولاد و آل و ملک و مال جاہ و اقبال اور اعمال صالحہ میں برکت عظیم بخشے۔ آمین یا رب العالمین۔

حقیر فقیر
حسن مصطفیٰ عرف عبدالصمد صارمؔ
رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۹ھ
حیدرآباد دکن

الباب الاوّل فی التاریخ

شب تار

تاریخ عالم کھلے منہ گواہی دے رہی ہے کہ چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی میں افق عالم پر کفر و شرک، جہل و ضلالت کی گھنگھور گھٹائیں چھا رہی تھیں۔ سطح ارض پر گھپ اندھیرا تھا۔ ربع مسکون کو تاریکی اور ظلمت نے ڈھانپ رکھا تھا۔ ظلم و طغیان، کفر و عصیان کی بجلیاں کوند رہی تھیں۔ زمین پر بسنے والے خاکی پتلے، آسمان والے خدائے واحد کو بھول گئے تھے۔ اور ایسے وحشی اور منکر ہو گئے تھے کہ شیطانی چال چلتے تھے۔ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کو مسخ کر دیا تھا۔ مصلحین کی اصلاحات پر قلم پھیر دیا تھا۔ خدا پرستی، نفس کشی، علم و فن، امن و امان، شرم و حیا، رحم و کرم، عدل و انصاف، تہذیب و اخلاق، الفت و دیانت کا کہیں پتہ نشان نہ تھا۔ جہالت و خیانت، جور و ظلم، بے شرمی اور بے حیائی، مار دھاڑ، لوٹ کھسوٹ کی گرم بازاری تھی۔ مردم خوری، مردہ خوری، انسانی قربانی، دختر کشی، لواطت، زنا، کفر و شرک، مستی اور خودکشی، قمار بازی، شراب خوری، قتل و غارت یہ تمام رذائل انسان کی طبیعت ثانیہ ہو گئے تھے۔

غلاموں کو جانوروں سے بدتر سمجھتے تھے۔ حیوانات کو اذیت دے کر مارتے تھے۔ ننگے پھرنا، برہنہ عبادت کرنا، عمر بھر پانی کا استعمال نہ کرنا مقدسین کا خاص طریقہ تھا۔ ایک ایک مرد سو سو بیویاں رکھتا تھا۔ ایک ایک عورت کے کئی کئی شوہر ہوتے تھے۔ عورت کا باپ یا شوہر کے ترکے میں کوئی حق نہ تھا۔ نابالغ، اپاہج اولاد باپ کے ترکہ میں حصہ نہ پاتی تھی۔ بتوں کے آگے خودکشی کرنا موجب نجات سمجھا جاتا تھا۔ دختر کشی اور انسانی قربانی کا رواج تھا۔ بعض ممالک میں قد- نت- زمین وقف عام تھے۔ بعض مذہبی فرقے مُردوں کا گوشت، انسان کا بول و براز کھاتے تھے۔ بُت، درخت، پتھر، حیوانات، دریا، چاند سورج، ستارے اور عورت وغیرہ کی پیشاب گاہیں مسجود تھیں۔ اسیران جنگ زندہ جلائے جاتے تھے۔ لہو و لعب پر خونریزیاں ہوتی تھیں۔ قماربازی مقدس شغل اور مقدسین کا شعار تھا۔ شراب، بھنگ وغیرہ گویا لوگوں کی گھٹی میں پڑی تھیں۔ مصلحین اور مشاہیر عالم کے متعلق ناگفتہ بہ واقعات مشہور تھے۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا راج مروّج تھا۔ خدا اور توحید کے نام سے کوئی آشنا نہ تھا۔ نئے نئے گناہ ایجاد ہو گئے تھے۔ میں زیادہ تفصیل کرنی نہیں چاہتا۔

تاریخ عالم ان واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ یہاں چند محققین کی رائیں نقل کرنا کافی سمجھتا ہوں۔

(۱) چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں یورپ میں تاریکی اور جہالت کی حکمرانی تھی۔ ہر سمت جدال و قتال

بے چینی اور بدامنی کے شرارے بلند تھے۔ وڈن نام ایک بت کی پرستش ہوتی تھی۔ جو نائب خدا سمجھا جاتا تھا۔ فارس میں ژند۔ ثنی۔ زمین کے جھگڑے برپا تھے۔ آگ پوجی جا رہی تھی۔ ہندوستان میں کچھوے سورج اگنی وغیرہ کی پرستش ہوتی تھی۔ یہ عقیدہ تھا کہ خدا ان میں سمایا ہوا ہے۔ چین میں بادشاہ خدا سمجھا جاتا تھا۔ مصر میں یہودیت اور نصرانیت کے جھگڑے تھے۔ (ہسٹری آف دی ورلڈ)

(۲) سنہ ۶۰۰ء اپنی آخری سانسوں کے ساتھ دنیا کی جہالت پر خون رو رہی تھی۔ یہودیت بدنما اور گمراہ ہو چکی تھی۔ زبور اور توریت کی تعلیم فنا ہو چکی تھی۔ عیسائیت نے دنیائے نفسانیت کی غیر دینی اختیار کر رکھی تھی اور ایک مجہول صورت میں بدلی تھی۔ (ڈی ایم۔ کے۔ آڈنبرا)

(۳) حضرت مسیح کے بعد دنیا کی اخلاقی حالت تباہ ہو گئی تھی۔ ہر طرف جہالت کی گھٹائیں چھا رہی تھیں ہر سمت بدامنی کے شرارے بلند تھے۔ پتھروں کو قابل پرستش سمجھا جاتا تھا۔ اور فحش باتوں سے بالکل پرہیز نہیں کیا جاتا تھا۔ (جان ڈیون پورٹ)

(۴) انگلستان میں برٹن اور سیکس قومیں آباد تھیں، ٹولینڈ، کوین ہیڈ، سولزک وغیرہ میں وڈن بت کی پرستش تھی۔ ہنگری چھٹی صدی میں وحشی ناشائستہ قوم کے قبضہ میں تھا۔ فرانس نے سیکس قوم سے ملیئے الب کے کنارے جدال و قتال کا ہنگامہ بپا رکھا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چار ہزار سیکس قیدی وحشیانہ طور پر قتل کئے گئے۔ اس کے علاوہ ناگفتہ بہ بیہودگیاں فرانس برطانیہ وغیرہ میں رائج تھیں (سول اینڈ ملٹری گزٹ ۲۱ اکتوبر سنہ ۱۹۰۰ء)

(۵) حضرت محمد صلعم ان بزرگ اشخاص کے ہیں جنہوں نے قانون قدرت کی مطابق جہالت اور تاریکی کے زمانہ میں پیدا ہو کر دنیا میں صداقت اور روشنی کو پھیلایا۔ (شردھے پرکاش دیوجی)

(۶) حضرت محمد نے جس وقت خدا تعالیٰ کی یہ آواز بلند کی اس وقت ہندوستان، ایران، عرب، عجم میں ہر جگہ بت پرستی کا دور دورہ تھا بلکہ خدا کی ہستی سے لوگ انکار کرتے تھے۔ مگر خدا تعالیٰ نے حضرت محمد کو فرمایا کہ ثابت کر دو کہ خدا تعالیٰ واقعی ہے۔ (مضمون رائے بہادر پنڈت مکھن لال بی اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ و صدر آریہ سماج اجمیر از رسالہ پیشوا دہلی سنہ ۱۳۵۶ ہجری)

(۷) مسز اینی بسنٹ: آپ ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے جسے مشکلات کے مرقع سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اور آپ کے اسباب گرد و پیش کو سراپا مصیبت کہہ سکتے ہیں۔ (قاسم العلوم ربیع الاول سنہ ۱۳۵۵ھ)

(۸) گیتا میں جیسا کہا گیا ہے کہ جب خرابیاں حد سے تجاوز ہو جاتی ہیں تو ان کے دور کرنے کے لئے سدھارکوں کا جنم ہوا کرتا ہے۔ اسی اصول کے ماتحت حضرت محمد کا جنم عرب میں ہوا۔ (مہاتما نارائن سوامی جی)

انٹرنیشنل آئیڈیا جلگ دہلی۔ بحوالہ مذکورہ)

(۹) ڈاکٹر شاد مستشرق لکھتے ہیں۔ "قرون وسطیٰ میں جبکہ تمام یورپ میں جہل کی سرحدیں آسمان سے باتیں کر رہی تھیں۔ عربستان کے ایک شہر سے نیر تاباں کا ظہور ہوا۔ جس نے اپنی ضیا باریوں سے علم و ہدایت کے دریا بہا دئے۔ اسی کا طفیل ہے کہ یورپ کو عربوں کے توسط سے یونانیوں کے علوم اور فلسفے نصیب ہوئے" (صوت الحجاز ذی قعدہ ۱۳۵۳ ہجری)۔

(۱۰) بعض فقرات سوامی لکشمن داس رہتکی ضلع حصار کے مضمون سے جو اخبار زمیندار لاہور میں چھپا ہے اور جس کو اخبار صحیفہ حیدر آباد دکن نومبر ۱۹۳۲ء نے نقل کیا ہے، نقل کئے جاتے ہیں۔ پورا مضمون کسی دوسری جگہ درج کیا جائے گا۔ وھوھذا۔

"چھٹی صدی عیسوی میں دنیا پر قومی امتیازات اور نسلی تفوق کی حکومت تھی حالت ایسی ہو رہی تھی کہ بیان کرتے ہوئے قلم بھی روتا ہے۔ ایسے وقت میں ضرورت تھی کہ ایک ہادی مبعوث ہو جو انبیاء سابقین کی تعلیمات کو زندہ کرے۔ مقدسین کے دامنوں سے بدنما دھبے چھڑائے۔ دنیا کو ظاہری و باطنی ترقی کی راہ بتائے، کفر و شرک، عصیان و طغیان کو مٹائے، توحید، تہذیب، مساوات و صداقت کا علم بلند کرے۔"

طلوع سحر

اشرف المخلوقات کی یہ زبوں حالت دیکھ کر غیرت حق کو حرکت ہوئی، دریائے رحمت جوش زن ہوا۔ خداوند ذوالجلال نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ کو وہ نسخہ کیمیا عطا فرمایا جس نے مس خاک کو کندن بنا دیا جو قیامت تک کے لئے عالم کی تمام ظاہری و باطنی ضروریات کا کفیل ہے۔ آپ کی ضیا باریوں سے عالم بقعۂ نور ہو گیا۔ خدائے واحد کے ذکر سے زمین و آسمان، دشت و جبل، بحر و بر گونج اُٹھے۔ علم و تہذیب، انصاف و دیانت کا سمندر موجزن ہو گیا۔

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولاً من انفسہم یتلوا علیہم آیتہ و یزکیہم و یعلمہم الکتٰب والحکمۃ (خدا تعالیٰ نے ایمان والوں پر بڑا احسان کیا کہ انہیں ایک رسول بھیجا جو اُن پر خدا کی آیتیں پڑھتا اور ان کو علم اور دانائی کی باتیں سکھاتا ہے)۔

اور حضور پر اپنا کلام ہدایت نظام فرقان حمید قرآن مجید نازل فرمایا۔ چونکہ آپ اصلاح عالم کے لئے مبعوث ہوئے تھے اور آخری مصلح تھے اس لئے آپ کے متعلق پیشین گوئیاں دُنیا کے تمام قابل لحاظ مذاہب کی کتابوں میں ہیں۔ جن کو راقم سطور نے اپنے عربی رسالہ البشارہ مطبوعہ مصر میں جمع کیا ہے۔ اس رسالہ کا اُردو ترجمہ مع اضافہ از نام "نبی المبشر" عنقریب شائع کرنے والا ہوں مجھے ایک عالم سے معلوم ہوا ہے کہ دارالسلام

عمر آباد (مدراس) کے ایک عالم نے حسب الحکم علامہ طنطاوی جوہری مصری مرحوم اس کا اُردو ترجمہ شائع کیا ہے

منزّل علیہ

کتاب کی توقیر و عظمت قائم کرنے میں صاحب کتاب کی ہستی اور اُس کے محاسن کو بھی بڑا دخل ہوتا ہے اس لئے مناسب ہے کہ قرآن جس مقدس ذات پر نازل ہوا ہے اُس کے کچھ حالات تحریر کر دیئے جائیں۔

آپ کے حالات زندگی یوم ولادت سے وفات تک ہزاروں جلدوں میں محفوظ ہیں اور موافق و مخالف ہر قسم کے مصنفین نے آپ کے متعلق ضخیم جلدیں مرتب کی ہیں۔ ہر ملک ہر قوم ہر زمانہ اور ہر زبان میں آپکے متعلق کافی تصانیف ہو چکی ہیں اور برابر ہو رہی ہیں۔

ڈاکٹر مارگولیس کا قول ہے کہ محمد کے سوانح نگاروں کا ایک وسیع سلسلہ ہے جس کا ختم ہونا غیر ممکن ہے لیکن اسمیں جگہ پانا قابل فخر چیز ہے۔ ضخیم جلدوں میں بھی آپ کے حالات محصور نہیں ہو سکتے تو اس مختصر کی کیا ہستی ہے۔ اگر آپ کے مقدس حالات کے متعلق کسی ایک امر کو بھی لکھا جائے تو ایک رسالہ طیار ہو جائے

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسن تو بسیار
گلچینِ بہار تو ز داماں گلہ دارد

چونکہ اس موقع پر آپ کے متعلق کچھ لکھنا ضرور ہے اس لئے نہایت مختصر اور سادہ طور پر لکھا جاتا ہے

آپ مکہ میں صبح کے وقت دوشنبہ کے دن ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کو عام الفیل کے پہلے برس یعنی ابرہہ کی چڑھائی سے پچپن دن بعد ۴۰ جلوس نوشیرواں مطابق ۵۷۱ء پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ حسب و نسب حضرت آدم تک کتابوں میں محفوظ ہے۔

آپ کی ولادت سے قبل آپ کے والد ماجد انتقال فرما گئے تھے۔ جب آپ چھ برس کے ہوئے تو والدہ ماجدہ کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا۔ جب آٹھ برس کے ہوئے تو آپ کے دادا عبدالمطلب وفات پا گئے جب عبدالمطلب کا جنازہ اُٹھا تو آپ ساتھ ساتھ تھے آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے ہوئے تھے۔ دادا نے مرتے وقت آپ کا ہاتھ آپ کے چچا ابوطالب کے ہاتھ میں دیدیا تھا۔ ابوطالب غریب مفلس کثیر العیال آدمی تھے۔

اول تو اُس زمانہ میں، اُس سرزمین میں کوئی تعلیم گاہ، کوئی دار التربیت تھا ہی نہیں، اور اگر اس قسم کا کوئی ادارہ ہوتا بھی تو اس کا اہتمام کرنے والے پہلے ہی رخصت ہو گئے تھے ناوار کنبہ دار ابوطالب کیا کرتے، آپ نے چچا کی غربت پر نظر کرکے مفت روٹیاں کھانی گوارا نہیں اور اُنکی بکریاں چرانے لگے

اس لئے آپ تعلیم ظاہری سے محروم رہے، آپ کے اُمّی ہونے کو علاوہ مورخین و علماء اسلام کے محققین یورپ ڈیون پورٹ، باسورا سمتھ، کارلائل، گبن وغیرہ نے بھی بیان کیا ہے۔

رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) بچپن میں بھی کبھی بیہودہ اشغال اور لہو و لعب میں مشغول نہیں ہوئے نہ کبھی کسی سے لڑے، نہ کبھی کلمات ناشائستہ آپ کی زبان پر آئے، نہ کبھی کوئی امر خلاف اخلاق حسنہ آپ سے ظہور پذیر ہوا۔ نہ آپ نے کبھی کسی بُت وغیرہ کی پرستش کی۔ جب آپ جوان ہو گئے تو اپنے حسن اخلاق اور دیانت سے ایسے مشہور ہوئے کہ لوگوں نے آپ کو امین خطاب دیا۔ چالیس برس کی عمر کے بعد آپ مبعوث برسالت ہوئے اور آپ نے تبلیغ حق شروع کی۔ قوم نے گالی گلوچ، اینٹ پتھر سے آپ کا استقبال کیا، اور وہ وہ مصائب و آلام پہونچائے کہ جن کے سننے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں آپ نے تمام تکالیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا، بدلہ لینا تو ایک طرف کسی کو زبان سے بھی کچھ نہیں کہا

می ریختند در رہ تو خار باہمہ
چون گل شگفتہ بود رُخ جانفزائے تو

آخر آپ ترک وطن پر مجبور ہوئے۔ مدینہ میں قیام کیا۔ سفاک اہل وطن نے حملے شروع کر دئے، خون کی ندیاں بہائیں۔ جب مغلوب ہو کر حضور کے سامنے آئے تو آپ نے سب کو معاف کر دیا۔ آپ ۲۳ برس تک اصلاح خلق میں مشغول رہے۔ وہ جزیرہ عرب جو مرکز جہالت و معاصی تھا، مخزن علم و حسنات ہو گیا آپ کی حیات میں اسلام قریب قریب تمام ممالک و اقوام میں پہونچ چکا تھا۔ حضور نے اپنے اخلاق حسنہ اور موافق عقل و فطرت اور مفید خلائق تعلیم کا دنیا میں سکہ جما دیا۔ اور وہ اصلاحات نافذ کیں کہ چشم عالم نے خواب میں بھی نہ دیکھی تھیں۔ ۱۲۔ ربیع الاول سنہ ۱۱ ہجری مطابق سنہ ۲۳ نبوی مطابق جون ۶۳۲ء کو آپ نے وفات پائی۔ آپ کی مفید تعلیم کا انصاف پسند اصحاب عقل سلیم، علماء مذاہب غیر نے بھی اعتراف کیا ہے۔ غرض قرآن ایسی محترم ہستی پر نازل ہوا جس کے وجود باجود اور جس کی پاک زندگی میں کسی کو شک و شبہ نہیں۔ آپ کے سوانح حیات اور آپ کی تعلیمات کے متعلق فضلائے اقوام غیر نے کثرت سے اظہار رائے کیا ہے۔ اور کسی سے سوائے تعریف کرنے کے کچھ نہ بن پڑا۔ ہم نے آپ کے متعلق محققین کی رائیں اس کتاب کے آخر باب میں جمع کیں ہیں۔

قرآن قرنِ اوّل میں

قرآن عہدِ رسالت میں

نزولِ قرآن

وحی واسطوں کے ذریعہ سے جو خدا کا کلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچا اُس کو قرآن کہتے ہیں۔ خداوند ذوالجلال نے قرآن مجید کو پچپن مختلف ناموں ذکر، کتاب، مصحف، قرآن، فرقان وغیرہ وغیرہ سے ملقب فرمایا ہے۔ ربُّ العزۃ نے قرآن مجید کو ماہ رمضان المبارک کی لیلۃ القدر میں لوحِ محفوظ سے (لوحِ محفوظ کوئی تختی یا کتاب نہیں بلکہ وہ ایک مرتبہ تعین علمی کا ہے جس میں تمام معلومات باری تعالیٰ ثبت ہیں) بیت العزت سماء دنیا پر مکمل اُتارا۔ (آسمان دنیا پر نازل کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ لکھکر بھیجدیا بلکہ علمِ غیب کا یا سفل مرتبہ ہے جو عالمِ شہود سے بہت قریب ہے)۔ اِسی نزول کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔
إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ (ہم نے قرآن کو شب قدر میں اُتارا) اور ارشاد ہے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ (وہ رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن اُتارا گیا)۔

ان آیات میں انزال کا ذکر ہے۔ تنزیل کا بیان نہیں۔ انزال و تنزیل میں فرق ہے۔ انزال ایک دم اُتارنے کو کہتے ہیں اور تنزیل بتدریج اُتارنے کو۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال انزل اللہ القرآن الی السماء الدنیا فی لیلۃ القدر فکان اللہ اذا اراد ان یوحی منہ شیئا اوحاہ۔ (یعنی خداوند کریم نے شب قدر میں قرآن کو آسمان دنیا پر اُتارا۔ وہاں سے تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا۔ مستدرک حاکم جلد ثانی)۔ شب قدر رمضان کی آخری طاق راتوں میں ہوتی ہے۔ بعض بزرگوں نے شب قدر کو ستائیسویں شب رمضان میں قرار دیا ہے۔

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام پر صحائف کا نزول رمضان ہی میں ہوا ہے۔ اور قرآن کا نزول ۲۴ کے بعد کسی طاق رات میں ہوا۔ فی الحدیث انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سئل کم انزل اللہ تعالیٰ من کتاب قال مائۃ واربع کتب منہا علی آدم علیہ السلام عشر صحف وعلی شیث علیہ السلام خمسین صحف وعلی ادریس علیہ السلام ثلاثین صحیفۃ وعلی ابراہیم علیہ السلام عشر صحف فی ست لیال مضین من رمضان والتوراۃ علی موسیٰ علیہ السلام فی ست لیال مضین من شہر رمضان والزبور علی داؤد علیہ السلام

فی ثمان عشرۃ لیلۃ مضت من شھر رمضان والانجیل علی عیسی علیہ السلام فی ثلٰثۃ عشر لیلۃ مضت من شھر رمضان والفرقان علی محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وصحبہٖ وسلم فی ست لیال بقین من شھر رمضان (یعنی خدا نے ایک سو چار کتابیں نبیوں پر نازل کیں۔ دس آدم پر پچاس شیث پر، تیس ادریس پر، دس ابراہیم پر جب رمضان کی چھ راتیں گذر گئیں اور توریت موسٰی پر رمضان کی چھ راتیں گذرنے کے بعد اور زبور داؤد پر رمضان کی اٹھارہ راتیں گذرنے کے بعد۔ اور انجیل عیسٰی پر رمضان کی تیرہ راتیں گذرنے پر اور قرآن محمد پر جب چھ راتیں رمضان کی گذرنے میں رہیں (عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن۔ تفسیر سورۂ قدر)۔

ایسی ہی ایک اور حدیث ہے قال الحافظ فی شرح الصحیح قد اخرج احمد والبیہقی نے الشعب عن واثلۃ بن اسقع ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انزلت التوراۃ الخ اسی کا مضمون کی ایک حدیث کنز العمال جلد اوّل میں ہے۔

یہ ایک عام بات ہے اور قدرتی بات ہے کہ جن امور کی طرف انسان کو بعد بلوغ خصوصیت سے رغبت ہوتی ہے۔ بچپن ہی سے اس کو ان چیزوں سے دلچسپی ہوتی ہے اور اسی قسم کے آثار اوسکی عادات و حرکات و سکنات سے ظاہر ہوتے ہیں۔ تمام سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ رسول کریم بچپن سے کبھی جاہلانہ مراسم و توہمات میں شریک نہیں ہوئے کبھی بت وغیرہ کو سجدہ نہیں کیا بلکہ اس قسم کے اعمال و افعال سے آپ کو نفرت تھی۔ جوں جوں سن شریف میں ترقی ہوتی گئی آپ کو خیال آتا گیا کہ یہ خلاف عقل و انسانیت امور کبھی صحیح نہیں ہو سکتے۔ ضرور کوئی سیدھی راہ ہوگی جو عقل و فطرت کے مطابق اور انسانیت کی شرافت کو نمایاں کرنے والی ہوگی۔

ترقی سن کے ساتھ یہ خیال بھی ترقی کرتا جاتا اور مستحکم ہوتا جاتا تھا۔ اور عیاں سارا عرب ایک ہی رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ آپ کی طبیعت امور خیر کی طرف راغب تھی۔ سچ بولنا۔ امانت کا ادا کرنا۔ وعدے کا پورا کرنا غریبوں اور اہل حاجت کی مدد کرنا سب کے ساتھ محبت و اخلاص سے پیش آنا وغیرہ وغیرہ آپ کے شعار تھے اہل وطن سفاک، شرابی، جواری وغیرہ وغیرہ تھے اس لئے آپ سب سے علیحدہ ہو کر غار حرا میں (جو مکہ سے منا کی طرف دو میل کو وہ حرا میں ہے) بیٹھا کرتے تھے کئی کئی دن کا کھانا وغیرہ لیجاتے جب وہ ختم ہو جاتا گھر آ کر اور لیجاتے۔ اس خلوت سے آپ کو تسکین ہوتی تھی اور آپ کو اکثر سچے خواب نظر آتے تھے۔

جب آپ کی عمر قمری حساب سے چالیس سال ساتماہ (شمسی حساب سے ۳۹ سال تین ماہ سولہ دن) ہوئی تو آپ حسب معمول غار حرا میں معتکف و مراقب تھے کہ حضرت جبرئیل سامنے آئے اور کہا پڑھو آپ نے

آپ نے فرمایا میں پڑھا نہیں۔ جبریل نے آپ کو سینے سے لگا کر زور سے بھینچا اور چھوڑ دیا اور کہا پڑھو آپ نے پھر وہی جواب دیا۔ اس طرح تین بار ہوا۔ آخر بار جبریل نے اس زور سے بھینچا کہ آپ بے حال ہو گئے اور جبریل نے آپ سے کہا استعاذہ کر پھر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا کر پڑھایا۔ اقرا باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق اقرأ وربك الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم یعنی پڑھ اپنے رب کے نام سے جو سب کا پیدا کرنے والا ہے جس نے انسان کو جمے ہوئے لہو سے بنایا۔ تیرا رب کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے سکھایا انسان کو جو وہ نہ جانتا تھا۔

اخرجه الواحدی عن عکرمة والحسن انهما قالا اول ما نزل بسم اللہ الرحمن الرحیم واول سورة اقرأ (اتقان)۔ اخرجه ابن جریر وغیرہ عن ابن عباس انه قال اول ما نزل جبریل علیه السلام علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال یا محمد استعذ ثم قل بسم اللہ الرحمن الرحیم کذا فی روح المعانی یعنی جبریل نے کہا اے محمد استعاذہ کرو اور بسم اللہ پڑھو۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم مجکو جبریل سے اسی طرح پہونچی ہے (مفید القاری)

غرض آیات اقرا پڑھا کر، وضو نماز سکھا کر اور کچھ راز و نیاز کی باتیں بتا کر جبریل غایب ہو گئے۔
حضور کی کپکپی چڑھ گئی - ہانپتے کانپتے گھر آئے، بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا مجھے کمبل اڑھا دو، انہوں نے کمبل اڑھا دیا۔ جب ذرا جی ٹھیرا تو آپ نے بی بی صاحبہ کو سب ماجرا سنایا اور فرمایا مجھے اپنی جان کا خوف ہے، بی بی صاحبہ نے فرمایا کہ آپ خیر خیرات کرتے ہیں، بھوکوں کو کھلاتے ہیں، لوگوں کے کام سنوارتے ہیں، گرے پڑوں کی مدد کرتے ہیں، خدا آپ کو رسوا اور ضائع نہ کرے گا۔ اس طرح بی بی صاحبہ نے آپ کو بہت تسلی دلاسا دیا اور آپ کو کتب سابقہ کے مشہور عالم اور عابد و زاہد اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور سب داستان سنائی۔ ورقہ نے کہا یہ وہی ناموس اکبر ہے جو موسیٰ پر نازل ہوا تھا۔ یہ اس امت کے نبی ہیں، قوم ان کو ستائے گی، وطن سے نکالا دے گی۔ اگر میں جیتا رہا تو ان کا ساتھ دوں گا۔ ورقہ کتب سابقہ کے عالم تھے، وہ حسب بشارات کتب سابقہ بعثت رسول کے منتظر تھے اور اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے اس قسم کے تذکرے کیا کرتے تھے۔ یہ بہت ضعیف اور نابینا تھے۔
مکہ میں اور بھی پیشگوئی وغیرہ کرنے والے تھے جو کسی عظیم الشان ہستی کے ظہور کی پیشین گوئی کرتے تھے، بی بی خدیجہ کے کان بھی ان باتوں سے آشنا تھے۔ اس قسم کی روایتیں خصائص کبریٰ وغیرہ کتابوں میں ہیں چونکہ حضور نے بی بی صاحبہ سے واقعہ بیان کیا اور نبوت کا ذکر آیا۔ اس لئے بی بی صاحبہ کو یہ خیال ہوا کہ

اس امر کو ورقہ پر ظاہر کر دینا ضرور ہے کہ جس چیز کا اس کو انتظار تھا غالباً یہ وہی ہے۔ وہ حضور کو ورقہ کے پاس لے گئیں۔ حضور نے ان سے کوئی اس قسم کی خواہش نہیں کی۔ حضور کا اُن کے ساتھ جانا اُن کے اطمینانِ قلب کے لئے تھا کہ اس کا ذریعہ اوس وقت ورقہ سے بہتر اور نہ تھا۔

حضور کو کسی بات کی ضرورت نہ تھی جبریل سب کچھ بتا چکے تھے اور آپ کو یقین آ چکا تھا۔ کپکپی کا طاری ہونا بھی ایک لازمی امر تھا۔ کیونکہ وہ شخص جو شاہی آداب و آئین سے واقف نہ ہو جس کو کبھی کسی امیر سنگ سلطانی سے بھی سے دوچار ہونے کی نوبت نہ آئی ہو جس نے کبھی کسی معمولی شان و جلالت والے کو بھی نہ دیکھا ہو اُس کو اک دم ایک مقرب خاص با جلال و جبروت ہستی کا سامنا ہو جائے اور ایک عہدۂ جلیلہ کے عطا ہونے کا فرمان سُنایا جائے تو اُس پر ضرور اس قسم کی کیفیت طاری ہو گی۔ حضور کا یہ فرمانا کہ مجھ کو اپنی جان کا خوف ہے اس لئے تھا کہ جبریل نے جو کچھ بتایا تھا جو کچھ پڑھایا تھا وہ سب ملک و قوم کے مراسم و مذاہب کے خلاف تھا۔ اور حضور قوم کی افتادِ طبع سے واقف تھے کہ اکھڑ ہیں، کٹر ہیں، ہٹی ہیں۔ لڑاکا ہیں۔ یہ جب مجھے خدائے واحد کی پرستش کرتے دیکھیں گے اور مجھکو اپنے عقائد و اخلاق کے خلاف پائیں گے تو جان کے گاہک ہو جائیں گے

اس وحی کے نزول سے سن نبوی شروع ہوتا ہے گویا یہ سن سلسلہ نبوی تھا۔ یہ وحی ۱۷ رمضان مطابق ۸ر جولائی ۶۱۰ء روز دوشنبہ کو ہوئی۔ ابھی تبلیغ کا حکم نہ تھا۔ اس پہلی وحی کے بعد ڈھائی برس تک کوئی وحی متلو نازل نہیں ہوئی۔

اس پہلی وحی کے متعلق صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے۔

حدثنا يحيى بن بكير حدثنا الليث عن عقيل عن ابن شهاب وحدثني عبد الله بن محمد حدثنا عبد الرزاق حدثنا معمر قال الزهري فاخبرني عروة عن عائشة انها قالت اول ما بدئ به رسول الله صلى الله عليه وسلم من الوحي الرؤيا الصادقة في النوم فكان لا يرى رؤيا الا جاءت مثل فلق الصبح فكان يأتي حراء فيتحنث فيه وهو التعبد الليالي ذوات العدد ويتزود لذلك ثم يرجع الى خديجة بمثلها حتى جاءه الحق وهو في غار حراء فجاءه الملك فيه فقال اقرأ فقال له النبي صلى الله عليه وسلم فقلت ما انا بقارئ فاخذني فغطني حتى بلغ مني الجهد ثم ارسلني فقال اقرأ فقلت ما انا بقارئ فاخذني فغطني الثانية حتى بلغ مني الجهد ثم ارسلني فقال اقرأ فقلت ما انا بقارئ فغطني الثالثة حتى بلغ مني الجهد ثم ارسلني فقال اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ حتى بلغ ما لم يعلم۔ فرجع بها ترجف بوادره حتى دخل على خديجة فقال زملوني زملوني فزملوه حتى ذهب عنه الروع فقال يا خديجة ما لي واخبرها الخبر۔

وقال قد خشیت علی نفسی فقالت له کلا ابشر فوالله لا یخزیک الله ابدا، انك لتصل الرحم وتصدق الحدیث وتحمل الکل وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق ثم انطلقت به خدیجة حتی اتت به ورقة بن نوفل بن اسد بن عبد العزی بن قصی وهو ابن عم خدیجة اخی ابیها وکان امرأ تنصر فی الجاهلیة وکان یکتب الکتاب العربی فیکتب بالعربیة من الانجیل ما شاء الله ان یکتب وکان شیخا کبیرا قد عمی فقالت له خدیجة ای ابن عم اسمع من ابن اخیك فقال ابن اخی ماذا تری فاخبره النبی صلی الله علیه وسلم ما رأی فقال ورقة هذا الناموس الذی انزل علی موسی یا لیتنی فیها جذعا اکون حیا حین یخرجك قومك فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم او مخرجی هم فقال ورقة نعم لم یأت رجل قط بما جئت به الا عودی وان یدرکنی یومك انصرك نصرا مؤزرا ثم لم ینشب ورقة ان توفی وفتر الوحی حتی حزن النبی صلی الله علیه وسلم فیما بلغنا حزنا غدا منه مرارا کی یتردی من رؤس شواهق الجبال فکلما اوفی بذروة جبل لکی یلقی منه نفسه تبدی له جبریل فقال یا محمد انك لرسول الله حقا فیسکن لذلك جاشه وتقر نفسه فیرجع فاذا طالت علیه فترة الوحی غدا لمثل ذلك فاذا اوفی بذروة جبل تبدی له جبریل فقال له مثل ذلك الحدیث۔ یعنی ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے اُن سے عقیل نے اُن سے ابن شہاب نے (دوسری سند) اور مجھ سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، کہا ہم سے معمر نے بیان کیا، کہا ہم سے زہری نے بیان کیا، کہا مجھ سے عروہ نے بیان کیا، اُن سے عائشہ نے کہا کہ پہلی پہل آنحضرت پر جو وحی آئی وہ یہ تھی کہ آپ سچے خواب دیکھتے تھے، آپ غار حرا میں جاتے وہاں عبادت کرتے کئی کئی رات تک آپ غار میں رہتے، توشہ ساتھ لیجاتے مدت تک یہی حال رہا یہاں تک کہ آپ کے پاس وحی پہونچی، آپ غار میں تھے کہ جبریل نے آکر کہا پڑھ آپ نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں یہ سنکر جبریل نے زور سے بھینچا اور چھوڑ کر کہا پڑھ آپ نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، اسی طرح تین دفعہ ہوا اور پھر پڑھایا اپنے رب کے نام سے پڑھ یعنی سورۂ علق کی ابتدائی آیات پڑھائیں مالم یعلم تک، آنحضرت یہ آیتیں سنکر اپنے گھر کو لوٹے، آپ کو لرزہ چڑھا ہوا تھا۔ خدیجہ نے کپڑا اڑھایا، جب حالت درست ہوئی تو خدیجہ سے سارا حال بیان کیا۔ اور کہا مجھے اپنی جان کا ڈر ہے، خدیجہ نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا، آپ کو خدا ضائع نہیں کرے گا کیونکہ آپ رشتہ داروں سے سلوک کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، لوگوں کے قرضے ادا کر دیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، خدیجہ آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ کے پاس لے گئیں۔ ورقہ نے کہا یہ تو وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ کے پاس آیا تھا کاش میں تمہاری پیغمبری کے

زمانہ میں جوان ہوتا۔ کاش میں اس وقت تک جیتا رہتا جب تمہاری قوم تم کو نکالے گی۔ آنحضرت نے فرمایا
کہ میری قوم مجھ کو کیوں نکالے گی۔ ورقہ نے کہا جو کوئی پیغمبر آیا ہے لوگ اس کے دشمن ہو گئے ہیں اگر میں
زندہ رہا تو میں تمہاری مدد کروں گا۔ اس کے چند روز بعد ورقہ مر گئے۔ کچھ دنوں تک وحی کا آنا بند رہا۔
آنحضرت کو وحی بند ہونے کا سخت رنج ہوا۔ آپ بعض دفعہ پہاڑ پر چڑھ جاتے اور جی میں آتا کہ نیچے گر کر
جان دیدوں کہ جبریل آ کر سمجھاتے اور کہتے محمد! تم خدا کے سچے رسول ہو، آپ کو تسکین ہو جاتی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کی جو شرح کی ہے اس میں
ایک فقرہ یہ ہے فلما سمع کلامہ ایقن بالحق واعترف بہ۔ جب اس نے اس کا کلام سنا تو
اس کو حق کا یقین ہو گیا اور اس نے اعتراف کیا)

سباق و سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ ایقن کی ضمیر ورقہ کی طرف راجع ہے۔ اس فقرہ کا ترجمہ یہ ہے
کہ جب ورقہ نے رسول کا کلام سنا تو ورقہ کو حق کا یقین ہو گیا اور ورقہ نے حق کا اعتراف کیا۔ کیفیت واقعہ
سے بھی اس ترجمہ کی تائید ہوتی ہے۔ ورقہ نے رسول کریم سے حالات سنکر نبوت کی تصدیق کی۔ اسی
تصدیق کی وجہ سے بعض اکابر علماء نے ورقہ کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔

وحی رک جانے سے حضور کا اضطراب بیجا نہ تھا۔ آپ مدت سے ایک صحیح راہ کی جستجو میں تھے جس کی
طرف برسوں کے بعد ایک دن رہنمائی ہوئی اور پھر خاموشی۔

نیا نیا معاملہ تھا۔ جبریل نے سب کچھ ایک ہی دن نہیں بتا دیا تھا۔ شکل سے شاہد مقصود نے ذرا
منہ دکھایا اور پھر کچھ خبر نہیں۔ اسلئے یہ اشتیاق بھی دامنگیر ہوگا کہ اب آگے کیا ہونے والا ہے۔ یہ خیال
بھی ہوتا ہوگا کہ کیا میرے اندر کوئی کمی پائی گئی جو مجھ سے توجہ ہٹالی گئی یا مجھ سے کوئی خطا سرزد ہو گئی،
غرض قسم قسم کے خدشے سوہان روح ہوتے ہوں گے۔ اس کیفیت و حالت کو یا تو وہ سالک راہ بتا سکتا ہے
جس کو قبض و بسط کی کیفیات طاری ہوتی ہوں۔

یا اس عاشق زار سے پوچھئے جس کا برسوں کی دوڑ دھوپ کے بعد کہیں ایکبار پیام سلام ہو کر بند
ہو گیا ہو وہ کیا کچھ نہ کر گذرے گا، کون سا خیال ہے جو اس کے دل میں نہ آئے گا۔

جب حضور پہاڑ پر جاتے جبریل آتے اور کہتے اے محمد تم خدا کے رسول ہو۔ یہ سنکر آپ کو سکون ہوتا
تمام خیالات و اضطرابات کا یہ جامع جواب تھا (تم خدا کے رسول ہو یعنی گھبراؤ مت، رسول معزول نہیں
ہوتے۔ ان سے سلسلہ و پیام منقطع نہیں ہوا کرتا۔ ان کی کامل طور پر رہنمائی کیجاتی ہے۔

حدیث میں فیما بلغنا ہے اس لئے اس کو بلاغات میں سے نہیں سمجھنا چاہئے۔ فیما بلغنا کے معنی یہ ہیں

کہ اسناد مذکورہ سے اس واقعہ میں یہ بھی ہم کو پہنچا ہے۔

یہاں بلغنا کے معنی اصطلاحی معنی نہیں ہیں بلکہ صاف لغوی معنی ہیں۔ اصطلاحی معنی جب لئے جاتے ہیں جب لغوی معنی صحیح نہ ہو سکتے ہوں۔ جب یہ فقرہ بھی اسی سند سے پہونچا ہے تو منقطع نہیں موصول ہے یہ حدیث حضرت عائشہ کی مرسل ہے اس لئے بلاغات کی بحث نہیں۔ کل روایت حضرت عائشہ کی مرسل ہے ورنہ استثنا مذکور ہونا چاہیے تھا۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ابن مردویہ کی روایت میں فیما بلغنا نہیں ہے جیسا کہ فتح الباری اور قسطلانی میں تصریح ہے۔

ڈھائی برس بعد ربیع الاول سنہ ۳ نبوی میں دوسری وحی نازل ہوئی۔ یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ
(اے چادر میں لپیٹے ہوئے اٹھ اور ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر)

اس وحی سے آپ کو تبلیغ کا حکم ہوا۔ آپ نے سب سے پہلے بی بی خدیجہ پر اسلام پیش کیا۔ وہ بہت کچھ دیکھ چکیں اور سن چکیں تھیں۔ فوراً مشرف باسلام ہو گئیں۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثت یوم الاثنین وصلت خدیجۃ آخر یوم الاثنین وصلی علی یوم الثلاثاء من الغد ثم زید بن حارثۃ ثم ابوبکر (رسول کریم نے فرمایا کہ میں دوشنبہ کو مبعوث ہوا۔ خدیجہ نے اسی دن شام کو نماز پڑھی اور علی نے اگلے روز سہ شنبہ کو پھر زید بن حارثہ نے پھر ابوبکر نے)
(تاریخ ابن الخمیس صفحہ ۲۱۳)

علی، زید، ابوبکر ایک ہی دن ایمان لائے پھر اور اصحاب، پنجشنبہ کو خالد بن سعید، رسول کریم اس حکم کے بعد خفیہ تبلیغ کرتے رہے۔ خفیہ سے یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ اسلام کو ظاہر نہ فرماتے تھے۔ جب آیت فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ نازل ہوئی تو آپ نے علانیہ تبلیغ شروع کی۔

خفیہ تبلیغ سے یہ مطلب ہے کہ فرداً فرداً لوگوں پر اسلام پیش کیا جاتا تھا۔ خفیہ سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اسلام کی کسی کو خبر ہی نہ تھی یا آپ کے دعویٰ نبوت سے لوگ آگاہ ہی نہ تھے۔ اگر ایسا اخفا ہوتا تو مختلف خاندانوں، مختلف حیثیتوں کے لوگ کس طرح مشرف بہ اسلام ہوتے کفار کیوں ایذا دیتے، کیونکہ آیت فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ حکم تبلیغ سے تین سال بعد نازل ہوئی ہے یعنی ربیع الاول سنہ ۶ نبوی میں اور اس وقت تک چالیس سے زیادہ مرد مسلمان ہو چکے تھے۔ ابوبکر مکہ کے چیف جسٹس تھے۔ عثمان دولتمند اور تاجر تھے۔ بلال غلام تھے۔ اسی طرح ہر حیثیت اور مختلف خاندانوں کے لوگ تھے اور اس دوران میں کفار نے بھی خوب ایذا رسانی کی۔ حبشہ کی دونوں ہجرتیں ہو چکیں تھیں یہ صورت اس اخفا سے حاصل نہیں ہو سکتی تھی بلکہ اخفا کا یہ مطلب ہے کہ فرداً فرداً نصیحت کی جاتی تھی مجمعوں، بازاروں، حرم وغیرہ میں تبلیغ نہیں کی جاتی تھی

اس آیت کے نازل ہونے سے تبلیغ عام شروع ہو گئی۔

نزول آیات مدثر کے بعد وحی کا سلسلہ جاری رہا۔ قرآن تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا۔ مختلف سورتوں کی آیات اور بعض چھوٹی چھوٹی سورتیں نازل ہوتی رہیں۔ یہ سلسلہ دس برس تک مکہ میں اور تیرہ برس تک مدینہ میں جاری رہا۔ آخری وحی آپ کی وفات سے نو دن پہلے یعنی ۲۔ ربیع الاول ۱۱ھ ہجری یوم شنبہ کو ہوئی۔ حسب روایت صحیح بخاری آخری آیت يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ الخ نازل ہوئیں۔ عن البراء قال آخر سورة انزلت كاملة براءة وآخر سورة انزلت خاتمة سورة النساء يستفتونك الخ۔ (براء سے روایت ہے کہ مکمل سورت آخر میں براءۃ نازل ہوئی اور سورہ نساء کی آخری آیت یستفتونک الخ (بخاری)۔

کتابت قرآن

سب سے پہلے رسول کریم پر جو وحی نازل ہوئی (یعنی سورہ علق کی ابتدائی آیات) اس میں کتابت کی طرف ترغیب اور کتابت کی طرف اشارہ ہے (عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ قلم سے علم سکھایا) علق کے بعد سورہ قلم کا نزول ہوا یہ بھی کتابت کی طرف اشارہ ہے۔ اور قرآن مجید میں ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ فَاكْتُبُوهُ (اے مسلمانو! قرض اور اس کے وعدہ کو لکھ لیا کرو)۔

جب قرآن مجید میں سب سے پہلے کتابت کی طرف اشارہ ہے اور لین دین کی تحریر کی تاکید ہے تو قرآن جو علم اور دین کی اصل ہے وہ کیوں نہ لکھا جاتا ہوگا۔ چنانچہ حضور نے فرمایا ہے لا تكتبوا عني شيئا غير القرآن یعنی مجھ سے قرآن کے سوا کچھ نہ لکھو۔ اس حدیث سے ثابت ہے کہ قرآن لکھا جاتا تھا اور ارشاد ہے:۔

عن عبد الله بن عمرو قال قال النبي صلى الله عليه وسلم قيدوا العلم قلت ما تقييده قال كتابته

یعنی رسول کریم نے فرمایا علم (حدیث) کو قید میں لاؤ۔ میں نے دریافت کیا کہ قید سے کیا مطلب ہے فرمایا لکھنا۔ (مستدرک حاکم جلد اول) جب حدیث کے لکھنے کی تاکید ہے تو قرآن کیوں نہ لکھا جاتا ہوگا۔

قرآن کی کتابت پر قرآن کی اندرونی شہادتیں بھی ہیں۔ وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَىٰ عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا (کافر کہتے ہیں یہ پرانے قصے ہیں جن کو نبی لکھاتا ہے اور لوگ لکھتے ہیں)۔
ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ (یہ ایسی کتاب ہے جس میں شک نہیں) رَسُولٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً (خدا کا رسول پاک صحیفے سناتا ہے) کتاب اور صحیفہ جب ہی کہا جائے گا جب لکھا ہوا ہوگا۔ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ (نہ چھوویں اس کو مگر پاک صاف لوگ) چھوا جب ہی جائے گا جب لکھا ہوا ہوگا۔

حضور نے قرآن دیکھ کر پڑھنے کا بڑا ثواب بتایا ہے۔ تلاوت ناظرہ جب ہی ممکن ہے کہ کتاب لکھی ہوئی ہو۔

قراءتك نظرًا تضاعف علی قراءتك ظاهرًا کفضل المکتوبة علی النافلة (یاد سے تلاوت پر دیکھ کر تلاوت کرنے کی ایسی فضیلت ہے جیسے فرض نماز کو نفل پر۔ کنز العمال)

من سرہ ان یحب اللہ ورسولہ فلیقرأ فی المصحف۔ (رسول کریم نے فرمایا ہے کہ جسے خدا اور رسول کی محبت پسند ہو وہ قرآن دیکھ کر پڑھے (کنز العمال جلد اول)

مشکوٰۃ میں ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ جو شخص ترکے میں قرآن چھوڑے اس کو ہمیشہ ثواب ملتا رہے گا (باب العلم)۔ ان حدیثوں سے قرآن کے لکھنے کا حکم اور قرآن کا لکھا ہوا ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ دیکھ کر تلاوت جب ہی ہو سکے گی جب لکھا ہوا ہوگا۔ ترکے میں لکھا ہوا ہی چھوڑا جا سکتا ہے۔

اصحاب رسول جو حضور کے ہر قول و فعل پر فوراً عمل کرتے تھے اور امور خیر پر بڑے حریص تھے انہوں نے یہ ارشاد سن کر کیوں نہ قرآن کو لکھا ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور نے قرآن کے لکھنے کا اول ہی سے انتظام فرمایا تھا۔ ام خالد بن خالد بن سعید بن ابی العاص کہتی ہیں کہ اول بسم اللہ میرے باپ نے لکھی (یعنی خالد بن سعید نے جو پانچویں مسلمان تھے) (استیعاب جلد اول ص۱۵۳)

عن زید بن ثابت قال کنت اکتب الوحی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان اذا انزل علیہ الوحی اخذتہ برحاء شدیدۃ وعرق عرقا مثل الجمان ثم سری عنہ فکنت ادخل علیہ بقطعۃ الکتف او کسرۃ فاکتب وھو یملی علی فما افرغ حتی تکاد رجلی تنکسر من ثقل القرآن حتی اقول لا امشی علی رجلی ابدا فاذا فرغت قال اقرأ فاقرأہ فان کان فیہ سقط اقامہ ثم اخرج بہ الی الناس (زید بن ثابت کہتے ہیں کہ جب رسول کریم پر وحی نازل ہوتی تو مجھ کو بلاتے، میں تختی وغیرہ لیکر آتا۔ آپ لکھاتے پھر سنتے، اگر کوئی غلطی ہوتی تو صحیح کرا دیتے پھر میں اس کو لوگوں میں لاتا تھا۔ (مجمع الزوائد)

عن البراء قال لما نزلت لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ادعوا فلانا فجاء ومعہ الدواۃ واللوح او الکتف فقال اکتب (براء کہتے ہیں کہ جب آیت لا یستوی القاعدون نازل ہوئی تو رسول کریم نے فرمایا فلاں کاتب کو بلاؤ وہ کاتب تختی و دوات قلم وغیرہ لیکر آیا آپ نے فرمایا یہ آیت لکھو۔ بخاری)

ان حدیثوں سے چند امور ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) جب کوئی آیت نازل ہوتی فوراً لکھا لی جاتی (۲) کئی کاتب تھے (۳) تحریریں اور سامان کتابت تختی وغیرہ

کاتبوں ہی کے پاس رہتا تھا (۴) نوشتے، پتھر کی تختی، شانے کی ہڈی وغیرہ پر لکھے جاتے تھے۔

عن عبد اللہ بن عمرو قال بینما نحن حول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نکتب۔
عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ ہم رسول کریم کے گرد حلقہ کئے ہوئے لکھ رہے تھے۔ (دارمی)

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جب آیت وَاتَّقُوا یَوْمًا تُرْجَعُونَ فِیْهِ اِلَی اللّٰہِ نازل ہوئی تو جبریل نے رسول کریم سے کہا کہ اس آیت کو بقرہ کی ۲۸۰ آیتوں کے بعد لکھاؤ (تفسیر خازن جلد اول)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کے لکھانے کا حکم خداوند ذوالجلال کی طرف سے تھا۔

یہ ایک مستند تاریخی روایت ہے کہ حضرت عمر نے جب یہ سنا کہ ان کے بہن بہنوئی مسلمان ہو گئے ہیں تو غصہ سے لال پیلے ہو گئے اور تھراتے کانپتے شمشیر بکف دونوں کو قتل کرنے چلے تو اندر سے کچھ پڑھنے کی آواز سنی۔ اندر پہنچ کر ان سے دریافت کیا کہ تم کیا پڑھ رہے تھے، انہوں نے اول تو اس کو چھپایا، پھر بتادیا اور لکھا ہوا دکھایا۔ ایک جگہ لکھا ہوا تھا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ، لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ پھر لکھا ہوا تھا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، طٰهٰ مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓی اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰی، تَنْزِیْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی۔ یہ آیتیں جدا جدا سورتوں کی ہیں (تفسیر الجواہر للطنطاوی)

جو قرآن حضور کاتبوں سے لکھاتے تھے اس کے علاوہ صحابہ بھی اپنے واسطے لکھتے تھے جیسے حضرت عمر کے بہنوئی نے یہ آیات لکھی تھیں۔

مشہور شاعر عرب لبید جب مسلمان ہو گئے تو قرآن لکھنے کا شغل اختیار کیا۔ خدا جانے عمر میں کتنے قرآن لکھے ہوں گے (جمہرۃ العرب ص۲۱)

ناجیۃ الطفاوی صحابی کا یہی کام تھا کہ قرآن لکھا کرتے تھے۔ خدا جانے عمر میں کتنے قرآن لکھے ہوں گے (استیعاب قسم دوم جلد اول ص۱۱)

امہات المومنین ام سلمہ، حفصہ، عائشہ نے قرآن لکھائے اور دیکھ کر تلاوت کرتی تھیں (کنزالعمال)
حضرت عائشہ نے اپنے آزاد کردہ غلام ابو یونس سے قرآن لکھایا (ترمذی)
عمرو بن رافع نے حضرت حفصہ کیلئے قرآن لکھا (تیسیر الاصول، کتاب التفسیر)
حضرت علی سے روایت ہے کہ ہم نے رسول کریم سے سوائے قرآن اور اس صحیفے کے کچھ نہیں لکھا (بخاری)

استأذن رجل علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وهو بین مکۃ والمدینۃ فقال انه

قد فاتنی اللیلۃ جزء من القرآن فانی لا اتو علیہ شئ۔ یعنی ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان، اور اس نے عرض کیا کہ رات میرا قرآن کا ایک جزو گم ہو گیا (کتاب المصاحف) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن عام طور پر لکھے ہوئے لوگوں کے پاس اس کثرت سے تھے کہ سفر و حضر میں لوگ ساتھ رکھتے تھے، اس گمشدگی اور ایسی ہی گمشدگی سے یہ خیال کرنا کہ قرآن یا قرآن کا کوئی جز تلف ہو گیا، حماقت ہے کیونکہ قرآن سیکڑوں کے پاس لکھا ہوا تھا۔ ہزاروں کو حفظ یاد تھا۔ لاکھوں نے پڑھا تھا۔ کسی ایک کے پاس سے گم ہو جانے سے سب کے پاس سے گم ہونا لازم نہیں آتا ہاں اس کے پاس کا حصہ گم ہو گیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ قرآن لکھے ہوئے دیکھے، فرمایا یہ تم کو فریب نہ دیں، خدا ایسے شخص کو عذاب نہ دے گا جسے قرآن یاد ہو (کنز العمال) یعنی اس خیال سے حفظ کرنے سے غافل نہ ہو جانا کہ ہمارے پاس لکھا ہوا ہے۔

عن عبد اللہ بن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی ان یسافر بالقرآن الی ارض العدو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو دشمنوں کی سرزمین لیجانے سے منع فرمایا ہے (بخاری کتاب الجہاد)

عمرو بن حزم صحابی کو حضور نے یمن کا گورنر مقرر کیا تو آپ کو کچھ احکام لکھا دئے تھے۔ انہیں ایک حکم یہ بھی تھا فلا یمس القرآن انسان الا وھو طاھر پاک آدمی کے سوا کوئی قرآن کو نہ چھوئے (تاریخ طبری جلد سوم و ابن خلدون)۔

عہد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں کئی قسم کے لکھنے والے تھے (۱) جو سورتوں کو یاد کرنے کے لئے مختلف سورتیں اپنی ضرورت اور شوق کے موافق لکھتے تھے۔ انہیں ترتیب نہ ہوتی تھی، نہ ہو سکتی تھی، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے سورۂ فاتحہ نہ لکھی۔ سبب پوچھا تو کہا یہ تو سب کو یاد ہوتی ہے۔ اسی طرح معوذتین وغیرہ یہ اپنے شاگردوں کو بھی اسی طور پر تعلیم کرتے تھے۔ تکمیل کے بعد شاگردوں کو حفظ کرائے ہوئے اور ناظرہ پڑھائے ہوئے سب کی سند دیتے تھے۔ علامہ قاضی ابوبکر و امام رازی و علامہ نووی وغیرہ نے لکھا ہے کہ ابن مسعودؓ نے پورے موجودہ قرآن کی اپنے تلامذہ کو سند دی ہے۔ امام ابن حزم لکھتے ہیں۔

قراءۃ عاصم عن زر عنہ وفیھا المعوذتان والفاتحۃ یعنی عاصم کی سند میں جو ابن مسعودؓ سے ہے اور نہایت صحیح ہے معوذتین اور فاتحہ ہیں۔

اب سے پچاس برس پہلے تک یہ دستور تھا کہ مدرسین طلباء کو چھوٹی سورتیں حفظ کرا دیتے تھے تاکہ نماز وغیرہ میں پڑھیں اور بڑی سورتیں ناظرہ پڑھاتے تھے۔ مطابع کے رواج سے پہلے اکثر مدرسین کا یہ دستور تھا

کہ بڑی سورتیں طلبا کو لکھا دیتے تھے، چھوٹی یاد کرا دیتے تھے۔ اخی معظم مولوی حکیم صلاح الدین سے اُن کے استاد حکیم فریدا محمد صاحب عباسی پروفیسر طبیہ کالج دہلی نے فرمایا کہ مجربات کی بیاض مرتب کرلیا کرو۔ بھائی صاحب نے تمام نسخے لکھنے شروع کردیئے۔ حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم کے مطب کا ایک بہت ہی عام نسخہ مشہور ہے جس کو پیٹ غلل کے نام سے لکھتے ہیں اس نسخہ کو حکیم صاحب مرحوم کے خدام تک بھی جانتے ہیں، بھائی صاحب نے یہ بھی لکھ لیا۔ اُستاد نے ایکدن جو بیاض دیکھی تو یہ ورق پھاڑ دیا اور فرمایا یہ تو سب کو معلوم ہے۔

اسی طرح وہ چھوٹی سورتیں جو ہر وقت اور عام استعمال میں تھیں ان کو عبداللہ بن مسعود نے نہیں لکھا۔ عبداللہ بن مسعود نے چار مرتبہ قرآن لکھا۔ ایک مرتبہ تو رسول کریم کی حیات میں، اسوقت صرف بڑی بڑی سورتیں لکھیں، دوبارہ مکمل قرآن اپنی معلومات کے موافق بترتیب نزولی، تیسری بار عہد خلافت صدیقی میں جب قرآن ترتیب ہوا، ترتیب سے لکھا۔ چوتھی مرتبہ عہد خلافت عثمانی میں جب قرآن لغت قریش پر جمع کیا گیا، یہ بھی اس سے متفق ہوگئے۔ یہ نسخہ آج تک موجود ہے۔ (باب المصاحف دیکھیے)

اور بھی صحابہ نے اسی طرح کئی کئی بار قرآن لکھا۔

(۲) وہ جو پورا قرآن لکھنے کے ارادے سے لکھتے تھے جیسے زید بن ثابت وہ خود کہتے ہیں نؤلف القرآن من الرقاع کہ ہم حضور کی حیات میں مناسبت سے قرآن کو پرزوں سے لکھ رہے تھے۔ یعنی حضور جو متفرق اشیا پر قرآن تحریر کراتے تھے اُس سے پھر نقل کیجاتی تھی۔ مناسبت سے لکھنا یعنی سورتیں ترتیب آیات سے۔

(۳) جو کبھی رسول کریم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کوئی آیت یا سورت نازل ہوئی اور لکھنے والوں کے ساتھ اُنہوں نے بھی لکھ لی۔

(۴) جو کوئی آیت یا سورت لکھتے حضور جو اسکی تفسیر فرماتے بطور یادداشت اس کو بھی لکھ لیتے۔

(۵) جو اپنے ورد کیلئے مختلف سورتیں لکھتے، یہ صورت اب تک رائج ہے جیسے پنج سورہ، ہفت سورہ وغیرہ

(۶) جو اپنی معلومات کی موافق ترتیب نزول سے لکھتے تھے۔

(۷) جو بڑی سورتیں علیحدہ اور چھوٹی سورتیں علیحدہ لکھتے تھے۔

سر ولیم میور لکھتا ہے :- لیکن اس بات کے ماننے کی زبردست وجوہ موجود ہیں کہ رسول کی زندگی میں متفرق طور پر قرآن کے لکھے ہوئے نسخے صحابہ کے پاس موجود تھے، اور ان نسخوں میں پورا قرآن یا تقریباً تمام قرآن لکھا ہوا موجود تھا۔ اسمیں شک نہیں کہ محمد کے دعویٰ نبوت سے بہت پہلے مکہ میں فن تحریر مروج تھا اور مدینہ میں جاکر تو خود پیغمبر نے اپنے مراسلات لکھوانے کیلئے کئی کئی صحابہ مقرر کئے تھے۔ جو لوگ بدر میں گرفتار ہوکر آئے تھے انہیں اس شرط پر : عدہ رہائی دیا گیا تھا کہ وہ بعض مدنی آدمیوں کو لکھنا سکھا دیں

اور اگرچہ اہل مدینہ اہل مکہ کی برابر تعلیم یافتہ نہ تھے لیکن وہاں بھی بہت سے ایسے لوگ موجود تھے جو اسلام سے پہلے لکھنا جانتے تھے۔ (دیباچہ لائف آف محمد)

قرآن کے لکھے ہوئے نسخے عہد رسول میں عام طور پر زیر استعمال تھے (انگریزی ترجمہ قرآن ڈاکٹر راڈویل)

تبلیغ اسلام دوشنبہ ربیع الاول سنہ نبوی سے شروع ہوئی۔ اس وقت تک پانچ چھوٹی چھوٹی آیتیں سورۂ علق کی اور ابتدائی آیات سورۂ مدثر کی نازل ہوئی تھیں۔ پنجشنبہ ربیع الاول سنہ نبوی کو یعنی ابتدائے تبلیغ سے چوتھے دن خالد بن سعید ایمان لائے۔ اُن کی بیٹی کا بیان ہے کہ سب سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ میرے باپ نے لکھی۔ گویا یہ آغاز کتابت قرآن کا دن تھا۔

اور ۳۔ ربیع الاول سنہ ہجری کو آپ کو آخری وحی ہوئی۔ اور اس آخری وحی کو ابی بن کعب نے لکھا۔ یہ آخری تاریخ تکمیل تحریر کی تھی۔

کاتبان وحی

رسول کریم نے چالیس صحابہ کو کتابت کی خدمت پر مامور کر رکھا تھا (روضۃ الاحباب)

انمیں زیادہ مشہور یہ ہیں۔ ابوبکر صدیق۔ عمر فاروق۔ عثمان بن عفان۔ علی ابن ابی طالب، زید بن ثابت عبداللہ بن سعد۔ زبیر بن العوام۔ خالد بن سعید۔ حنظلہ بن ربیع۔ علاء۔ خالد بن ولید۔ عبداللہ بن رواحہ محمد بن مسلمہ۔ عبداللہ بن عبداللہ بن سلول۔ مغیرہ بن شعبہ۔ عمرو بن العاص۔ معاویہ بن ابی سفیان۔ جہم بن الصلت۔ معیقیب بن فاطمہ۔ شرحبیل بن حسنہ۔ عبداللہ بن ارقم الزہری، ثابت بن قیس بن شماس حذیفہ بن الیمان۔ عامر بن فہیرہ۔ عبداللہ بن ابی سرح۔ سعید بن جبیر۔ ابان بن سعید۔ (تاریخ طبری۔ صحاح طبقات ابن سعد)

قرآن کا خط

مکہ میں بنی ہاشم میں خط قیراسند رائج تھا۔ اس لئے مکہ میں جس قدر کتابت ہوئی وہ اسی خط میں ہوئی (ابن الندیم) مدینہ میں جو کتابت ہوئی وہ خط حیری میں ہوئی۔ سنہ ۱۲ھ سے خط کوفی میں کتابت ہونے لگی سنہ ۳ھ سے خط نسخ میں کتابت ہونے لگی۔ اور اس پر اجماع امت ہوگیا۔ اب اس کے خلاف جائز نہیں

رسم خط قرآن

قرآن مجید کا رسم الخط آج تک وہی ہے جو زمانۂ رسالت میں تھا۔ یہ رسم الخط بھی توفیقی ہے۔ یہ رسم خط دنیا کے تمام خطوں کی رسم سے علیحدہ ہے۔ یہ رسم نہ پہلے کبھی تھا۔ نہ آج تک کسی خط میں رائج ہے۔

ایک جگہ ایک لفظ کو دراز تاسے لکھا ہے۔ دوسری جگہ اسی لفظ کو گول تارے جیسے فطرت فطرۃ۔ رحمت، رحمۃ، سُنّت، سُنّۃ۔

بعض جگہ ایک لفظ کو ملا کر لکھا ہے اسکو موصول کہتے ہیں۔ دوسری جگہ جدا جدا لکھا ہے اس کو مقطوع کہتے ہیں۔ جیسے کلما۔ کل ما، بئس ما۔ بئسما۔ فی ما۔ فیما۔

قرآن کا رسم خط ایسا ہے کہ اسمیں اختلاف قرأۃ بھی آجاتا ہے۔ مثلاً سورۂ فاتحہ میں ملٰک یوم الدین میں کلمہ ملک میں دو قرائتیں ہیں، ایک باثبات الف یعنی صیغہ اسم فاعل۔ دوسری باسقاط الف یعنی مَلِکْ بمعنی بادشاہ۔ تو اس کو ایسے طریقہ پر لکھا گیا کہ دونوں طرح پڑھا جاسکے۔

فکتب تلک المصاحف علی ما استقر علیہ فی العرضۃ الاخیرۃ عنہ صلے اللہ علیہ وسلم عن جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام عن اللہ تعالیٰ (لکھا قرآن کو زید بن ثابت نے (بعہد خلافت عثمان) اُسی رسم الخط سے جو آخری پیشکش میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبریل کیواسطے سے پہونچی تھی (تسہیل البیان فی رسم نظم القرآن صلا۔ فوائد مکیہ ص۲۱)

تعلیم قرآن

جب تک حضور مکہ میں مقیم رہے آپ ارقم مخزومی کے مکان میں قرآن پڑھاتے تھے۔ جب مدینہ میں تشریف لیگئے تو مسجد میں تعلیم دیتے تھے اور کچھ اصحاب صُفّہ (صفہ مسجد میں ایک چبوترہ تھا جس پر ساکین صحابہ رہتے تھے۔) پڑھتے تھے۔ اصحاب صفہ رات کو ایک معلم کے پاس جمع ہو قرآن سیکھتے تھے (مسلم)

علم حاصل کرنے کی ترغیب قرآن وحدیث میں بہت ہے۔ اور قرآن پڑھنے کو تو خداوند ذوالجلال نے لازمی کردیا ہے کہ ہر نماز میں کچھ نہ کچھ قرآن پڑھا جاتا ہے۔ حضور نے قرآن پڑھنے کے اسقدر فضائل اور ایسا اجر بیان فرمایا ہے کہ صحابہؓ ذوق وشوق سے قرآن پڑھتے تھے۔

آن افضلکم من تعلم القرآن وعلمہ۔ (تم میں وہ شخص افضل ہے جو قرآن پڑھے اور پڑھائے (بخاری)

مثل الذی یقرأ القرآن کالاترجۃ طعمہا طیب وریحہا طیب (قرآن پڑھنے والا اُس پھل کی مثل ہے جس کا مزہ بھی اچھا ہے اور خوشبو بھی اچھی ہے۔ بخاری)

یقال لصاحب القرآن اقرأ وارتق (قیامت کے دن قرآن پڑھنے والے کو کہا جائے گا کہ قرآن پڑھ اور بلند درجات کی طرف عروج کر۔ مشکوٰۃ)

عن عائشۃ مثل الذی یقرأ القرآن وھو حافظ لہ مع السفرۃ الکرام (جو قرآن پڑھتا ہے

پڑھتا ہے وہ مثل فرشتوں کی ہے۔ (بخاری)

یجئ صاحب القرآن یوم القیامۃ فیقول یارب حلہ فیلبس تاج الکرامۃ (قیامت کے دن جب قرآن پڑھنے والے آئیں گے تو قرآن خداوند کریم سے عرض کرے گا کہ ان کو تاج کرامت عطا فرما (ترمذی)

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال اقرؤا القرآن فان اللہ لا یعذب الخ رسول کریم نے فرمایا جو قرآن پڑھتا رہے گا خدا اُس کو عذاب میں مبتلا نہ کرے گا (داری)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میں تمہارے پاس دو چیزیں چھوڑتا ہوں، ایک قرآن، دوسرے حدیث، جب تک ان کو پکڑے رہو گے گمراہ نہ ہوگے (مشکوٰۃ) نیز فرمایا ہے کہ خداوند کریم کو قرآن تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے (دارمی) نیز فرمایا کہ قرآن پڑھنے والے کو ہر حرف کے بدلے میں دس نیکیاں ملتی ہیں (دارمی)

خیرکم من قرأ القرآن واقرأہ (تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن پڑھے اور پڑھائے (طبرانی)

یہ تو آخرت کی باتیں تھیں۔ حضور دنیا میں بھی اُن لوگوں کے مراتب بڑھاتے تھے جو قرآن پڑھتے تھے۔

عن ابی ھریرۃ قال بعث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بعثا وھو ذو عدد فاستقرأھم فاستقرأ کل رجل منھم الخ یعنی رسول کریم نے ایک لشکر ترتیب دیا۔ ہر سپاہی سے قرآن سنا۔ جس کو جس قدر یاد تھا اُسنے سنایا۔ ایک کم عمر سپاہی کو سب سے زیادہ یاد تھا آپ نے اس کو سپہ سالار بنا دیا (ترمذی جلد ثانی)

شہداء اُحد کو جب آپ نے دفن فرمایا تو شہداء زیادہ تھے، کپڑا کم تھا اسلئے ایک ایک قبر اور ایک ایک چادر میں کئی کئی رکھے گئے۔ رکھتے وقت آپ دریافت فرماتے تھے کہ اس کو کس قدر قرآن یاد تھا جس کو جس قدر زیادہ یاد تھا اس کو قبلہ کی جانب مقدم کرتے۔ (ترمذی جلد ثانی)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے ایک عورت کے متعلق درخواست نکاح کی، آپنے فرمایا تیرے پاس کچھ مال ہے، اُس نے انکار کیا۔ اُس کے پاس صرف ایک تہبند تھا۔ آپ خاموش ہوگئے، وہ شخص مایوس ہو کر جانے لگا۔ آپنے اُس سے دریافت کیا کہ تجھ کو کچھ قرآن بھی یاد ہے اُسنے کہا ہاں فلاں فلاں سورت آپ نے فرمایا حفظ پڑھ سکتے ہو اُس نے کہا ہاں، آپنے اُس کا نکاح کر دیا۔ (بخاری کتاب النکاح)

نماز میں امامت کا حکم آپ اُسی کو دیتے جو قرآن زیادہ جانتا تھا۔ چنانچہ اپنے سامنے آپنے حضرت ابوبکر کو امام بنایا کیونکہ وہ تمام قرآن کے حافظ اور قاری اور سب سے بڑے عالم تھے۔ فروہ مرادی کو مذحج۔ زبید اور تین قبیلوں پر اسی لئے حاکم بنایا کہ وہ قرآن سب سے زیادہ پڑھا تھا (ابن خلدون)

عثمان ابن ابی العاص قرآن اچھا پڑھتے تھے اسلئے طائف کا حاکم مقرر کیا (ابن ہشام)

جب قرآن کا پڑھنا دینوی و اُخروی ترقیوں کا ذریعہ تھا تو کیوں نہ صحابہ اس طرف ذوق شوق سے رجوع ہوتے

قرآن پڑھنے کا اجر عظیم مقرر کرنے میں اور قرآن جاننے والے کو ترجیح میں صرف اشاعتِ قرآن ہی کا خیال نہیں تھا بلکہ اس لئے بھی ان کو ترجیح دی جاتی تھی کہ قرآن مجید دنیا کے تمام علوم مدونہ کا جو سرفت و عقل سے تعلق رکھتے ہیں سرچشمہ ہے۔ علم الٰہیات، علم طبعیات، علم ریاضیات، علم الاخلاق، سیاست مدن یعنی قانون انتظام ملکی، علم تدبیر منزل یعنی قواعد انتظام خانہ داری، ان علوم ستہ اور اُن کے فرعی علوم کے متعلق قرآن میں اصول و ہدایات ہیں لہٰذا جو شخص سب سے زیادہ قرآن پر عبور رکھتا ہوگا وہی ان علوم کا حق ادا کرے گا۔ یہ امر بالاتفاق مورخین سے ثابت شدہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اُس زمانہ میں جبکہ دنیا سے ظاہری و باطنی ترقی نابود ہو گئی تھی۔ اخلاق و شائستگی، عدل و انصاف، حسن انتظام، امن و امان علم و فن کا نام بھی نہ رہا تھا ایسی خوبی سے کاروبار سلطنت کو انجام دیا کہ دنیا شاہراہ ترقی پر گامزن ہو گئی یہ حضرات نہ کہیں تعلیم حاصل کرنے گئے، نہ کہیں طرز انتظام سیکھنے گئے نہ کبھی پہلے کے کار کردہ تھے نہ حضور نے کوئی علوم و فنون کا کالج قائم کیا تھا۔ صرف قرآن پڑھے ہوئے تھے وہی اُن کا رہنما تھا۔ اسی سے تمام مسائل و مشکلات حل کرتے تھے۔ کتب سیر و تاریخ و فقہ میں اُن کے انتظامات کا طرز، اُن کے فیصلے مذکور ہیں۔ آج تک کوئی عقیل و فہیم اُن پر انگلی نہ رکھ سکا۔ یہ سب کچھ قرآن ہی سے تھا

دنیا میں دیکھا گیا ہے کہ مختلف اشخاص مختلف علوم و فنون میں صاحب کمال ہوئے ہیں کوئی جامع کمالات نہیں ہوا۔ کوئی مدبر ہے تو کوئی جنرل ہے۔ کوئی جج ہے تو کوئی انجینیر ہے۔ کوئی پروفیسر ہے تو کوئی کلکٹر ہے۔ لیکن ان قرآن جاننے والے اصحاب کے حالات پر نظر کیجائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان میں کا ہر فرد مدبر بھی تھا۔ جنرل بھی تھا۔ جج بھی تھا معلم بھی تھا۔ اس جامعیت کی نظیر تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے دنیا کی کوئی یونیورسٹی ایسی جامع ہستیاں پیدا نہ کر سکی۔

غرض جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپ فوراً لکھا دیتے تھے۔ اور صحابہ کو پڑھا دیتے تھے۔ قرآن کی اندرونی شہادت سے بھی ثابت ہے کہ آپ قرآن پڑھاتے تھے۔ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (یہ نبی کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے)

عن عمرو بن العاص قال اقرأنی رسول الله صلے الله علیہ وسلم خمس عشرة سجدة فی القرآن

یعنی عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ مجھکو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن میں پندرہ سجدے پڑھائے (ابوداؤد و ابن ماجہ) احفظوا عنا کما حفظنا نحن عن رسول الله صلے الله علیہ وسلم یعنی ابو سعید صحابی نے ابو نضرہ سے کہا کہ قرآن ہم سے اسی طرح حفظ کرو جیسے ہم نے رسول کریم سے حفظ کیا ہے (دارمی)

قال خطبنا عبد الله بن مسعود فقال لقد اخذت من فی رسول الله صلے الله علیہ

بضعا وسبعین سورة (ابن مسعود نے کہا کہ میں نے رسول کریم سے ستر سے زیادہ سورتیں یاد کیں۔ (بخاری فضائل القرآن)۔ ابو الدرداء نے کہا بیٹے قرآن رسول کریم سے پڑھا (تذکرۃ الحفاظ جلد اوّل)

بخاری میں جابر اور ابن مسعود سے دو روایتیں ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو دعائے استخارہ اور التحیات اس طرح یاد کرائی جیسے قرآن یاد کراتے تھے۔ ایسی ہی ایک روایت ترمذی میں ابن عباس سے ہے، اور ترمذی میں ایک روایت ہے کہ جب آیت مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ الخ نازل ہوئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کو پڑھائی (ترمذی جلد اوّل)

جو شخص نیا مسلمان ہوتا تھا آپ اس کو صحابہ کی سپرد کرتے تھے کہ اس کو قرآن پڑھاؤ۔ عن عبادة بن الصامت کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یشتغل فاذا قدم رجل مهاجر الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دفعه الی رجل منا یعلمه القرآن یعنی جب کوئی نو مسلم آتا تو رسول کریم اس کو کسی مہاجر کے سپرد کر دیتے کہ اس کو قرآن پڑھاؤ (کنز العمال جلد اوّل ص۲۳۲)

قبیلہ عامر کے دس آدمی آکر مسلمان ہوئے اور اس کے بعد مدینہ میں ٹھیرے کہ ابی بن کعب سے انہوں نے قرآن پڑھ لیا (ابن خلدون جلد ثانی) ایسا ہی قبیلہ غامد اور قبیلہ بنی عامر و مذحج و طفیل بن عمرو الدوسی اور عمرو بن معدیکرب کے متعلق ابن خلدون میں لکھا ہے۔ تمیم کے ستر آدمیوں نے اسی طرح قرآن پڑھا (استیعاب جلد ثانی) جن قبائل یا مواضع میں مسلمان ہو جاتے تو آپ وہاں تعلیم دینے کیلئے صحابہ کو مامور فرماتے۔ اہل مدینہ جب قبل ہجرت مکہ میں آکر مشرف باسلام ہوئے تو آپ نے اُن کی تعلیم کیلئے ابن ام مکتوم اور مصعب بن عمیر کو بھیجا۔ زید بن ثابت نے بیان کیا کہ میں نے حضور کے مدینہ تشریف لانے سے قبل سترہ سورتیں یاد کر لی تھیں۔ اس وقت میری عمر گیارہ سال کی تھی (ابن خلدون وکامل ابن اثیر)۔

اسی طرح معاذ کو مکہ و یمن، عمرو بن حزم کو نجران قبائل عضل و قارہ میں چھ اصحاب مرثد، عاصم بن ثابت، خبیب، خالد بن بکیر، زید بن دثنہ، عبداللہ بن طارق کو بنی الحارث میں خالد بن ولید کو تعلیم دینے کیلئے بھیجا، وفد ہمدان قرآن پڑھکر مدینے سے گیا (طبقات ابن سعد۔ استیعاب، ابن خلدون، طبری۔ زاد المعاد)

عمرو بن حزم کو آپ نے جو احکام لکھائے تھے انہیں یہ حکم بھی تھا عَلِّمِ النَّاسَ الْقُرْاٰنَ (لوگوں کو قرآن پڑھاؤ) (ابن خلدون)

اور اسی قسم کی بہت سی روایتیں ہیں جن سے ثابت ہے کہ آپ نے قرآن کی تعلیم لازمی قرار دے رکھی تھی اور اس کا کافی انتظام کیا تھا۔ آپ کی حیات میں قرآن کی ہر طرح اشاعت ہو گئی تھی۔ آپ کی حیات میں تقریباً تمام ممالک و اقوام میں اسلام پہونچ گیا تھا اور مسلمانوں کی تعداد لاکھوں تھی۔ ان میں سے ایک بھی ایسا

نہ تھا جو کچھ نہ کچھ قرآن نہ پڑھا ہو۔ آج بھی روئے زمین پر کوئی مسلمان ایسا نہیں مل سکتا جس کو قرآن کی دو چار
سورتیں یاد نہ ہوں۔ کیونکہ نماز فرض ہے اور قرآن کا نماز میں پڑھنا لازم ہے اگر شومئی قسمت سے کوئی مسلمان
پابند نماز نہیں تو کبھی نہ کبھی تو نماز پڑھتا ہی ہے اس لئے اس کو کچھ نہ کچھ قرآن ضرور یاد ہوتا ہے۔

حفظ قرآن

جب کوئی آیت یا سورت نازل ہوتی تو آپ فوراً صحابہ کو لکھا دیتے اور پڑھا دیتے۔ صحابہ حفظ کر لیتے
کان دأب الصحابة رضی اللہ عنہم من اول نزول الوحی الی آخرہ المسارعة الی حفظہ یعنی تمام
زمانہ وحی میں صحابہ کا یہ معمول رہا کہ جو وحی نازل ہوئی اس کو حفظ کر لیا (زبدۃ البیان فی رسوم مصاحف عثمان)
آپ کے عہد مبارک میں حفاظ کی یہ کثرت تھی کہ تمام جزیرۃ العرب کے حصص و دیہات تک میں حفاظ
و معلم پہونچ گئے تھے۔ اور ایک ایک قبیلہ میں حضور نے دس دس، بیس بیس۔ چالیس چالیس، ستر ستر قاری بھیجے
سریہ بیر معونہ میں جو ابتدائے سنہ ہجری میں ہوا۔ ستر حفاظ شہید ہوئے۔ اور کئی لڑائیوں میں کثیر تعداد
حفاظ شہید ہوئے۔ کتب تاریخ میں بتفصیل تمام واقعات و اسماء موجود ہیں۔ علامہ ذہبیؒ نے طبقات القراء
میں لکھا ہے کہ ایک جماعت صحابہ کی ایسی تھی جنہوں نے پورا قرآن حفظ کر لیا تھا اور حضور کو سنا دیا تھا بجملہ
ان کے وہ سات قاری ہیں جن کی سند آج تک دنیا میں مسلم ہے۔ من جملتھم سبعة ائمة اعلام
ودارت علیھم اسانید القرآن وذکروا فی صدر الکتب الاجازات عثمان بن عفان وعلی
ابن ابی طالب وابی بن کعب وعبد اللہ بن مسعود وزید بن ثابت وابو موسی الاشعری وابو الدرداء
طبقات القراء) یعنی قرآن کی سند ان سات ائمہ کی مشہور ہے۔

اور حضور نے فرمایا ہے استقرؤا القرآن من اربعة من عبد اللہ بن مسعود وسالم مولی
ابی حذیفة وابی بن کعب ومعاذ بن جبل (یعنی قرآن ان چار سے پڑھو۔ بخاری)
ابی بن کعب کے متعلق تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے۔ اقرأ الصحابة وسید القراء قرأ القرآن علی
النبی صلی اللہ علیہ وسلم (صحابہ میں سب سے زیادہ قاری اور قاریوں کے سردار تھے۔ رسول کریم سے قرآن پڑھا۔
ابو موسیٰ اشعری کے متعلق ہے حفظ القرآن وعرضہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن حفظ
کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا۔ مفتاح السعادت جلد اول)۔
ابوبکر صدیق کے حافظ ہونے کے متعلق امام ابوالحسن اشعری نے تصریح کی ہے (مفتاح السعادت جلد اول)
اور صحابہ نے بھی قرآن حفظ کر کے سنایا تھا۔ فاما من حفظہ کلہ منہم وعرضہ علی النبی صلی

اللہ علیہ وسلم فجماعۃ من نجباء محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ اجلہ صحابہ کی ایک جماعت نے پورا قرآن حفظ کیا اور حضور کو سنایا۔ طبقات القراء)

صحابہ میں دس ہزار حافظ زیادہ مشہور تھے۔ ان دس ہزار میں (۳۴) کو خصوصیت خاصہ حاصل تھی۔ ابوبکر صدیق۔ عمر فاروق۔ عثمان بن عفان۔ علی ابن ابی طالب۔ عبداللہ بن مسعود۔ طلحہ۔ سعد بن ابی حذیفہ بن الیمان۔ ابوہریرہ۔ عبادہ بن الصامت۔ معاذ بن جبل۔ مجمع بن حارثہ۔ فضالہ بن عبید، ابوموسیٰ اشعری۔ عمرو بن العاص۔ سعد بن عبادہ۔ عبداللہ بن عباس۔ ابوایوب انصاری۔ عبداللہ بن ذوالبجادین۔ عبید بن معاویہ بن زید بن ثابت۔ ابوزید۔ سالم مولی ابی حذیفہ۔ سلمہ بن مخلد بن الصامت سعد بن عبید بن نعمان انصاری۔ زید بن ثابت۔ ابی بن کعب۔ عبداللہ بن السائب۔ سلیمان بن ابی حثمہ تمیم الداری۔ معاذ بن الحارث۔ ابوالدرداء۔ عقبہ بن عامر الجہنی۔ عبداللہ بن عمر بن الخطاب۔ سعد بن المنذر ابن اوس۔ قیس بن صعصعہ۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص۔ ابوحلیمہ معاذ (تہذیب التہذیب طبقات ابن سعد تذکرۃ الحفاظ للذہبی و مفتاح السعادت، اتقان صحیح بخاری)

مردوں کے علاوہ عورتیں بھی حافظ تھیں۔ ان میں چار زیادہ مشہور تھیں۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ، ام المومنین حفصہ، ام المومنین ام سلمہ۔ ام ورقہ بن نوفل (ابوداؤد)

حفظ قرآن اور تلاوت قرآن کی یہ کثرت تھی کہ عمرو بن سلمہ کا گھر ایک چشمہ کے کنارے تھا۔ آپ کا سات برس کا سن تھا، آنے جانے والے مسافر چشمے پر آرام کرتے تھے۔ جس طرح عام عادت ہے کہ تفریحاً عام پر کچھ پڑھنے لگتے ہیں تو آنے جانے والے قرآن پڑھتے تھے۔ یہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن جس طرح بچوں کی عادت ہے کہ آنے جانے والوں سے سنکر کچھ یاد ہو جاتا ہے ان کو بھی قرآن مجید کا کچھ حصہ یاد ہو گیا تھا۔ بخاری)

عبداللہ بن عمرو بن العاص کے متعلق ہے فاضلاً حافظاً عالماً قرأ الکتاب (یعنی فاضل تھے حافظ تھے، عالم تھے، قاری تھے (استیعاب)

قیس بن صعصعہ و سعید بن المنذر بن اوس، عبداللہ بن عمر فاروق و عقبہ بن عامر الجہنی تمیم الداری و عبداللہ بن السائب، ان اصحاب کے متعلق طبقات ابن سعد و استیعاب جلد اول، کنزالعمال جلد اول و تاریخ الخلفاء۔ فتح الباری و اسد الغابہ، تہذیب التہذیب جلد ہفتم میں لکھا ہے کہ یہ سب حفاظ میں سے تھے

سلیمان بن ابی حثمہ یہ حافظ قرآن تھے حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں انہیں عورتوں کو قرآن سنانے پر مامور کیا تھا اور خلیفہ سوم حضرت عثمان نے ان کو تراویح کا امام مقرر کیا تھا (طبقات ابن سعد جلد پنجم صفحہ ۱۰)

اور دیگر اصحاب کے متعلق تفصیل طلب حضرات تذکرۃ الحفاظ و استیعاب و تہذیب التہذیب وغیرہ کتب دیکھیں

سر ولیم میور لکھتے ہیں:- قوت حافظہ اُن کی انتہائی درجہ پر تھی۔ اور اس کو وہ لوگ قرآن کی نسبت کمال سرگرمی سے کام میں لاتے تھے۔ ان کا حافظہ ایسا مضبوط تھا اور ان کی محنت ایسی قوی تھی کہ اکثر اصحاب پیغمبر کی حیات میں بڑی صحت کے ساتھ تمام وحی کو حفظ پڑھ سکتے تھے (لائف آف محمد)

چھٹی صدی عیسوی دنیا کا تاریک ترین زمانہ تھا۔ ایک عرب ہی پر منحصر نہیں دنیا کے ہر حصہ میں پڑھے لکھوں کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ فی ہزار ایک کا بھی اوسط نہ تھا۔ ایسے زمانہ میں بہترین ذریعہ حفاظت کا حفظ تھا۔ تحریر پر اس قدر بھروسہ نہیں ہو سکتا تھا، اول تو لکھنے والے کم، مطابع اور پریس نہ تھے۔ دوسرے قلیل الاستعداد تحریروں میں جعلسازی آسانی سے ہو سکتی تھی۔ اسی وجہ سے قرون ثلاثہ میں ہمارے ائمہ حدیث اُس راوی کو ضعیف سمجھتے تھے جو کتاب دیکھکر روایت کرتے تھے۔

مذاہب عالم کی کتابیں تحریر ہوئیں کیا انجام ہوا۔ اگر قرآن کا مدار بھی تحریر پر ہوتا تو یہی حشر ہوتا۔ قرآن کی حفاظت حفظ ہی سے ہو سکی اور بغیر اس کے ممکن نہ تھی۔ عہد رسول میں ایک دو نہیں ہزار ہا سینوں میں مکمل محفوظ تھا۔ اور لاکھوں سینوں میں متفرق طور پر اور بہت سے ممالک میں قرآن پہونچکر لوگوں کے دل نشین ہوگیا تھا۔ حضور کی حیات میں عرب، افریقہ، ایران، روم، ہند، چین وغیرہ ممالک میں اسلام پہونچ گیا تھا۔

ہندو فاضل منشی جے بہادر لکھتے ہیں:- تیر سان مشہور چینی مورخ نے لکھا ہے کہ ۶۲۸ء میں وہاب ابن ابی کبشہ رسول کا فرمان لیکر شاہ چین کے دربار میں داخل ہوئے شہنشاہ چین نے ان کا بہت اعزاز کیا اور کانٹین میں مسجد تعمیر کرنے کی اجازت دی (تلقین مذہب مطبوعہ ۱۳۲۷ ہجری وکٹوریہ پریس لاہور ۱۴۱)

سر اینک ہندی کی روایت بھی کسی جگہ درج ہے۔ حفظ کے ذریعہ حفاظت کا تذکرہ قرآن میں بھی ہے بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ (عنکبوت) یعنی یہ کتاب کھلی ہوئی آیتوں کا مجموعہ ہے جو اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہے۔

اسلام کے ساتھ ہی ساتھ حضور کے عہد مبارک میں قرآن اکثر ممالک میں شائع ہوگیا تھا۔

تلاوت قرآن

قرآن جس قدر جس نے پڑھا تھا وہ اسکی تلاوت کرتا ہی تھا۔ اب بھی اکثر مسلمان تلاوت کرتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کا صرف ایک حدیث سے سات روز میں ختم ثابت ہے جو ترتیب قرآن کے بیان میں نقل

گئی ہے۔ باقی اصحاب میں بڑے بڑے باکمال تلاوت کرنے والے تھے۔
عثمان غنی و تمیم داری ایک رکعت میں قرآن ختم کرتے تھے (تہذیب التہذیب۔ استیعاب)
عبداللہ بن عمر بن الخطاب و عبداللہ بن عمرو بن العاص ایک رات میں ختم کرتے تھے (فتح الباری)
سعد بن المنذر بن اوس تین دن میں ختم کرتے تھے (فتح الباری۔ اسد الغابہ)
قیس بن صعصعہ کو حضور نے فرمایا تھا کہ ایک ہفتہ میں ختم کیا کرو (استیعاب جلد اول)

قرآن بوقت وفات رسولؐ

حضور نے جب رحلت فرمائی ہے تو آپ کے صحابہ کی تعداد لاکھوں تھی۔ اور دور دراز ممالک میں اسلام پہونچ گیا تھا۔ حجۃ الوداع میں حضور کے ساتھ ایک لاکھ چوبیس ہزار اصحاب تھے۔ یہ تعداد حج کرنے والوں کی اس زمانے کے اعتبار سے تو کروڑوں سے اور اس زمانے کے اعتبار سے پانچ چھ لاکھ سے حاصل ہو سکتی ہے۔
نماز فرض تھی۔ پانچ وقت پڑھی جاتی تھی۔ نماز میں قرآن کا پڑھنا فرض تھا۔ اسلئے تھوڑا بہت قرآن تو ہر مسلمان کو یاد تھا۔ اور اس طرح اقطاع عالم میں چوبیس گھنٹے برابر تلاوت قرآن جاری تھی۔
ہزاروں حافظ تھے۔ مشہور حفاظ کی تعداد دس ہزار بیان کی گئی ہے۔ عورتیں بھی حافظ تھیں غلام بھی حافظ تھے۔ ایسے ایسے تلاوت کرنے والے تھے کہ ایک رکعت میں قرآن ختم کرتے تھے۔ آپنے مکمل قرآن لکھا دیا تھا۔ صد ہا صحیفوں میں لکھا ہوا تھا۔ آپنے جو قرآن لکھایا تھا وہ متفرق اشیاء پر تھا۔
آپنے قرآن قواعد تجوید کے ساتھ پڑھایا تھا اور ترتیب کے ساتھ آپ تلاوت کرتے تھے اور صحابہ پڑھتے تھے۔ اعراب و نقاط کا لکھنے میں رواج نہ تھا پڑھنے میں تھا۔ آپنے تاکید فرمائی اعربوا القرآن (کنز العمال) امام سیوطی نے لکھا ہے ولکن ملکۃ الاعراب الموجودۃ فی نفوسھم قبل اختلاطھم بالعجمیۃ (یعنی اہل عرب کے نفوس میں اعراب کا ملکہ تھا جو ان کو غلطی سے محفوظ رکھتا تھا جب تک کہ وہ عجمیوں سے نہ ملے تھے۔ اتقان)
کلمات و وقوف بھی توقیفی ہیں۔ آپنے صحابہ کو تعلیم فرمائے تھے مگر ان کا کرنی نشان کتابت میں نہ تھا
آپ نے قرآن کو سات منزلوں پر تقسیم فرما دیا تھا۔ بعض سورتوں اور آیات کی تعداد حضور سے منقول ہے۔
لیکن قرآن بین الدفتین جمع نہیں ہوا تھا۔ انما القرآن کان علے ھذا التالیف فی الجمع فی زمن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وانما ترک جمعہ فی مصحف واحد یعنی قرآن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اسی ترتیب پر تھا مگر ایک مصحف میں جمع نہ ہوا تھا۔ (خازن جزو اول)

قرآن عہد خلافت اوّل میں

حضرت زید بن ثابت کی حدیث سے جس کو تمام محدثین نے نقل کیا ہے جمع قرآن کی کیفیت عہد خلافت اولیٰ میں معلوم ہوتی ہے۔

ان زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قال ارسل الی ابوبکر الصدیق مقتل اھل الیمامة فاذا عمر بن الخطاب عندہ قال ابوبکر رضی اللہ عنہ ان عمر اتانی فقال ان القتل استحر یوم الیمامة بقراء القرآن وانی اخشی ان یستحر القتل بالقراء بالمواطن فیذھب کثیر من القرآن وانی اری ان تأمر بجمع القرآن قلت لعمر کیف تفعل شیئا لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال عمر ھذا واللہ خیر فلم یزل عمر یراجعنی حتی شرح اللہ صدری لذلک ورأیت فی ذلک الذی رأی عمر قال زید قال ابوبکر انک رجل شاب عاقل لا نتھمک وقد کنت تکتب الوحی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتتبع القرآن فاجمعہ قال فواللہ لو کلفونی نقل جبل من الجبال ما کان اثقل علی مما امرنی بہ من جمع القرآن قلت کیف تفعلون شیئا لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ھو واللہ خیر فلم یزل ابوبکرؓ یراجعنی حتی شرح صدری للذی شرح لہ صدر ابی بکر وعمر رضی اللہ عنھما فتتبعت القرآن اجمعہ من العسب واللخاف وصدور الرجال حتی وجدت آخر سورة التوبة مع ابی خزیمة الانصاری لم اجدھا مع احد غیرہ لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حتی خاتمة براءة فکانت الصحف عند ابی بکر حتی توفاہ اللہ ثم عند عمرؓ فی حیاتہ ثم عند حفصة بن عمر رضی اللہ عنھما۔ یعنی زید بن ثابت سے روایت ہے کہ جنگ یمامہ کے زمانہ میں ابوبکر نے مجھے بلایا۔ عمر بھی وہاں موجود تھے خلیفہ نے کہا یمامہ کی لڑائی میں بہت قاری شہید ہو گئے ہیں۔ ویسے ہی اگر اور چند لڑائیاں ہوئیں تو مجھے ڈر ہے کہ قرآن کا اکثر حصہ تلف ہو جائے گا۔ عمر نے مجھ سے کہا کہ تو قرآن جمع کرا۔ تو نوجوان سمجھدار معتبر آدمی ہے، کاتب وحی بھی ہے اسلئے مناسب ہے کہ تو تلاش کر کے تمام تحریرات سے قرآن جمع کر دے۔ میں نے کہا کہ یہ ایسا بھاری کام ہے کہ اس کے مقابلہ میں پہاڑ کا ہٹا دینا آسان ہے اور جو کام رسول نے نہیں کیا وہ آپ کیسے کریں گے۔ خلیفہ نے کہا کہ ہاں یہ نیک کام ہے۔ مجھے اور خلیفہ کو آپس میں گفتگو ہوئی میری بھی سمجھ میں آ گیا کہ یہ کام مناسب ہے۔ اس پر میں نے قرآن کو کھجور کے پتوں، پتھر کے ٹکڑوں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کیا۔ سورہ توبہ کی آخری آیات ابو خزیمہ کے پاس سے ملیں۔ میرا لکھا ہوا قرآن حضرت ابوبکر کے

پاس محفوظ رہا۔ پھر حضرت عمرؓ کے پاس۔ ان کے بعد حضرت حفصہ کے پاس محفوظ رہا۔

زید بن ثابت وحی کے کاتبوں میں اوّل درجہ کے کاتب تھے۔ اور عرضۂ اخیرہ میں حضور سے دو بار قرآن سُنا۔ اسلئے تمام کاتبوں میں خلیفہ نے انہیں کو منتخب کیا۔ زید کے اظہار رضامندی کے بعد اس امر پر غور کرنے کیلئے حضرت عمر کے مکان پر ایک جلسہ کیا گیا اسمیں حضرات ذیل شریک تھے۔

ابوبکر صدیق۔ عمر بن الخطاب، عثمان بن عفان۔ علی بن ابی طالب، اُبی بن کعب۔ عبداللہ بن مسعود عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن الزبیر۔ عبداللہ بن عباس۔ ابن السائب، خالد بن الولید۔ طلحہ۔ سعد۔ حذیفہ سعید۔ سالم۔ ابوہریرہ۔ عبادہ بن صامت، ابوزید۔ ابوالدرداء۔ ابوموسیٰ اشعری۔ عمرو بن العاص۔ زید بن ثابت سب نے اسپر اتفاق کیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عرب میں ارتداد پھیلنا شروع ہوا۔ مدعیان نبوت کھڑے ہوگئے۔ اسلام کے خلاف ہر قسم کی سازشیں شروع ہوگئیں یہ ایک پرآشوب وقت تھا۔ اشرار کو ہر قسم کی شرارت کا موقع حاصل تھا۔ حضور موجود نہ تھے کہ جن کے ہر لفظ پر لوگ آمنّا وصدّقنا کہتے تھے۔ اس لئے اس وقت ہر قسم کی احتیاط کی ضرورت تھی۔ قرآن مجید جو حضورؐ نے تحریر کرایا تھا وہ متفرق اشیاء پر تھا صحابہ نے جو بطور خود لکھا تھا اسکی یہ کیفیت تھی کہ کسی کے پاس ایک سورت، کسی کے پاس دس سورتیں، کسی کے پاس کچھ آیتیں۔ کسی کے پاس آیت کے ساتھ تفسیری جملے بھی لکھے ہوئے تھے۔ بعض بعض کے پاس پورا قرآن جس کو انہوں نے اپنی اپنی معلومات کی موافق بترتیب نزول لکھا تھا۔ یہ ترتیبیں مختلف تھیں کیونکہ ہر شخص کی معلومات میں کچھ نہ کچھ فرق تھا۔ حضور نے بترتیب نزول جمع نہیں کرایا تھا۔ نہ سب کی ترتیب نزول آیات صحابہ کو معلوم ہوئی تھی، آپ نے ترتیب توقیفی کے ساتھ یاد کرایا تھا۔ اور اسی ترتیب سے آپ پڑھتے پڑھاتے تھے لیکن چونکہ سلسلۂ کلام جاری تھا ابھی معلوم نہ تھا کہ اسمیں سے کچھ منسوخ ہوگا یا درمیان میں اور سورتیں یا آیتیں نازل ہونگی۔ اسلئے ترتیب توقیفی پر حضور نے لکھنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ یہ عام قاعدہ بھی ہے کہ کتاب کی ترتیب ختم تصنیف پر ہوتی ہے۔ پھر ایسی کتاب کی ترتیب ختم سے پہلے کیونکر مناسب ہوسکتی ہے کہ جو پارہ پارہ نازل ہورہی ہو جس کے اختتام کا حال کسی کو معلوم ہو جسمیں ناسخ و منسوخ کا بھی سلسلہ ہو۔ چونکہ رسول کریم نے اس ترتیب پر تحریر کا کوئی حکم نہیں دیا تھا اسی وجہ سے اوّل حضرت ابوبکر کو تامل ہوا۔ حضرت عمر نے اس خیال سے کہ کلام ختم ہوگیا۔ ابھی صحابہ اور حفاظ موجود ہیں۔ قرآن ترتیب توقیفی پر اگر جمع نہ ہوا تو کل کو بڑا فتنہ برپا ہوگا، کوئی کہے گا کہ یہ ترتیب ہے۔ کوئی کہے گا بس اسی قدر سورتیں ہیں۔ کوئی کہے گا یہ آیتیں اس طرح ہیں اسلئے حضرت عمر نے خلیفہ سے کہا کہ آپ قرآن جمع کرادیجئے۔ چونکہ اس زمانہ میں تحریر سے حفظ پر زیادہ بھروسہ تھا۔

پریس و مطابع نہ تھے۔ لکھنے والے کم تھے۔ حفاظ ہزاروں تھے۔ اس لئے تحریر کے متعلق تو کوئی فتنہ پرداز کوئی شگوفہ چھوڑ سکتا تھا۔ اور اس پر وہ لوگ جو لکھے پڑھے نہ تھے یا جن کے یہاں کوئی تحریر نہ تھی برہم ہو سکتے تھے۔ اس لئے حضرت عمر نے کہا کہ اگر جنگ یمامہ کی طرح اور دو چار معرکے ہو گئے (کیونکہ اس جنگ میں بارہ ہزار مسلمان شہید ہوئے انہیں سات سو حفاظ تھے اور مشہور قراء میں سے سالم بھی شہید ہو گئے (عمدۃ القاری و نہایۃ الایجاز فی سیرۃ ساکن الحجاز) اور حفاظ کا خاتمہ ہو گیا اور کسی نے کوئی شرارت برپا کر دی تو ممکن ہے کہ لوگ قرآن کے بعض حصص سے انکار کر دیں اور کہدیں کہ ہمیں تو اسی قدر یاد ہے۔ ہمارے پاس تو اتنا ہی لکھا ہوا ہے تو قرآن کے بعض حصوں کے تلف ہونے کا اندیشہ ہے۔ اسوجہ سے حضرت عمر نے تحریک کی جو بعد شوریٰ منظور ہوئی۔

اس جمع کیلئے یہ بھی ممکن تھا کہ دو چار دس بیس حفاظ کو بٹھا کر لکھ لیا جاتا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ لکھے ہوئے قرآنوں کو لیکر مرتب کر لیا جاتا۔ لیکن اس شورشر کے زمانہ میں بہر صورت خطرہ تھا۔ لہذا ایسی صورت اختیار کی گئی کہ جسمیں کسی کو شبہ و شکایت کا موقع نہ ملے۔

خلیفہ کے حکم سے حضرت عمر اور زید بن ثابت حرم کے دروازے پر بیٹھ گئے اور منادی کرا دی گئی۔ (قام عمر فقال من کان تلقی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئاً من القرآن فلیأت بہ وکانوا یکتبون ذالک فی الصحف والالواح والعسب قال وکان یقبل من احد شیئاً حتی یشہد شاہدان۔ یعنی یا علان کیا گیا کہ جس کسی کے پاس کوئی حصہ قرآن کا رسول کریم کے سامنے کا لکھا ہوا ہو وہ لائے اور وہ دو گواہوں کی شہادت سے قبول کیا جاتا تھا۔ (ابو داؤد) اور وہ تحریرات طلب کی گئیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھی گئی تھیں (فتح الباری جلد اول ص۱۳۳ و اتقان للسیوطی نوع ۱۸)۔

شیعوں کے یہاں بھی ایک طویل حدیث حضرت علی کی احتجاج طبرسی میں ہے جسکا یہی مطلب ہے (فصاح منادیہم من کان عندہ شیء من القرآن فلیأتنا بہ۔ یعنی منادی ہوئی کہ جس کے پاس قرآن کا کچھ حصہ ہے وہ لائے۔ تفسیر صافی شیعی) اور ہر تحریر کا حفاظ سے مقابلہ کیا جاتا تھا (وکان غرضہم ان لا یکتب الا من عین ما کتب بین یدی النبی لا من مجرد الحفظ یعنی صرف اسکی نقل کیجاتی تھی جو رسول کریم کے سامنے لکھا گیا۔ محض حفظ ہی پر نہ لکھا جاتا تھا (اتقان و فتح الباری)

مختلف لوگ جو لائے وہ مختلف اشیاء پر تھا اونٹ کی ہڈیوں پر، کھجور کے پٹھوں پر، وغیرہ وغیرہ کوئی ایک سورت لایا، کوئی چار سورتیں، کوئی کچھ آیتیں۔ اور اعلان کے مطابق ہر ایک سے گواہ لئے گئے سورۂ احزاب اور سورہ توبہ کی آخری آیات ابو خزیمہ لائے۔ ان کا ساتھی کوئی نہیں ملا۔ زید کہتے ہیں کہ ان آیات کو

اور کوئی نہیں لایا۔ (کنت اسمع من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ بھا یعنی میں نے رسول کریم کو سنا تھا کہ آپ پڑھتے تھے) لیکن چونکہ اسمیں جمع کرنے والوں یا خاص لکھنے والوں کا دخل نہ تھا۔ اس لئے باوجود یاد ہونے کے زید بن ثابت اس کو جب تک نہ لکھ سکے جب تک ایک شخص اور نہ لایا۔ یہ کاروائی خود بتاتی ہے کہ اطمینان عام مقصود ہے۔ ورنہ زید اور عمرؓ دونوں حافظ تھے، دونوں کاتب وحی تھے، لکھ لیتے، مگر جو شرط مقرر کی گئی اس کے خلاف نہیں کیا۔ ورنہ اصحاب رسول میں ہزاروں ایسے تھے جو تنہا اپنی یاد پر جمع کر سکتے تھے۔ حضرت علی نے تین دن میں جمع کر ہی لیا تھا۔ (باب المصاحف دیکھئے) مگر یہاں تو عام اطمینان کے لئے عوام سے مطالبہ تھا۔ اور وہ بعد ثبوت قبول کیا جاتا تھا۔ ابو خزیمہ کے آیات لانے کا بیان بھی بغرض اطمینان عام ہے کیونکہ یہ آیات صرف ابو خزیمہ ہی کے پیش کرنے پر قبول کی گئیں، اُن سے گواہ نہیں لئے گئے، یہ صورت بظاہر اعلان کے خلاف تھی۔ لیکن اسکی وجہ زید نے خود بیان کردی کہ ابو خزیمہ سے گواہ اسلئے نہیں لئے گئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو ذو شہادتین (دو گواہی والا) قرار دیا تھا۔ اس کا اظہار ضروری تھا اور پھر گواہیں خود کو بھی پیش کر دیا۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ آیات کسی اور کے پاس لکھی ہوئی نہ تھیں سب لکھنے والوں کے پاس تھیں۔ لیکن یہاں مطالبہ اُن کا تھا جو حضور کے سامنے لکھی گئیں، ان کو ابو خزیمہ کے سوا اور کسی نے نہ لکھا تھا (انہ کان یتطلب نسخ القرآن من الاصل الذی کتب بامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبین یدیہ فلم یجد تلک الآیات الا مع خزیمۃ۔ خازن جلد اوّل) یعنی جو رسول کریم کے سامنے لکھی گئیں وہ طلب کی گئیں اور یہ آیتیں ابو خزیمہ کے سوا حضور کے سامنے کی لکھی ہوئی اور کسی کے پاس نہ تھیں)

اس حدیث پر سرسری نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام کاروائی اطمینان عام کے لئے تھی اور بیان بھی اطمینان عام کیلئے ہے۔

قرآن کا اس طرح متفرق اشیاء اور مختلف اشخاص کے پاس سے جمع ہو جانا کہ جس میں کسی کو شبہ نہ ہو یہ قرآن کی تحریر اور اسکی حفاظت کی زبردست دلیل ہے۔

یہ قرآن چمڑے پر لکھا گیا۔ قال ابن حجر فی روایۃ عمارۃ بن غزیۃ ان زید بن ثابت قال امرنی ابوبکر فکتبتہ فی قطع الادیم (یعنی زید نے کہا کہ میں نے ابوبکر کے حکم سے چمڑے کے ٹکڑوں پر لکھا (اتقان)

یہ قرآن خط حیری میں لکھا گیا۔ سورتیں علیحدہ علیحدہ لکھی گئیں۔ کئی جلدیں مرتب ہوئیں۔ اس نسخہ کو اُم کہتے تھے۔ یہ نسخہ مرتب ہو کر رکھا رہا۔ کسی کا اسکی نقل کرنا یا اسمیں تلاوت کرنا مذکور نہیں۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ یہ بغرض اطمینان عام مرتب کیا گیا۔ سب نے اپنے اپنے واسطے لکھ لئے تھے۔ ورنہ لوگ اسکی نقل کرنے کو دوڑے پھرتے۔ حضرت عثمان کے زمانہ تک کسی نے اس کو چھوا تک نہیں۔ امام ابن حزم نے لکھا ہے کہ خلیفۂ اوّل کے عہد میں

کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں لوگوں کے پاس بکثرت قرآن نہ ہوں (کتاب الفصل الملل والنحل جلد ثانی)

اس عہد کے ایک مصحف کا ورق جس پر سورۂ جن کی آیات تحریر ہیں، یورپ کے مشہور کتب خانہ بوڈلین لائبریری میں ہے اور بھی مصاحف اس عہد کے ہیں (باب المصاحف دیکھئے)

اس عہد تک نقاط و حرکات و علامات کا رواج نہ تھا۔ اذا مات عمر کانت مائۃ الف مصحف من مصر الی العراق والشام والیمن یعنی جب حضرت عمر کی وفات ہوئی ایک لاکھ قرآن مصر، عراق، شام اور یمن میں تھے۔ (کتاب الفصل) حجاز اور دیگر ممالک مستثنیٰ ہیں۔ اسلئے ہم سوا لاکھ فرض کرتے ہیں حضرت عثمان کے عہد میں اور بھی اضافہ ہوا ہوگا۔ اس لئے کل تعداد دو لاکھ قرار دینی چاہیئے۔ لیکن حضرت عثمان نے جب قرآن جمع کرایا تو نہ اپنا قرآن لیا نہ اور کسی کا وہی مصحف ابوبکر طلب کئے۔ اور وہی مختلف پرزے جو رسول کریم کے سامنے لکھے گئے اور پھر ترتیب انہی سے بمقابلہ حفاظ ہوئی۔ اس کاروائی سے بھی ثابت ہے کہ اطمینان عام مقصود ہے۔ ورنہ لکھے ہوئے تو لاکھوں تھے۔

حضرت ابوبکر کا مرتب کرایا ہوا نسخہ ان کے پاس رہا۔ اُن کے بعد حضرت عمر کے پاس رہا۔ اُن کے بعد حضرت عثمان نے اس کو نہیں لیا۔ حضرت عمر کی بیٹی ام المؤمنین حفصہ کے پاس رہا۔ اُن کی وفات کے بعد مروان حاکم مدینہ نے لیلیا۔ اُس کے پاس سے ایک سفر میں گم ہو گیا۔

جمع قرآن

جمع قرآن سے یہ مطلب ہے کہ جن لوگوں نے بجمیع وجوہ لغات و حروف و قرأت خود رسول کریمؐ سے حاصل کیا اور حفظ کیا اور لکھا (عمدۃ القاری)

حفظ کرنے والے تو بہت تھے، ان کا شمار کیا بتایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اصحاب رسول کریمؐ کی تعداد لاکھوں تھی۔ جن لوگوں نے قرآن جمع کیا۔ انہی کا صحیح شمار معلوم نہیں۔ علامہ بدر الدین عینی نے لکھا ہے۔ ان الذین جمعوا القرآن علی عھد النبی صلے اللہ علیہ وسلم لا یحصیھم عدۃ ولا یضبطھم احد یعنی جن لوگوں نے رسول کریم کے عہد میں قرآن جمع کیا اُن کا کوئی شمار نہیں (عمدۃ القاری)

حدیثوں میں قرآن جمع کرنے والوں میں سب سے زیادہ فائق اصحاب کا ذکر ہے۔ جن کی تعداد دس ثابت ہوتی ہے۔ ان میں سے ایک صاحب کی جمع میں ایک یا دو سورتیں رہ گئیں تھیں کہ حضور کی وفات ہو گئی ہر راوی نے اپنی اپنی معلومات کی موافق جمع کرنے والوں کے نام بتائے ہیں

اخرج ابو عمرو عن محمد بن کعب القرظی قال کان ممن جمع القرآن علی عھد النبی

صلے اللہ علیہ سلم وھو حق عثمان بن عفان وعلیؓ بن ابی طالب وعبد اللہ بن مسعود من المہاجرین وسالم مولی ابی حذیفة (یعنی رسول کریم کی حیات میں عثمان، علی، ابن مسعود نے مہاجرین میں سے اور سالم نے قرآن جمع کیا (ازالة الخفا جلد دوم ص۲۶۷)

عن عامر الشعبی قال جمع القرآن علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ سلم ستة رھط من الانصار معاذ بن جبل وابی بن کعب وزید بن ثابت وابو الدرداء وابو زید وسعد بن عبید قال قد کان بقی علی مجمع بن جاریة سورة او سورتان حین قبض النبی صلے اللہ علیہ سلم یعنی رسول کریم کی حیات میں انصار میں سے چھ آدمیوں نے قرآن جمع کیا تھا معاذ بن جبل۔ ابی بن کعب، زید بن ثابت ابوالدرداء۔ ابوزید۔ سعد بن عبید۔ اور مجمع کے قرآن میں ایک یا دو سورتیں کم تھیں کہ حضور کی وفات ہو گئی

عن محمد بن سیرین قال جمع القرآن علی عھد رسول اللہ صلے اللہ علیہ سلم ابی بن کعب وزید بن ثابت وعثمان بن عفان وتمیم الداری۔ یعنی حضور کی حیات میں ابی، زید، عثمان اور تمیم نے قرآن جمع کیا۔

قال محمد بن کعب القرظی جمع القرآن فی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم خمسة من الانصار معاذ بن جبل وعبادة بن الصامت وابی بن کعب وابو ایوب الانصاری وابو الدرداء یعنی رسول کریم کی حیات میں پانچ انصاریوں نے قرآن جمع کیا۔ معاذ۔ عبادہ۔ ابی۔ ابوایوب، ابوالدرداء۔

یہ روایتیں طبقات ابن سعد جلد دوم میں ہیں۔

عن انس قال مات النبی صلی اللہ علیہ سلم ولم یجمع القرآن غیر اربعة ابو الدرداء ومعاذ ابن جبل وزید بن ثابت وابو زید ونحن ورثناہ یعنی انس کہتے ہیں کہ رسول کریم کی حیات میں چار آدمیوں نے قرآن جمع کیا۔ ابوالدرداء معاذ بن جبل۔ زید بن ثابت۔ ابوزید۔ اور ابوزید کے قرآن کا وارث میں ہوا (بخاری باب فضائل القرآن)

اس حدیث میں صرف قبیلہ انصار کا ذکر ہے جس کا ثبوت حدیث مرقومہ بالا کے فقرے خمسة من الانصار سے ہوتا ہے۔

وفی الریاض من حدیث ابو ثور الفہمی عن عثمان قال لقد جمعت القرآن علی عھد النبی صلے اللہ علیہ سلم یعنی حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ حضور کی حیات میں میں نے قرآن جمع کیا۔

عقبہ بن عامر کے متعلق ہے وھو احد من جمع القرآن (وہ بھی قرآن جمع کرنے والوں میں سے تھا۔ تہذیب التہذیب)

ابو موسیٰ اشعری۔ قیس بن ابی صعصعہ، قیس بن سکن، عبداللہ بن عمرو بن العاص، عبداللہ بن حارثؓ ثابت بن بشیر بن ابی، ان اصحاب کا بھی جمع کرنا مذکور ہے۔ (عمدۃ القاری۔ تاریخ خطیب بغدادی)

صحابیات میں ام ورقہ بن نوفل نے بھی قرآن جمع کیا تھا (عمدۃ القاری)

جمع کا لفظ اسی وجہ سے اختیار کیا گیا کہ ان اصحاب نے بجمیع وجوہ قرآن حاصل کیا اور خود حضورؐ سے حفظ کیا اور لکھا۔ خالی حفظ کا جہاں ذکر ہے وہاں حفظ ہی کا لفظ آیا ہے۔ جہاں پڑھنے کا مذکور ہے وہاں قرأ آیا ہے۔

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حفظ عشر آیات من اول سورۃ الکہف عصم من الدجال (جس نے سورۂ کہف کے شروع کی دس آیتیں حفظ کریں وہ دجال سے محفوظ رہے گا (مسلم)

عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قرأ سورۃ الواقعۃ فی کل لیلۃ لم تصبہ فاقۃ ابدا (جس نے سورۂ واقعہ رات کو پڑھی اس کو فاقہ نہ ہوگا (مشکوۃ)

استیعاب میں عبداللہ بن عمرو بن العاص کے متعلق ہے کان فاضلاً حافظاً عالماً قرأ الکتاب

ابو الدرداء کے متعلق ہے احد الذین جمعوا القرآن حفظاً علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مفتاح السعادت جلد اول ص ۳۵۴)

زید بن ثابت کے متعلق ہے من الراسخین فی العلم کتب الوحی وحفظ القرآن (ذہبی جلد اول ص ۳۲)

ابو موسیٰ اشعری کے متعلق ہے۔ حفظ القرآن وعرضہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم (مفتاح جلد اول ص ۳۵۵)

احفظوا عنا کما حفظنا نحن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ابو سعید خدری نے کہا ہم سے قرآن اسی طرح حفظ کرو جس طرح ہم نے رسول کریم سے حفظ کیا تھا (دارمی)

غرض حفظ اور چیز ہے۔ جمع اور چیز ہے۔ جمع میں حفظ بھی شامل ہے کتابت بھی شامل ہے۔

ہمارے سلف صالحین ائمہ و محدثین و مفسرین کا ہمیشہ سے یہ عقیدہ ہے کہ رسول کریم نے صحابہ کو تمام قرآن پڑھا دیا تھا۔ حفظ کرا دیا تھا۔ لکھا دیا تھا۔ چونکہ وحی کا سلسلہ جاری تھا اسلئے تحریر میں ترتیب نہیں آئی تھی اور نہ بین الدفتین جمع کرایا تھا۔ ہر تصنیف کا یہ قاعدہ ہے کہ بعد ختم تصنیف ترتیب ہوتی ہے اور ایسی کتاب جس کا تعلق ...... کسی انسان سے نہ ہوا ور وہ ٹکڑے ٹکڑے منجانب اللہ ایک شخص پر نازل ہو رہی ہو اور کلام لانے والا اس کو ہر فقرہ اور ہر جزو کا موقع بتاتا ہو کہ یہ فقرہ فلاں موقع پر لکھا جائے اور یہ سورۃ فلاں سورۃ کے بعد لکھی جائے۔ اور اسمیں ناسخ اور منسوخ کا سلسلہ بھی ہو۔ ایسا کلام جب تک ختم نہ ہوجائے

ترتیب کسطرح ممکن ہے اور سلسلۂ نزول کلام حضور کی وفات سے نو دن قبل تک جاری رہا۔ حضور کی وفات پر معلوم ہوا کہ اب سلسلۂ کلام ختم ہو گیا۔ اس لئے کلام کی ترتیب اور اس کا بین الدفتین جمع ہونا حضور کی حیات میں نہ ہو سکا۔

قال الخطابی انما لم یجمع القرآن صلی اللہ علیہ وسلم فی المصحف لما کان یترقبہ من ورود ناسخ لبعض احکامہ او تلاوتہ۔ رسول کریم نے قرآن مصحف واحد میں اسلئے جمع نہیں کرایا تھا کہ یہ خیال تھا کہ شاید کوئی حکم یا آیت منسوخ ہو (اتقان ص۶۰)

ان القرآن کان علی ھذا التالیف والجمع فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانما ترک جمعہ فی مصحف واحد یعنی قرآن اسی ترتیب سے تھا رسول کریم کے زمانہ میں مگر ایک مصحف میں جمع نہیں ہوا تھا۔ خازن جزء اول

وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلقن اصحابہ ویعلمھم ما نزل علیہ من القرآن علی الترتیب الذی ھو الآن فی مصاحفنا بتوقیف جبریل علیہ السلام۔ یعنی رسول کریم نے قرآن کی یہی ترتیب صحابہ کو بتائی تھی جس ترتیب پر اس وقت موجود ہے۔ اور یہ جبریل کی تعلیم سے تھا۔ (حوالہ مذکور)

قولہ لم یفعلہ رسول اللہ قال الخطابی وغیرہ یحتمل ان یکون صلی اللہ علیہ وسلم انما لم یجمع القرآن فی الصحف لما کان یترقب من ورود ناسخ لبعض احکامہ او تلاوتہ فلما انقضی نزولہ بوفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم الہم اللہ الخلفاء الراشدین ذالک وفاء لوعدہ الصادق لضمان حفظہ علی ھذہ الامۃ المحمدیۃ فکان ابتداء ذالک علی ید الصدیق رضی اللہ تعالی عنہ بمشورۃ عمر رضی اللہ عنہ (عمدۃ القاری باب جمع القرآن) یعنی رسول کریم نے ایک مصحف میں قرآن جمع نہیں کرایا کیونکہ وہ نازل ہو رہا تھا اور ناسخ و منسوخ کا بھی معاملہ تھا۔ آپ کی وفات سے اس کا نزول ختم ہوا اور خدا نے جو اس کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا وہ ابوبکر کے ہاتھ پر پورا ہوا۔

حضرت علی سے روایت ہے رحمۃ اللہ علی ابی بکر اول من جمع کتاب اللہ عزوجل ابوبکر پر رحمت ہو کہ انہوں نے پہلی پہل کتاب اللہ کو جمع کرایا۔ (حوالہ مذکور)

جس طرح حضور نے تعلیم فرمایا تھا اسی ترتیب سے حضرت ابوبکر نے جمع کرایا اور تمام صحابہ نے بھی اپنے لئے اسی طرح لکھے۔

ترتیب قرآن

قرآن مجید کی آیتوں اور سورتوں کی ترتیب حضور علیہ السلام کی فرمائی ہوئی ہے۔ حضور کو جبریل علیہ السلام

آیات وسور کے مواقع سے آگاہ فرماتے تھے۔ اسی طرح حضور صحابہ کو تعلیم کرتے تھے۔

امام ابوبکر انباری فرماتے ہیں۔ انزل اللہ تعالیٰ القرآن کلہ الی سماء الدنیا ثم فرقہ فی بضع وعشرین سنۃ فکانت السورۃ تنزل لامر یحدث والآیۃ جوابا لمستخبر ویوقف جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی موضع الآیۃ والسورۃ فاتساق السور کاتساق الآیات والحروف کلہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فمن قدم سورۃ او اخرھا فقد افسد نظم القرآن یعنی جبریل رسول کریم کو آیات و سُوَر کے مواقع بتادیتے تھے۔ سورتوں کا باہمی اتصال ایسا ہی ہے جیسے آیات اور حروف کا یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ (اتقان)

ترتیب السور ھکذا عند اللہ فی اللوح المحفوظ۔ سورتوں کی ترتیب وہی ہے جو لوح محفوظ پر خدا کے نزدیک ہے۔ (برہان کرمانی)

غرض اس پر اجماع ہے کہ سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے اور جبریل حضور کو بتاتے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو تعلیم فرماتے تھے۔

وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلقن اصحابہ ویعلمھم ما ینزل علیہ من القرآن علی الترتیب الذی ھو الآن فی مصاحفنا بتوقیف جبریل علیہ السلام یعنی رسول کریم نے قرآن صحابہ کو اسی طرح سے اسی ترتیب سے تعلیم کیا تھا جو ترتیب حضرت جبریل نے بتائی تھی۔ خازن جزو اول

ترتیب کی دو قسمیں ہیں ایک ترتیب نزولی۔ دوسری ترتیب رسولی۔

ترتیب نزولی۔ یعنی جس ترتیب سے قرآن نازل ہوا۔ اس ترتیب پر بعض صحابہ نے قرآن لکھا تھا جب کوئی سورت نازل ہوتی وہ لکھ لیتے۔ لیکن چونکہ شان نزول میں صحابہ میں اختلاف ہے اسلئے سب کی یہ ترتیب ایک ہی نہ تھی مختلف تھیں۔ انہوں نے اسلئے جمع نہیں کیا تھا کہ قرآن اسی ترتیب پر رہے گا بلکہ وقت کے وقت لکھتے تھے۔ قرآن کی آیات و سورتیں باہم ربط و مناسبت ہے۔ دوسری ترتیب ربط کی ملحوظ ہے جو ایسے نادانست اور کم علم تھے کہ کلام کو ربط کے خلاف مرتب کرتے۔ چونکہ سلسلۂ وحی جاری تھا کسی کو معلوم نہ تھا کہ اور کیا ہونے والا ہے۔ اس لئے کسی نے اس ترتیب سے قرآن مرتب نہیں کیا۔ جب سلسلہ وحی منقطع ہوگیا تو اس ترتیب پر سب نے بالاتفاق مرتب کیا۔ اس ترتیب پر سب کیونکر متفق ہوتے، یہ حضور کی فرمودہ تھی اور حضور اور تمام صحابہ اسی ترتیب سے پڑھتے تھے۔

علامہ ابن حصار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ سورتوں اور آیتوں کی ترتیب کا بھی آنحضرت کو وحی ہوتی تھی حضور اسی کے موافق آیتوں اور سورتوں کا موقع بیان فرمادیتے تھے۔ اسی وجہ سے تمام صحابہ کا اس ترتیب پر

اجماع ہے (اتقان) چونکہ آیتوں اور سورتوں میں باہم ربط ہے اور شان نزول پر سب کا اتفاق نہیں اسی وجہ سے حضرت عکرمہؓ نے امام ابن سیرین نے کہا کہ انسانوں اور جنوں کی مجموعی طاقت سے باہر ہے کہ قرآن کو شان نزول کے موافق مرتب کر سکیں (اتقان جز اول ص۵۹)

محققین یورپ نے کوشش کی کہ قرآن کی سورتوں کو ایک قسم کی تاریخی ترتیب دیں لیکن یہ سب ناکام ہوئے اور انہوں نے اپنی ناکامی کا اعتراف کیا۔

ڈاکٹر تھیوڈر نولڈکی نے ۱۸۶۰ء میں تاریخ قرآن شائع کی۔ یہ یورپ میں ایسی مقبول ہوئی کہ گورنمنٹ نے اس کو انعام دیا اس نے لکھا ہے کہ ترتیب نزول کا معلوم کرنا ناممکن ہے۔

میور نے تفصیلی طور پر ترتیب معلوم کرنے کی کوشش کی لیکن اسے کامیابی نصیب نہیں ہوئی وہ کہتا ہے کہ یہ بھی ناممکن ہے کہ محمد کے کسی ہمعصر نے ایسی فہرست تیار کی ہو (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا)

ڈاکٹر ایچ گرم نے بھی اس کی کوشش کی لیکن وہ بھی ناکامیاب ہوا۔

ڈاکٹر ہارٹ وگ ہرش فلڈ نے بھی یہ کام شروع کیا تھا لیکن وہ لکھتا ہے کہ اب تک میں نے تین سورتوں کو تاریخی جگہ دینے کی جو کوشش کی ہے وہ ایک حد تک بڑی ابتداء ہے جس کے ذریعہ سے میں نے قرآن کی سورتوں کی تنزیلی ترتیب کی چھان بین شروع کی ہے۔ میں پہلے ہی سے یہ اقرار کیوں نہ کر لوں کہ اس سلسلہ میں قابل اطمینان نتائج حاصل کرنے کی بہت ہی کم امید ہے (نئی تحقیقاتیں متعلق قرآن)

قرآن مجید کی آیتوں اور سورتوں میں باہم ربط ہے جس کلام میں ربط نہ ہو وہ فصیح و بلیغ نہیں ہو سکتا موجودہ ترتیب سے سورتوں کا ربط قائم ہے۔ ترتیب نزولی سے ربط قائم نہیں رہتا۔

سورتوں کی بے ربطی ترتیب نزولی سے

علق۔ اس سورت میں انسان پر افضال و اکرام اور اس کی ترقیات کا ذکر ہے

مدثر میں انذار کفار مقصود ہے۔

مزمل تسلیہ رسول ہے۔

ن منکرین نبوت کی طرف روئے سخن ہے اور کفار کے لئے عقوبت دنیوی و اخروی کا ذکر ہے

فاتحہ۔ درخواست ہدایت

لہب۔ مشرکین کے خسارہ میں ہونے کا ذکر ہے

موجودہ ترتیب میں ربط

فاتحہ۔ درخواست ہدایت۔

بقرہ - درخواست ہدایت کی منظوری، ہدایت نامہ کا عطا ہونا۔
آل عمران - ہدایات کا مذکور، مبداء و معاد و آخرت جس پر اہل ہدایت کو یقین لانا ضروری ہے) کا بیان۔ نیکی و بدی کی جزا سزا کا ذکر جہاد فی سبیل اللہ کا مذکور
نساء - سابقہ سورتوں میں عقاید و عبادات کا دستور العمل تھا۔ اسمیں معاملات کا دستور العمل ہے
مائدہ - سورہ نساء کا خاتمہ اس وعدے پر ہے کہ ہم تم سے شرائع کو بیان کرتے ہیں۔ اس سورہ کو اس بیان سے شروع کیا گیا ہے۔
انعام - سورہ مائدہ کا خاتمہ ابطال شرک اور بیان توحید پر ہوا۔ اسمیں اثبات توحید و رسالت اور دیگر شرائع کا بیان ہے۔
آیات و سور کا ربط، ربط کے بیان میں ملاحظہ فرمائیے۔

آیات کی بے ربطی ترتیب نزولی سے

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ، خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ، اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا انسان کو لہو کی بوند سے اور تیرا رب کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے سکھایا آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا)
يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ، قُمْ فَأَنْذِرْ، وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ، وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ، وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ (اے لحاف میں لپٹے ہوئے کھڑا ہو اور ڈر سنا اور اپنے رب کی بڑائی بول اور اپنے کپڑے پاک رکھ اور گندگی سے دور رہ)
يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا (اے کپڑے میں لپٹنے والے کھڑا رہ رات کو، مگر کسی رات آدھی رات یا اس سے کم کر دے تھوڑا سا یا زیادہ کر اس پر اور کھول کھول کر پڑھ قرآن کو)
موجودہ ترتیب میں آیات کا ربط، ربط کے بیان میں ملاحظہ فرمائیے۔

ترتیب رسولی

ترتیب رسولی وہ ہے جس کو رسول کریم نے جبریل کی تعلیم سے قائم کیا اور صحابہ کو تعلیم کی اور وہ ترتیب یہی قرآن کی موجودہ ترتیب ہے۔

ترتیب آیات

عن جبیر بن نفیر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ ختم سورۃ البقرۃ بآیتین اعطیتہما من الکنز الذی تحت العرش یعنی رسول کریم نے فرمایا کہ اللہ پاک نے سورۃ بقرہ کو ایسی دو آیتوں

ختم کیا ہے جو بکھر خزانۂ عرش سے ملی ہیں (دارمی)

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ جب آیت وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْہِ اِلَی اللّٰہِ نازل ہوئی (فقال جبرئیل للنبی ضعہا علی رأس مائتین وثمانین من سورۃ البقرۃ) تو جبرئیل نے رسول کریم سے کہا کہ اس کو سورہ بقرہ کی (۲۸۰) آیتوں کے بعد لکھو (خازن جلد اول)

حضرت عثمان بن ابی العاص سے روایت ہے کہ رسول کریم نے فرمایا کہ مجھے جبرئیل نے کہا کہ آیت اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ بِالْعَدْلِ کو فلاں سورت سے فلاں آیت کے بعد رکھو (اتقان نوع ۱۸)

فقال عثمان کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل علیہ السور ذوات العدد فکان اذا نزل علیہ الشیء دعی بعض من یکتب فیقول ضعوا ھذہ الآیات فی السورۃ التی یذکر فیہا کذا وکذا
رسول کریم پر جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ کاتب کو بلا کر فرماتے کہ اس کو فلاں سورت میں لکھو (ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ مسند احمد بن حنبل۔ مستدرک حاکم۔ صحیح ابن حبان)

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حفظ عشر آیات من اول سورۃ الکہف عصم من الدجال۔ رسول کریم نے فرمایا کہ جس نے سورہ کہف کی اول کی دس آیتیں حفظ کر لیں وہ دجال سے محفوظ رہے گا (مسلم)

عن معقل بن یسار عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من قال حین یصبح ثلٰث مرات اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم فقرأ ثلاث آیات من آخر سورۃ الحشر
رسول کریم نے فرمایا جو صبح کو تین مرتبہ اعوذ پڑھ کر سورہ حشر کی آخری دس آیتیں پڑھے

عن ابی مسعود البدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الآیتان من آخر سورۃ البقرۃ من قرأ بہما فی لیلۃ کفتاہ۔ رسول کریم نے فرمایا جو آخر سورہ بقرہ کی دو آیتیں رات کو پڑھے وہ اس کو کافی ہوں گی (بخاری)

ان تمام روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آیات کی ترتیب حضور نے قرار دی تھی۔ قرآن کی اندرونی شہادت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ موجودہ ترتیب توقیفی ہے یعنی جس آیت میں کسی دوسری آیت کا حوالہ ہے وہ آیت اس سے پہلے واقع ہوئی ہے جیسے آیت مَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ فِی الْکِتٰبِ فِیْ یَتٰمَی النِّسَآءِ میں آیت وَاٰتُوا الْیَتٰمٰی اَمْوَالَہُمْ کا حوالہ ہے۔ چنانچہ یہ آیت اُس سورۃ میں اس سے پہلے واقع ہے۔ اسی طرح سورۂ حج میں اُحِلَّتْ لَکُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ اس آیت میں جن حرام جانوروں والی آیات کا حوالہ ہے وہ سب اس سورۃ سے پہلی سورتوں میں ہیں یعنی بقرہ۔ مائدہ۔ انعام۔ نحل۔ اس سورۃ یعنی سورۂ حج کے بعد

کسی سورت میں تا آخر قرآن نہیں۔ اسی ترتیب آیات کے متعلق حضرت زید بن ثابت نے فرمایا ہے قال
کنا عند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نؤلف القرآن فی الرقاع (ہم رسول کریم کے سامنے پرزوں پہ
قرآن تالیف کر رہے تھے (اتقان نوع ۱۸) تالیف کہتے ہیں ترتیب و مناسبت سے جمع کرنے کو۔

ترتیب سور

رسول کریم نے فرمایا ہے کہ سورہ بنی اسرائیل۔ کہف۔ مریم۔ طٰہٰ۔ انبیاء یہ میرا خزانہ ہیں (بخاری)
چنانچہ یہ سورتیں اسی ترتیب سے ہیں۔ رسول کریم بستر پر تشریف لاتے تو اخلاص اور معوذتین پڑھتے۔
(کنز العمال) بعینہٖ یہی ترتیب ہے۔

عن عائشۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال اعطیت مکان التوراۃ السبع الطوال
واعطیت مکان الزبور المئین واعطیت مکان الانجیل السبع المثانی وفضلت بالمفصل

رسول کریم نے فرمایا کہ مجھے قرآن میں توریت کے بدلے سات بڑی بڑی سورتیں دی گئیں اور زبور کے عوض
مئین اور انجیل کی جگہ سبع مثانی اور مفصل اُن سے زیادہ۔ (منار الہدیٰ)۔ یہی روایت واثلہ بن الاسقع صحابی
سے مسند احمد بن حنبل میں ہے۔ قرآن کی بھی یہی ترتیب ہے۔

اوس ثقفی کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم کے عہد میں صحابہ سے دریافت کیا کہ آپ لوگ قرآن کس طرح
پڑھتے ہیں انہوں نے کہا کہ پہلے دن تین سورتیں، دوسرے دن پانچ، تیسرے دن سات، چوتھے دن نو
پانچویں دن گیارہ۔ چھٹے دن تیرہ، ساتویں دن قاف سے آخر تک (اتقان)
یہی قرآن کی موجودہ ترتیب ہے۔

اول دن کی تین سورتیں۔ بقر مع فاتحہ۔ آل عمران۔ نساء
دوسرے دن کی پانچ۔ مائدہ۔ انعام۔ اعراف۔ انفال۔ براءۃ
تیسرے دن کی سات۔ یونس۔ ہود۔ یوسف۔ رعد۔ ابراہیم۔ حجر۔ نحل۔
چوتھے دن کی نو۔ بنی اسرائیل۔ کہف۔ مریم۔ طٰہٰ۔ انبیاء۔ حج۔ مومنون۔ نور۔ فرقان
پانچویں دن کی گیارہ۔ شعراء۔ نمل۔ قصص۔ عنکبوت۔ روم۔ لقمان۔ روم۔ لقمان
سجدہ۔ احزاب۔ سبا۔ فاطر۔ یٰسین۔
چھٹے دن کی تیرہ۔ صافات۔ ص۔ زمر۔ مومن۔ حم سجدہ۔ شوریٰ۔ زخرف۔ دخان
جاثیہ۔ احقاف۔ محمد۔ فتح۔ حجرات

ساتویں دن۔ قاف سے آخر تک۔

عن عمرو بن العاص قال اقرأنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمس عشرۃ سجدۃ فی القرآن منہا ثلاث فی المفصل وفی سورۃ الحج سجدتین۔ یعنی عمرو بن العاص نے کہا کہ مجھکو رسول کریم نے قرآن میں پندرہ سجدے پڑھائے انمیں سے تین مفصل میں اور دو سورۂ حج میں ہیں۔ (ابوداؤد۔ مشکوۃ۔ ابن ماجہ)

اس حدیث سے ترتیب آیات وسور ثابت ہوتی ہے۔ قرآن میں پندرہ سجدے ہیں۔ تین مفصل میں ہیں۔ دو سورۂ حج میں ہیں۔

ابوجعفر رازی نے لکھا ہے کہ وہ احادیث جن سے ترتیب سور کا پتہ چلتا ہے اسقدر ہیں کہ ان سے تمام قرآن کی سورتوں کی ترتیب ثابت ہوتی ہے۔ قرآن کی اندرونی شہادت سے بھی موجودہ ترتیب کا ترتیب رسولی ہونا ثابت ہوتا ہے فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ (ایسی ایک ہی سورت بنا لاؤ)

یہ آیت سورہ بقرہ میں ہے جو دوسری سورہ ہے۔ اس سے پہلے ایک ہی سورت ہے یعنی فاتحہ۔ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ (تم ایسی دس ہی سورتیں گھڑلاؤ) یہ آیت سورۂ ہود میں ہے جو گیارہویں سورت ہے اس سے پہلے دس ہی سورتیں ہیں۔

عن ابن وھب قال سمعت مالك يقول انما الف القرآن على ما كانوا يسمعون من النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابن وہب کہتے ہیں کہ میں نے مالک سے سُنا وہ کہتے تھے کہ قرآن جس ترتیب پر نبی کریم کو سُنا یا گیا اسی ترتیب پر ہے (اتقان)

زید بن ثابت کان اخر عرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القرآن علی مصحفہ وھو اقرب المصاحف من مصحفنا وقد کتب زید لعمر بن الخطاب۔ یعنی زید نے آخر میں قرآن رسول کریم کو سُنایا جس طرح اس کے مصحف میں تھا۔ اور وہ قریب قریب ایسا ہی تھا جیسا ہمارا مصحف (معارف ابن قتیبہ)

"قریب قریب ایسا ہی تھا" اس سے یہ مطلب ہے کہ ہمارا قرآن لغت قریش پر ہے۔ زید بن ثابت قریشی نہ تھے، ان کا قرآن اُن کے لغت پر تھا۔

قال ابو جعفر النحاس المختار ان تالیف السور علی ھذا الترتیب من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی یہ ترتیب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی ہے (اتقان)

قال البغوی فی شرح السنۃ الصحابۃ جمعوا بین الدفتین القرآن الذی انزلہ اللہ علی رسولہ فکتبوہ کما سمعوہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من غیر ان قدموا شیئا او اخروا او وضعوا شیئا لم یاخذوہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلقن اصحابہ

ویعلمھم ما انزل علیہ من القران علی الترتیب الذی ھو الآن فی مصاحفنا۔ امام بغوی نے کہا، کہ اللہ نے جو قرآن حضور پر نازل فرمایا تھا صحابہ نے اس کو بین الدفتین جمع کیا۔ اور جیسے رسول کریم نے تعلیم کیا ویسے ہی لکھا۔ اسی ترتیب پر رکھا۔ نہ کچھ کم کیا۔ نہ کچھ زیادہ کیا۔ نہ کچھ مقدم مؤخر کیا۔ وہی ترتیب آج تک ہے (اتقان)

امام ابی عبداللہ محمد بن احمد القرطبی نے فرمایا ہے وکان یوقف جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی موضع السورۃ والآیات فاتساق السور والآیات کاتساق الآیات فی الحروف فکلہ عن محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنی جبریل رسول کریم کو آیات اور سورہ کا موقع بتاتے تھے اور آیتوں اور سورتوں کی ترتیب ایسی ہی ہے جیسے آیتوں اور حرفوں کی۔ اور سب رسول کریم کی طرف سے ہے (اتقان تکار فی فضل القرآن)

عن ابن عباس قال ابی بن کعب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قرأ قل اعوذ برب الناس افتتح من الحمد ثم قرأ من البقرۃ الی اولئک ھم المفلحون ثم دعا بدعاء الختمۃ۔ ابی ابن کعب نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سورۂ ناس پڑھتے یعنی قرآن ختم کرتے تو پھر الحمد سے شروع کرتے، اور سورۂ بقر کا پہلا رکوع پڑھکر دعا خاتمہ فرماتے (داری) اس حدیث سے ثابت ہے کہ قرآن الحمد سے شروع ہے الحمد کے بعد بقر ہے اور قرآن سورۂ ناس پر ختم ہے

اسی کتاب میں ایک اور حدیث ہے۔ عن زرارۃ بن ابی اوفی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سئل ای العمل افضل قال الحال والمرتحل قال وما الحال والمرتحل قال صاحب القران یقرأ من اول القران الی اخرہ ومن اخرہ الی اولہ کلما حل ارتحل حضور سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے فرمایا الحال اور مرتحل دریافت کیا گیا حال اور مرتحل کیا ہے فرمایا کہ قرآن پڑھنے والا کہ اول سے آخر تک پڑھے اور پھر آخر سے اول کی طرف عود کرے (مشکوٰۃ)

تلاوت قرآن کا قاعدہ یہ ہے کہ جب قرآن ختم کرتے ہیں تو آخر میں سورۂ ناس ہے اس کو پڑھکر پھر الحمد شروع کرکے سورۂ بقر کے پہلے رکوع کو مفلحون تک پڑھتے ہیں پھر دعاء خاتمہ پڑھتے ہیں۔ ان حدیثوں میں اسی کا بیان ہے

ایک اور حدیث ہے جس کو جلیل القدر محدثین ترمذی، ابوداؤد، نسائی۔ احمد بن حنبل اور حاکم نے روایت کیا ہے اس سے ترتیب کے متعلق ایک شبہ واقع ہوتا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر اسکو بیان کرکے شبہ صاف کر دیا جائے۔

عن ابن عباس قال قلت لعثمان ما حملکم علی ان عمدتم الی الانفال وھی من المثانی والی براءۃ

وهي من المثانى فقرنتم بينهما ولم تكتبوا بينهما سطر بسم الله الرحمن الرحيم ووضعتموها في السبع الطوال فقال عثمان كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ينزل عليه السور ذوات العدد فكان اذا نزل عليه الشيء دعى بعض من كان يكتب فيقول ضعوا هؤلاء الآيات في السورة التي يذكر فيها كذا وكذا وكانت الانفال من اوائل ما نزل بالمدينة وكانت براءة من آخر القرآن نزولاً وكانت قصتها شبيهة بقصتها فظننت انها منها فقبض رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يبين لنا انها منها فلاجل ذلك قرنت بينهما ولم اكتب بينهما سطر بسم الله الرحمن الرحيم ووضعتها في السبع الطوال۔ یعنی ابن عباس نے عثمان سے دریافت کیا کہ تم نے سورۂ انفال کو جو مثانی میں سے ہے اور سورۂ برات کو جو مئین میں سے ہے کیوں ملا دیا اور دونوں کے درمیان بسم اللہ کیوں نہ لکھی اور قرآن کی بڑی سورتوں میں رکھا۔ حضرت عثمان نے جواب دیا کہ آنحضرت پر متعدد سورتیں نازل ہو رہی تھیں جب کچھ نازل ہوتا تو آپ کاتب کو بلا کر فرماتے کہ ان آیتوں کو فلاں سورت میں لکھو۔ انفال اُن سورتوں میں سے ہے جو مدینہ میں اوّل نازل ہوئیں اور براءۃ آخر زمانہ میں چونکہ ان دونوں کا مضمون ملتا ہوا ہے اسلئے میں سمجھا کہ دونوں ایک ہیں۔ مگر آنحضرت نے نہیں فرمایا کہ براءۃ انفال کا حصہ ہے۔ میں نے دونوں کو ملا دیا اور درمیان میں بسم اللہ نہیں لکھی اور قرآن کی سات بڑی سورتوں میں اسکو بھی لکھ دیا۔ رسول کریم نے وفات کے وقت تک اس کے متعلق کچھ نہیں فرمایا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان نے رسول کریم کے عہد میں بڑی سورتیں لکھی تھیں اور سوال سے ظاہر ہے کہ سوال زمانۂ ترتیب قرآن سے متعلق ہے۔ عہد خلافت عثمان سے متعلق نہیں۔ پڑھنے میں ترتیب حضور نے ارشاد فرمائی تھی تحریری ترتیب ابوبکر کے زمانہ میں ہوئی۔ اور اسی طرح ہوئی جس طرح کہ رسول کریم نے فرمائی تھی اسلئے تعلیم میں ترتیب حضور کے عہد میں رائج تھی۔ ابوبکر کے زمانہ میں جو قرآن جمع کیا گیا اس کے کاتبوں اور جمع کرنے والوں میں حضرت عثمان نہ تھے بلکہ حضرت عمر اور زید بن ثابت تھے۔

حضرت عثمان نے اپنے زمانہ میں جب قرآن جمع کرایا تو جمع کرنے والوں اور کاتبوں میں یہ خود شامل تھے زید اور عبداللہ بن زبیر وغیرہ تھے۔ اسلئے یہ سوال نہ خلافت ابوبکر کے زمانہ سے متعلق ہے۔ نہ خلافت عثمان کے زمانہ سے اور ترتیب کا سوال ہے۔ ترتیب حضور نے فرمائی تھی اسلئے یہ سوال اسی عہد سے متعلق ہے۔

ان تمام معاملہ پر غور کرنے کے بعد اس حدیث پر نظر کرنی چاہئے۔ اخرج النحاس في ناسخه انه قال كانت الانفال وبراءة يدعيان في زمن رسول الله صلى الله عليه وسلم القرينتين فلذلك جعلتهما في السبع الطوال یعنی عہد رسالت میں انفال و براءۃ کو قرینتین کہتے تھے۔ (روح المعانی جلد نہم ص۴۱)

اب صاف ثابت ہو گیا کہ ان کی ترتیب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مشتہر ہو چکی تھی۔ اس کی اصل حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ براءۃ نازل ہوئی۔ ابھی حضور اس کے متعلق کچھ فرمانے نہ پائے تھے کہ حضرت عثمان مشابہت مضمون کی وجہ سے اس کو انفال کے بعد پڑھنے لگے۔ جب یہ امر مشہور ہوا تو آپ نے کچھ نہیں فرمایا اور لوگ ان کو قرینتین کہنے لگے۔ قرآن میں جس طرح اور صحابہ کے موافقات ہیں یہ معاملہ موافقات عثمانی میں سے ہے۔ اور حضور نے اس ترتیب کو پسند فرمایا اور آخر تک آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ براءۃ انفال کا جزو ہے اس لئے یہ علیحدہ سورت شمار ہوئی۔ بسم اللہ اسلئے نہیں لکھی گئی کہ حضور نے نہیں فرمایا۔ غرض جو کچھ ہوا ہے حضور کے سامنے ہوا ہے۔

بسم اللہ کے متعلق یہ ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کے ساتھ نازل ہوتی تھی۔ اس کے ساتھ نازل نہیں ہوئی اس لئے نہیں لکھی گئی اور ائمہ نے اور وجوہ بھی لکھے ہیں۔

ان ترتیب الآیات والسور ووضع البسملة فی الاوائل من النبی ولما لم یؤمر بذلك فی اول سورة براءة ترکت بلا بسملة وقال القشیری ابو نصر عبد الرحیم بن عبد الکریم والصحیح ان البسملة لم تکتب فی براءة لان جبریل ما نزل بها فی هذه السورة یعنی ترتیب آیات وسور اور ابتدا سورت پر بسم اللہ کا لکھنا رسول کریم کے حکم سے ہے۔ آپ نے براءۃ پر بسم اللہ لکھنے کا حکم نہیں دیا اس لئے نہیں لکھی گئی۔ امام قشیری نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ بسم اللہ سورۃ براءۃ میں اسلئے نہیں لکھی گئی کہ جبریل نہیں لائے۔ (التذکار فی افضل الاذکار)

بعض ائمہ نے لکھا ہے کہ سورۃ براءت میں چونکہ کفار پر شدت کا حکم ہے اور اسمیں آیت قتال بھی ہے اور انقطاع معاملہ کا اعلان ہے اور بسم اللہ رحم و کرم کیلئے ہے۔ ایسے موقع پر رحم و کرم کا کیا مذکورہ اسلئے اسپر بسم اللہ نہیں لکھی گئی۔ اس سورت کا دوسرا نام سورۃ العذاب بھی ہے

حضرت قاری عبد الرحمٰن محدث پانی پتی لکھتے ہیں۔ "سوائے سورۂ براءۃ کہ در ابتدائے آں تسمیہ نگویند چرا کہ تسمیہ برائے امان است و در براءۃ آیت سیف فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ وغیرہا کہ دلالت بر عدم امان کفار می کنند نازل شد پس آیت امان بر سر ایں سورۃ مناسب نیست" (تحفہ نذریہ)

ایسا ہی امام سخاوی نے لکھا ہے۔

روایت ہے کہ رسول کریم نے آخر سال رمضان میں با لترتیب دو مرتبہ قرآن جبریل علیہ السلام کے ساتھ پڑھا (رعفنی و شاطبی)

یہ امر مسلم ہے کہ حضور اور صحابہ قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔ نمازیں پڑھتے تھے۔ تراویح میں پڑھتے تھے

اہ یہ امر بغیر ترتیب کے ممکن نہیں۔

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سورتوں کو ترتیب نزول لکھ دیا جائے۔ اور اختلاف بھی ظاہر کر دیا جائے۔

نام سورت	نمبر نزول ابن عباس کے نزدیک	عکرمہ	حسین بن الحسین	جابر بن یزید	نمبر ترتیب
علق	۱	۱	۱	۱	۹۶
ن	۲	۲	۲	۲	۶۸
مزمل	۳	۳	۳	۳	۷۳
مدثر	۴	۴	۴	۴	۷۴
فاتحہ	.	.	.	۵	۱
لہب	۵	۵	۵	۶	۱۱۱
کورت	۶	۶	۶	۷	۸۱
اعلیٰ	۷	۷	۷	۸	۸۷
لیل	۸	۸	۸	۹	۹۲
فجر	۹	۹	۹	۱۰	۸۹
ضحیٰ	۱۰	۱۰	۱۰	۱۱	۹۳
الم نشرح	۱۱	۱۱	۱۱	۱۲	۹۴
عصر	۱۲	۱۲	۱۲	۱۳	۱۰۳
عادیات	۱۳	۱۳	۱۳	۱۴	۱۰۰
کوثر	۱۴	۱۴	۱۴	۱۵	۱۰۸
تکاثر	۱۵	۱۵	۱۵	۱۶	۱۰۲
ماعون	۱۶	۱۶	۱۶	۱۷	۱۰۷
کافرون	۱۷	۱۷	۱۷	۱۸	۱۰۹
فیل	۱۸	۱۸	۱۸	۱۹	۱۰۵
فلق	۱۹	۱۹	۱۹	۲۰	۱۱۳
ناس	۲۰	۲۰	۲۰	۲۱	۱۱۴

نام سورت	ابن عباس	عکرمہ	حسین	جابر	نمبر ترتیب
اخلاص	۲۱	۲۱	۲۱	۲۲	۱۱۲
نجم	۲۲	۲۲	۲۲	۲۳	۵۳
عبس	۲۳	۲۳	۲۳	۲۴	۸۰
قدر	۲۴	۲۴	۲۴	۲۵	۹۷
والشمس	۲۵	۲۵	۲۵	۲۶	۹۱
بروج	۲۶	۲۶	۲۶	۲۷	۸۵
تین	۲۷	۲۷	۲۷	۲۸	۹۵
قریش	۲۸	۲۸	۲۸	۲۹	۱۰۶
قارعہ	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۱۰۱
قیامہ	۳۰	۳۰	۳۰	۳۱	۷۵
ویل لکل	۳۱	۳۱	۳۱	۳۲	۱۰۴
مرسلات	۳۲	۳۲	۳۲	۳۳	۷۷
ق	۳۳	۳۳	۳۳	۳۴	۵۰
	۳۴	۳۴	۳۴	۳۵	۹۰
طارق	۳۵	۳۵	۳۵	۳۶	۸۶
اقتربت الساعۃ	۳۶	۳۶	۳۶	۳۷	۵۴
ص	۳۷	۳۷	۳۷	۳۸	۳۸
اعراف	۳۸	(ان دونوں نے اسکے متعلق کوئی تفصیل نہیں کی)		۳۹	۷
جن	۳۹	۳۸	۳۸	۴۰	۷۲
یسین	۴۰	۳۹	۳۹	۴۱	۳۶
فرقان	۴۱	۴۰	۴۰	۴۲	۲۵
فاطر	۴۲	۴۱	۴۱	۴۳	۳۵
مریم	۴۳	•	•	۴۴	۱۹
طہ	۴۴	۴۲	۴۲	۴۵	۲۰

نام سورت	ابن عباس	عکرمہ	حسین	جابر	نمبر ترتیب
واقعہ	۴۵	۴۳	۴۳	۴۶	۵۶
شعراء	۴۶	۴۴	۴۴	۴۷	۲۶
نمل	۴۷	۴۵	۴۵	۴۸	۲۷
قصص	۴۸	۴۶	۴۶	۴۹	۲۸
بنی اسرائیل	۴۹	۴۷	۴۷	۵۰	۱۷
یونس	۵۰	۴۸	۴۸	۵۱	۱۰
ہود	۵۱	۴۹	۴۹	۵۲	۱۱
یوسف	۵۲	۵۰	۵۰	۵۳	۱۲
حجر	۵۳	۵۱	۵۱	۵۴	۱۵
انعام	۵۴	۵۲	۵۲	۵۵	۶
صافات	۵۵	۵۳	۵۳	۵۶	۳۷
لقمان	۵۶	۵۴	۵۴	۵۷	۳۱
سبا	۵۷	۵۵	۵۵	-	۳۴
زمر	۵۸	۵۶	۵۶	۵۸	۳۹
مومن	۵۹	۵۷	۵۷	۵۹	۴۰
فصلت	۶۰	۵۹	۵۹	۶۰	۴۱
شوریٰ	۶۱	۶۰	۶۰	۶۸	۴۲
زخرف	۶۲	۶۱	۶۱	۶۱	۴۳
دخان	۶۳	۵۸	۵۸	۶۲	۴۴
جاثیہ	۶۴	۶۲	۶۲	۶۳	۴۵
احقاف	۶۵	۶۳	۶۳	۶۴	۴۶
ذاریات	۶۶	۶۴	۶۴	۶۵	۵۱
غاشیہ	۶۷	۶۵	۶۵	۶۶	۸۸
کہف	۶۸	۶۶	۶۶	۶۷	۱۸

نام سورت	ابن عباس	عکرمہ	حسین	جابر	نمبر ترتیب
نحل	۶۹	۶۷	۶۷	۷۱	۱۶
نوح	۷۰	۶۸	۶۸	۷۲	۷۱
ابراہیم	۷۱	۶۹	۶۹	۰	۱۴
انبیاء	۷۲	۷۰	۷۰	۷۱	۲۱
مؤمنون	۷۳	۷۱	۷۱	۷۴	۲۳
تنزل السجدہ	۷۴	۷۲	۷۲	۶۹	۳۲
طور	۷۵	۷۳	۷۳	۷۳	۵۲
مُلک	۷۶	۷۴	۷۴	۷۵	۶۷
حاقہ	۷۷	۷۵	۷۵	۷۶	۶۹
معارج	۷۸	۷۶	۷۶	۷۷	۷۰
نبأ	۷۹	۷۷	۷۷	۷۸	۷۸
نازعات	۸۰	۷۸	۷۸	۷۹	۷۹
اذا السماء انفطرت	۸۱	۸۰	۸۰	۸۰	۸۲
اذا السماء انشقت	۸۲	۷۹	۷۹	۸۱	۸۴
روم	۸۳	۸۱	۸۱	۸۲	۳۰
عنکبوت	۸۴	۸۲	۸۲	۸۳	۲۹
تطفیف	۸۵	۸۳	۸۳	۸۴	۸۳

مدنی سورتیں

نام سورت	ابن عباس	عکرمہ	حسین	جابر	نمبر ترتیب
بقرہ	۸۶	۸۴	۸۴	۸۵	۲
انفال	۸۷	۸۶	۸۶	۸۷	۸
آل عمران	۸۸	۸۵	۸۵	۸۶	۳
احزاب	۸۹	۸۷	۸۷	۸۸	۳۳
ممتحنہ	۹۰	۸۹	۸۹	۹۰	۶۰
نساء	۹۱	۹۰	۹۰	۰	۴

نام سورت	ابن عباس	عکرمہ	حسین	جابر	نمبر ترتیب
اذا زلزلت	۹۲	۹۱	۹۱	۰	۹۹
حدید	۹۳	۹۲	۹۲	۰	۵۷
محمد	۹۴	۹۳	۹۳	۰	۴۷
رعد	۹۵	۹۴	۹۴	۰	۱۳
رحمٰن	۹۶	۹۵	۹۵	۰	۵۵
دھر	۹۷	۹۶	۹۶	۰	۷۶
طلاق	۹۸	۹۷	۹۷	۰	۶۵
بیّنہ	۹۹	۹۸	۹۸	۰	۹۸
حشر	۱۰۰	۹۹	۹۹	۰	۵۹
نصر	۱۰۱	۱۰۰	۱۰۰	۹۱	۱۱۰
نور	۱۰۲	۱۰۱	۱۰۱	۹۲	۲۴
حج	۱۰۳	۱۰۲	۱۰۲	۹۳	۲۲
منافقون	۱۰۴	۱۰۳	۱۰۳	۹۴	۶۳
مجادلہ	۱۰۵	۱۰۴	۱۰۴	۹۵	۵۸
حجرات	۱۰۶	۱۰۵	۱۰۵	۹۶	۴۹
تحریم	۱۰۷	۱۰۶	۱۰۶	۹۷	۶۶
جمعہ	۱۰۸	۱۰۸	۱۰۸	۹۸	۶۲
تغابن	۱۰۹	۱۰۹	۱۰۹	۹۹	۶۴
صف	۱۱۰	۱۰۷	۱۰۷	۱۰۰	۶۱
فتح	۱۱۱	۱۱۰	۱۱۰	۱۰۱	۴۸
مائدہ	۱۱۲	۸۸	۸۸	۰	۵
توبہ	۱۱۴	۰	۰	۰	۹

ربط

قرآن مجید کے متعلق بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ کلام بہت جلد ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف منتقل ہوتا ہے، گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک مضمون کو بالاستقلال وضاحت کیساتھ بیان کرنے کے بعد دوسرے مضمون کو شروع کیا جاتا ہے۔

ان حضرات نے اس طرف خیال نہیں فرمایا ہے کہ قرآن ایک دینی و دنیوی، ظاہری و باطنی قوانین کا مجموعہ ہے۔ اسمیں ملکی، مالی، دیوانی، فوجداری ہر قسم کے ضوابط ہیں۔ عبادات و معاملات کا مکمل دستورالعمل ہے اخلاق کا ذخیرہ ہے۔ علوم و فنون کا مخزن ہے۔ ایسی کتاب میں اگر تفصیل و تشریح سے کام لیا جاتا تو کلام کی حد ضرورت اور تحمل بشری سے باہر ہو جاتا۔ اسمیں ہر قسم کے ضوابط و علوم کے اصول بیان ہوئے ہیں اس لئے ایک امر سے دوسرے امر کی طرف جلد کلام منتقل ہوتا ہے۔ کمال یہ ہے کہ جو کسی بشر سے ممکن نہیں ہے کہ یہ انتقال محسوس نہیں ہوتا۔ کلام کی دل آویزی میں کسی قسم کا فرق نہیں آتا۔ ہر ملک میں قوانین ہیں۔ فوجداری الگ، مال الگ، دیوانی الگ، متفرقات الگ، وہ اسقدر مجلدات میں ہیں کہ اگر سب کو جمع کیا جائے تو ایک انبار لگ جائے مگر اس پر بھی ناکافی۔ قابل داد یہ امر ہے کہ تمام دنیا کے قوانین و اصلاحات اور علوم کثیرہ کا ذخیرہ ایک معمولی جلد کی کتاب میں محصور ہے۔ اس کے علاوہ جو اعتراض کیا جاتا ہے اور جس صورت کا مطالبہ کیا جاتا ہے وہ کسی علمی اصلاحی کتاب اور کسی قانون میں ممکن نہیں ہے۔ قانون ایک جگہ چند سطروں میں چوری کو بیان کرتا ہے۔ اس کے بعد ہی دو تین سطر میں شراب خوری اور اس کے بعد ہی قماربازی کو بتاتا ہے اگر وہ چوری کی تشریح کرنے لگے اور اسپر ایک پورا رسالہ لکھدے تو قانون کی انتہا نہ ہے اور ایسی کتاب قانون کی فہرست سے خارج کر دی جائے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کی آیات و سورتوں میں ربط نہیں ہے۔ یہ خیال سراپا غلط ہے کیونکہ قرآن کا نام قرآن ہے ہی اسلئے کہ اسکی آیات و سور باہم مربوط ہیں۔ یہ کس قدر کمال کی بات ہے کہ مختلف مضامین کا بیان، مختلف مسائل کا ذکر لیکن سب مناسبت و ربط کے ساتھ۔ ربط و مناسبت کو معلوم کرنے کے لئے وسیع علم اور عقل سلیم کی ضرورت ہے۔

ربط کی بہت سی قسمیں ہیں۔ رابطہ کبھی عام ہوتا ہے کبھی خاص، کبھی حسی کبھی عقلی، کبھی خیالی، کبھی تلازم ذہنی ہوتا ہے جیسا کہ سبب و مسبب، علت و معلول، نظیرین و ضدین وغیرہ علاقات بیں ہوا کرتا ہے جب اس قاعدہ کلیہ کو ملحوظ رکھا جائے گا تو مناسبت کا اصول معلوم ہو جائے گا۔

اب ایک آیت کے بعد دوسری آیت کو دیکھئے۔ اگر وہ پہلی آیت کا تکملہ یا تتمہ ہے خواہ احکام میں خواہ قصص میں، خواہ استدلال میں تو ارتباط ظاہر ہے اور اگر ایک دوسرے کی تفسیر و شرح یا تاکید یا بدل یا کسی سوال مقدر کا جواب یا کسی سابقہ بیان کا تتمہ ہے تو بھی مناسبت ظاہر ہے اور اگر دونوں جملے بطور خود مستقل ہوں اگر ایک دوسرے پر حروف مشترکہ عطف کے ساتھ معطوف ہے تو ضرور ان دونوں میں علاقات مذکورہ میں سے کوئی نہ کوئی علاقہ ہوگا۔ جیسے آیت اَللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔ قبض اور بسط میں علاقہ تضاد ہے، عذاب کے بعد ثواب کا، رحمت کے بعد غضب کا، ترغیب کے بعد ترہیب کا بیان جن آیات میں ہے وہاں یہ علاقہ تضاد ہی ہے۔ اور اگر ان دونوں جملوں میں عطف نہیں تو ضرور ان میں کوئی نہ کوئی رابطہ روابط ذیل میں سے ہوگا۔

(۱) تنظیر یعنی ایک نظیر کو دوسری سے ملحق کرنا (۲) مضادت یعنی ایک چیز بیان کرنے کے بعد اس کی ضد کو بیان کرنا (۳) استطراد (یعنی ایک بات کا ذکر کرتے ہوئے اس کے مناسب دوسری بات کو بیان کرکے جلد اصل مضمون کی طرف آجانا (۴) حسن التخلص یعنی ایک بات بیان کرنے کے بعد اس کے مناسب دوسرے مضمون کی طرف اس خوبی سے منتقل ہو جانا کہ سامع کو خیال بھی نہ آنے پائے کہ کلام کا طرز بدل گیا ہے غرض مناسبت و ربط آیات و سور کو سمجھنے کیلئے فصاحت و بلاغت کے اصول و فروع پر کافی عبور ہونا چاہیئے اگر قرآن مجید کی تمام آیات کا ربط بیان کیا جائے تو قرآن کی بڑی حجم کی تیس جلدیں بمشکل کافی ہوں گی۔ میں یہاں بطور نمونہ کے چند آیات کا ربط اجمال کے ساتھ لکھتا ہوں۔

سورہ آل عمران پارہ سوم اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ۔ تا۔ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ یعنی جو لوگ حقیر معاوضہ لیتے ہیں اس عہد کے مقابلہ میں جو انہوں نے اللہ سے کیا ہے (اخفائے حق یا اظہار باطل سے کوئی دنیوی فائدہ حاصل کرتے ہیں) اور اپنی قسموں کے مقابلہ (حقوق العباد و معاملات کے لئے جھوٹی قسم کھانا) ان لوگوں کو کچھ حصہ آخرت میں نہیں ملے گا۔ اور نہ خدا ان سے کلام کرے گا نہ ان کی طرف دیکھے گا نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لئے سخت عذاب ہے)۔

اس آیت سے پہلی آیتوں میں اہل کتاب کی خیانت فی الدین کا ذکر تھا۔ یہاں خیانت فی الدین کے ساتھ ان کی معاملات میں خیانت کا ذکر اور اس پر وعید ہے۔

اس سے آگے ہے۔ وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَلْوٗنَ۔ تا۔ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ یعنی بے شک ان لوگوں میں بعض ایسے ہیں کہ کج کرتے ہیں اپنی زبان کو کتاب میں تاکہ لوگ اسکو کتاب کا جزو سمجھیں حالانکہ وہ کتاب کا جزو نہیں اور کہتے ہیں کہ یہ خدا کے پاس سے ہے حالانکہ وہ خدا کے پاس سے نہیں اور وہ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں

اور جانتے ہیں) اوپر کی آیتوں میں اہل کتاب کی خیانت فی الدین اور خیانت فی المعاملات کا ذکر تھا یہاں اُن کی ایک تیسری خیانت کا ذکر ہے یعنی وہ صحائف میں تحریف کر کے لوگوں کو دہوکا دیتے ہیں اسکے بعد ہے :۔ مَا كَانَ لِبَشَرٍ ۔ تا ۔ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ یعنی کسی بشر سے یہ بات نہیں ہو سکتی کہ اللہ اس کو کتاب اور فہم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ میرے بندے بنجاؤ، خدا کو چھوڑ کر بلکہ کہے گا کہ اللہ والے بنجاؤ۔ بوجہ اس کے کہ تم کتاب سکھلاتے ہو اور بوجہ اس کے کہ تم پڑھتے ہو اور نہ یہ بات بتائے گا کہ تم فرشتوں کو اور نبیوں کو رب قرار دے لو، کیا وہ تم کو کفر کی بات بتائے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو)

سابقہ آیات میں اہل کتاب کی خیانت فی الدین و خیانت معاملات اور صحف میں خیانت کا بیان تھا۔ یہاں اُن کی اس خیانت کا مذکور ہے جو وہ انبیا اور ملائکہ کے متعلق کرتے ہیں۔

دوسرا موقعہ

سورہ توبہ۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ، يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ ، إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ (اے ایمان والو! بہت سے عالم اور درویش اہل کتاب کے کھاتے ہیں مال لوگوں کے ناحق اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور جو لوگ گاڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسکو خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں سو ان کو خوشخبری سنا دے عذاب دردناک کی جس دن کہ آگ دہکادیں گے اس مال پر دوزخ کی پھر داغیں گے اُس سے اُن کے ماتھے اور کروٹیں اور پیٹھیں (کہا جائیگا) یہ ہے جو تم نے گاڑ کر رکھا تھا اپنے واسطے، اب چکھو مزا اپنے گاڑنے کا۔ مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ کے حکم میں جس دن اُس نے پیدا کئے تھے آسمان اور زمین، ان میں چار مہینے ادب کے ہیں۔

عبارت تحت خط کا اوپر کے فقروں سے کوئی ربط نہیں معلوم ہوتا۔ بظاہر بالکل بے جوڑ ہیں لیکن ان میں خاص مناسبت ہے وہ یہ کہ:۔

اوپر سے بیان ہوتا آرہا ہے کہ کفار اور بُت پرستوں سے اہل کتاب نے بھی مشابہت پیدا کرلی ہے جس طرح انہوں نے جنوں کو معبود اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دے رکھا ہے۔ اسی طرح یہود اور نصاریٰ

عزیر اور مسیح کو خدا کا بیٹا قرار دیا ہے۔ یہ اہل کتاب اپنے علما اور درویشوں کے فتووں پر عمل کرتے ہیں جو رشوتیں لے لے کر نئے نئے احکامات جاری کرتے ہیں اور توریت و انجیل کے احکام کو پس پشت ڈالدیتے ہیں اور یہ اہل کتاب اندھے ہو کر اُن کی تقلید کرتے ہیں۔ ذرا بھی عقل سے کام نہیں لیتے۔ یہی حال ان کفار کا ہے کہ رشوت خوار پجاریوں اور ظالم رئیسوں کے کہنے سے پُرانے دستور دین ابراہیمی کے قانون کو بدلدیتے ہیں اور عقل و فکر سے کام نہیں لیتے۔ دین ابراہیمی کا مسئلہ تھا اور عرب میں دستور تھا کہ ذی قعدہ ذی الحجہ محرم رجب یہ چار مہینے ادب و احترام کے تھے۔ انمیں جنگ و جدال وغیرہ موقوف رہتی تھی۔ لیکن راشی اور مفسد امیروں اور پجاریوں نے یہ دستور مقرر کر دیا ہے کہ کبھی لوٹ مار مچانے کے لئے کہدیتے ہیں کہ اب کے سال محرم نہیں آیا۔ یا اب کی بار محرم سے پہلے صفر آگیا۔ یا اس سال محرم حرام اور صفر حلال رہیگا۔ اور یہ جاہل ان لوگوں کے کہنے کے موافق عمل کرتے ہیں اُن کو اتنی عقل نہیں کہ ابتدائے عالم سے بارہ مہینے مقرر ہیں اور کوئی مہینہ مقدم و مؤخر نہیں ہو سکتا۔ اب ربط ظاہر ہو گیا۔

قرآن مجید انسان کی ظاہری و باطنی ترقی و اصلاح کیلئے ایک قانون ہے۔ اسکی ہر صورت ہر قصے میں عبادات، اعتقادات، معاملات، اخلاق کے متعلق احکام و مسائل ہیں۔ میں سب کی تفصیل نہیں کر سکتا۔ اجمالاً سورتوں کا ربط بیان کرتا ہوں۔

سورۂ فاتحہ ۔ یہ قرآن کی پہلی سورت ہے۔ اسمیں خداوند کریم نے اپنے بندوں کو یہ سکھایا ہے کہ طلب ہدایت و اصلاح کیلئے ہم سے اس طرح درخواست کرو۔

بقر ۔ یہ فاتحہ کے بعد ہے اسمیں اس درخواست کی منظوری ہے اور ہدایت کی کتاب کا عطا ہونا اور ہدایت کے اصول و مسائل کا بیان ہے۔

آل عمران ۔ اس سورۃ میں مبدا و معاد و آخرت کا بیان ہے۔ نیکی و بدی کی جزا و سزا کا مذکور ہے جس کا اہل ہدایت کو جاننا ضروری ہے۔ اور جہاد فی سبیل اللہ کا بیان ہے۔ تقویٰ اختیار کرنیکی ترغیب ہے

نساء ۔ سورۃ سابقہ کا خاتمہ مضمون تقویٰ پر ہوا ہے۔ اس سورت کو اسی مضمون سے شروع کیا ہے۔ اسمیں کل تقویٰ میں ایک تو وہ معاملات ہیں جو مخالفین کے ساتھ واقع ہوتے ہیں، دوسرے معاملات باہمی۔ تیسرے معاملات ما بین اللہ و العبد۔

مائدہ ۔ سورۂ نساء کا خاتمہ اس وعدہ پر ہے کہ ہم تم سے شرائع کو بیان کرتے ہیں۔ اس سورت کو اس امر سے شروع کیا ہے کہ ہمارے بیان کردہ شرائع کی پوری طرح بجا آوری کرو۔ یہ مناسبت تو دونوں سورتوں کے آغاز و انجام میں ہے باقی پوری سورتوں میں بھی اشتمال علی الشرائع سے ربط ظاہر ہے۔

انعام - سورت سابقہ کا خاتمہ ابطال شرک اور بیان توحید پر ہوا اسمیں اثبات توحید رسالت و اصول شرائع مذکور ہیں۔ اثبات توحید و رسالت کیلئے قصص ہیں۔ اثبات قرآن، اثبات بعث کا بھی بیان ہے اسی سلسلہ میں ان مضامین کی تائید جا اثبات کیلئے منکرین کے عناد اور ان کی وعید مکذبین کے حالات ہلاکت مخالفین کے رسوم قبیحہ کا مذکور ہے۔ دین حق کی تعیین ہے۔

اعراف - سورۃ سابقہ کا خاتمہ دین حق کی تعیین و ترغیب و ترہیب پر ہوا تھا۔ اس سورۃ میں دین حق کی تبلیغ کا حکم ہے اور معاد نبوت اور مشرکین کے عناد و فساد کا ذکر ہے۔

انفال - سورہ سابقہ میں مشرکین کے جہل و فساد و عناد کا مذکور تھا۔ اس میں اُس وبال کا بیان ہے جو اس جہل و عناد کی وجہ سے اُن پر آیا۔ اور اس کے متعلق احکام ہیں۔ منکرین و مومنین دونوں کو تذکیر نعم و نقم سے بھی خطاب ہے۔

توبہ - انفال میں مشرکین کے عناد و وبال کا مذکور ہے اسمیں اعلان نقض عہد اور محاجہ کفار بالسنان کا بیان ہے۔

یونس سورہ سابقہ میں محاجہ کفار بالسنان کا ذکر تھا۔ اسمیں محاجہ کفار باللسان کا بیان ہے اور ابطال شرک و بیان توحید و رسالت ہے اور دین حق کی طرف اشارہ ہے۔

هود - اسمیں دین حق کی حقیقت بیان کی گئی ہے اور اس کے اظہار کا موجب اتمام حجت ہونا مذکور ہے آخر میں تسلیہ رسول کا وعدہ ہے۔

یوسف - سورۂ ہود میں جو تسلیہ کا وعدہ تھا۔ یہ سورت اس کا ایفا ہے چونکہ کفار کے اقوال و افعال سے حضور کو اذیت ہوتی تھی اور کفار اسلام کی راہ میں روڑے اٹکاتے تھے۔ اسپر حضور کو حزن و ملال ہوتا تھا۔ اس سورت میں حضرت یوسف کا قصہ بیان کرکے آپ کو تسلی دی گئی ہے اور دکھایا گیا ہے کہ مخالفین کی مخالفت سے اہل حق کو ضرر نہیں ہوتا آخر میں توحید و رسالت و عدہ وعید حقیقت قرآن کا بالاجمال مذکور ہے۔

رعد - اسمیں سورۂ یوسف کے آخری مضامین کی تکمیل کی گئی ہے۔ لیکن رسالت کا بیان اسمیں بھی بالاجمال ہے۔ حقیقت قرآن اور وعدہ وعید کا مذکور ہے۔

ابراهیم اسمیں مضمون رسالت کی تکمیل اور توحید و معاد کا مذکور ہے۔

حجر - معاد کے بعد سزا و جزا کے بیان کی ضرورت تھی۔ وہ اس سورت میں ہے اور توحید اور حقیقت قرآن و تسلیۂ رسول ہے۔

نحل ۔ سورۃ سابقہ کا خاتمہ توحید اور عدم توحید کی وعید کے مضمون پر ہوا تھا۔ اسمیں مضامین توحید بپیرایۂ امتنان ہیں۔

بنی اسرائیل۔ سورۃ سابقہ کے مضامین توحید کی اسمیں تکمیل کی گئی ہے اور بعض واقعات ترغیب وترہیب کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔

کہف ۔ سورۃ سابقہ کا خاتمہ مضمون توحید پر ہوا تھا۔ اسمیں مضامین توحید کے ساتھ ابطال شرک و بیان حالت وحقارت دنیا، جزا وسزا، ذم تکبر اور جدال وغیرہ ہیں۔

مریم ۔ سورۂ کہف کا خاتمہ بیان توحید و رسالت پر ہے۔ اسمیں ان کا اثبات اور معاد کا بیان ہے

طٰہٰ ۔ سورۂ مریم کے مضامین کی تکمیل اور ان کا بیان مدلل بطرز جدید ہے۔

انبیاء ۔ اسمیں توحید ونبوت اور معاد کی تحقیق ہے۔

حج ۔ سورۃ سابقہ کا خاتمہ مضمون انذار پر ہوا تھا اس سورت کو اسی مضمون سے شروع کیا ہے نبوت کے متعلق شبہات کا جواب ہے، بعث وحساب جنت و دوزخ وقیامت کا ذکر ہے۔

مؤمنون ۔ سورہ حج کا خاتمہ صلوٰۃ وزکوٰۃ کے بیان پر ہے۔ اسمیں ان کی تاکید وتفصیل ہے اور بیان آثار قدرت الٰہیہ، مکارم اخلاق وغیرہ کے مضامین ہیں۔

نور ۔ سورہ سابقہ کے آخر میں بیان تھا کہ خلق انسان میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اسکو احکام کا مکلف کیا جائے۔ اور آخرت میں جزا وسزا دیجائے۔ اس سورۃ میں احکام عملیہ اور توحید ورسالت پر ایمان لانے کا بیان ہے اور مناقب مطیعین اور مثالب عاصیاں ہیں۔

فرقان ۔ سورۂ سابقہ میں مثالب عاصیان تھے۔ اسمیں ذم شرک ومشرکین ہے اور رسالت کا بیان، اعمال فاضلہ ومعاد کا ذکر وجواب شبہات متعلق رسالت ہے۔

شعراء ۔ رسالت وقرآن کی حقانیت، دلائل توحید، توبیخ منکرین۔

نمل ۔ سورہ سابقہ کا خاتمہ اثبات وحی ورسالت پر تھا۔ اسمیں ان مضامین کی تکمیل ہے اور اثبات توحید ومعاد ہے۔

عنکبوت ۔ سابقہ سورت کا خاتمہ اس امر پر ہوا تھا کہ منکرین سعی کرتے ہیں کہ دین حق سے منحرف ہو جائیں۔ اس سورت میں استقامت علی الدین کے متعلق احکام ہیں۔

روم ۔ سورۃ سابقہ میں استقامت علی الدین کے موانع کے متعلق احکام تھے۔ اسمیں بعض واقعات ایسے بیان ہوئے ہیں جو اہل ایمان کی تقویت وفرحت کا باعث ہوں اور کفار کے

نعمت وعناد کی تکذیب۔ اثبات توحید اور بعض اعمال و مدح قرآن ہے
لقمان۔ سابقہ سورت کا خاتمہ مدح قرآن پر ہوا اسکو اسی مضمون سے شروع کیا ہے۔
اور ذم شرک وذکر معاد اور لقمان کو حکمت عطا ہونے کا مذکور ہے وہ حکمت کیا تھی معرفت حق۔
سجدہ۔ کتاب حکمت کی حقیقت کا اثبات۔ تسلیہ رسول وتوبیخ منکرین وجواب مطاعن منکرین
احزاب۔ سورۂ سابقہ کا اختتام کفار کے اس طعن کے جواب پر تھا کہ وہ رسول کریم سے
کہتے تھے کہ آپ جس فیصلے کو کہتے ہیں یعنی فیصلہ آخرت وہ کب ہوگا اور یہ اعتراض حقارت و تذلیل سے
کرتے تھے اس سورت میں اُن کے جواب میں حضور کی منصوریت و محبوبیت کا ذکر ہے۔
سبا سورہ سابقہ کا خاتمہ حمد الٰہی پر تھا اسکی ابتدا حمد سے ہے اور بیان توحید و رسالت
وحقیقت قرآن وتسلیۂ رسول وترہیب کفار واثبات توحید۔
فاطر۔ سابقہ مضمون اثبات توحید کی تکمیل وابطال شرک و تسلیۂ رسول۔
یٰس۔ سورۂ سابقہ کا خاتمہ کفار کے استکبار وانکار نبوت پر ہوا تھا۔ اسمیں اثبات رسالت
تسلیۂ رسول اثباتِ توحید ہے۔
صٰفٰت۔ دلائل توحید وبعث ورسالت۔
ص۔ منکرین رسالت کی مذمت، اثبات رسالت، تسلیۂ رسول، توحید ومجازاۃ۔
زمر۔ اثبات توحید، ابطال شرک، مذمت مکذبین۔
مؤمن۔ توحید پر استدلال۔ تہدید مجادلین فی الحق۔ تسلیۂ رسول
حم سجدہ۔ توحید ورسالت وتسلیہ رسول ترغیب صبر وغیرہ۔ حقیقت قرآن توبیخ منکرین
شوریٰ۔ توحید وابطال شرک۔ بعث وجزا۔ مذمت انہماک فی الدنیا۔ ترغیب طلب آخرۃ
زخرف۔ تحقیر دنیا۔ تہدید منکرین۔ ابطال شرک، اثبات وحی ورسالت
دخان۔ اثبات توحید و وعید منکرین
جاثیہ توحید ونبوت ومعاد۔
احقاف۔ توحید ومعاد
محمد۔ سورہ سابقہ کا اختتام ذم منکرین پر تھا۔ اس سورت کی ابتدا اسی مضمون سے ہے
فتح۔ سورہ سابقہ کے ختم میں بذل النفس والمال فی سبیل اللہ کی ترغیب تھی۔ اس سورت
میں اس بذل کے چند مواقع مذکور ہیں۔ واصلاح آفاق بالجہاد۔

حجرات - پہلی سورۃ میں اصلاح آفاق بالجہاد ہے اسمیں اصلاح النفس بالارشاد ہے -
ق - سورۃ سابقہ کا خاتمہ اشارۃً وقوع مجازاۃ پر تھا - اس میں بحث وجزا کا مضمون ہے -
اس کا امکان، اس کا وقوع، اس کے واقعات وغیرہ -
الذاریات - تحقیق معاد - ذم منکرین - وجزاء فریقین وعید یوم موعود -
طور - پہلی سورت وعید یوم موعود پر ختم ہوئی تھی - اسکی ابتدا اسی مضمون پر ہے - اس کے بعد
مومنین کیلئے وعدہ ہے اور بحث مجازاۃ و توحید و رسالت -
نجم - مضامین توحید و رسالت و مجازاۃ -
قمر - پہلی سورت کا خاتمہ قرب ساعت کے مضمون پر تھا - اسکی ابتدا اسی سے ہے و مضامین نقم ہیں
رحمٰن - پہلی سورۃ میں مضامین نقم زیادہ تھے - اسمیں مضامین نعم ہیں -
واقعہ - سورۃ سابقہ میں نعم دنیویہ کے بعد قیامت و دوزخ و جنت کا بیان تھا - اسمیں نمونتاً
سے پہلے ان کا ذکر ہے -
حدید - سورۃ سابقہ کا خاتمہ تسبیح پر تھا - اسکی ابتدا تسبیح سے ہے - وہاں امر تھا - یہاں خبر ہے
مجادلہ - سورۃ سابقہ کا خاتمہ بیان صفت باری تعالیٰ پر تھا - اس کا افتتاح اس سے ہے -
حشر - سورۃ سابقہ کا خاتمہ مذمت منافقین پر تھا - اور ان کا یہود سے محبت رکھنا مذکور تھا
یہاں یہود کے بغض و عقوبت وغیرہ کا ذکر ہے -
ممتحنہ - سورۃ سابقہ میں منافقین کی یہود سے دوستی رکھنے کی مذمت تھی - اسمیں مسلمانوں کو کفار سے
تعلقات دوستی اور مشرکات سے نکاح کرنے کی ممانعت ہے -
صف - سورۃ سابقہ میں کفار سے دوستی رکھنے کی ممانعت تھی - اسمیں کفار سے مقاتلہ کا بیان ہے
جمعہ - سورۃ سابقہ میں کفار کا مستحق عقوبت و قتل ہونا مذکور تھا - اسمیں یہود کا مستحق مذمت اور
وعید ہونا مذکور ہے -
منافقون - سورۃ سابقہ میں یہود کا ذکر تھا - اسمیں اُن کے دوستوں منافقین کا ذکر ہے -
تغابن - پہلی سورت کا خاتمہ تحصیل آخرت کی ترغیب اور تعطیل آخرت پر ترہیب پر ہے اسمیں
اہل تحصیل و تعطیل کے مجازاۃ کی تفصیل اور مضمون ترغیب و ترہیب کی تکمیل ہے اور ازواج و اولاد کا عدو
ہونا مذکور ہے -
طلاق - سورۃ سابقہ میں ازواج و اولاد کا عدو ہونا مذکور تھا - اسمیں اُن کے بعض حقوق کا ذکر ہے

تحریم۔ سورۃ سابقہ کے مضامین کی تکمیل اور حقوق رسالت۔
ملک ۔ سورۃ سابقہ میں حقوق رسالت کا ذکر تھا اسمیں حقوق توحید اور اس کے ایفاء و اخلال پر جزا و سزا کا بیان ہے۔ اور منکرین توحید کی طرف روئے سخن ہے۔
قلم۔ پہلی سورت میں منکرین توحید کی طرف روئے سخن تھا۔ اسمیں منکرین نبوت کی طرف ہے اور کفار کیلئے عقوبت دنیویہ و اخرویہ کا مذکور ہے اور اثبات مجازاۃ کفار۔
حاقہ۔ مجازاۃ کی تحقیق اور اس کا وقت اور واقعات مذکور ہیں۔ اور حقانیت قرآن۔
معارج ۔ مجازاۃ اور بعض اعمال موجبہ مجازاۃ کا بیان ہے۔
نوح ۔ سورۃ سابقہ میں موجبات عقوبت کا بیان ہے ۔ اسمیں حضرت نوح کی تکذیب پر عقوبت کا ذکر ہے۔ کفر پر استحقاق عقوبت دنیویہ اور تسلیہ رسول و عقوبت انکار رسالت ہے۔
جن ۔ توحید و رسالت و مجازاۃ سے ترغیب۔
مزمل سورۃ سابقہ میں کفار کو توحید رسالت و مجازاۃ پر ایمان لانے کی ترغیب تھی۔ اسمیں ان کے ایمان نہ لانے پر تسلیہ رسول ہے۔
مدثر ۔ سورۃ سابقہ میں تسلیہ رسول مقصوداً اور انذار کفار تبعاً تھا اسمیں انذار مقصوداً اور تسلیہ تبعاً مذکور ہے۔
قیامہ ۔ سورۃ سابقہ کا خاتمہ بیان آخرت پر ہوا۔ اسمیں احوال آخرت کی تفصیل ہے۔ اور اثبات مجازاۃ کفار ہے۔
دھر ۔ تفصیل مجازاۃ و ترغیب و ذکر قیامت۔
مرسلات ۔ وقوع و تفصیل کے اسباب و کیفیات مجازات
نبا ۔ قیامت کا بیان اور واقعات جزا و سزا۔
نازعات ۔ واقعات سورۃ سابقہ کے مکذبین کی تخویف و تکذیب و تسلیہ رسول ۔
عبس ۔ سورۃ سابقہ میں قیامت کے متعلق مضامین تھے ۔ اسمیں بھی وہی مقصود ہے۔
تکویر ۔ اسمیں سوابق و لواحق واقعات قیامت کا بیان ہے۔
انفطار ۔ اسمیں سورۃ سابقہ کے بیان کی تفصیل اور مجازاۃ ۔
تطفیف ۔ مجازاۃ اعمال کا بیان ہے ۔ اور انہیں سے اہتمام کیلئے بعض اعمال متعلق حقوق العباد کا مذکور ہے۔

انشقاق۔ تفصیل مجازات

بروج۔ پہلی سورۃ میں فریقین کے مجازات تھے۔ اسمیں اہل ایمان کا تسلیہ اور کفار کیلئے وعید ہے

طارق۔ تحقیق وعید کیلئے اعمال کا محفوظ رہنا۔ اور امکان بعث و وقوع بعث۔

اعلیٰ۔ عمل تذکیر بالقرآن۔ فلاح آخرت۔ تہیہ للآخرۃ۔

غاشیہ۔ تہیہ للآخرۃ کرنے اور نہ کرنے والوں کی سزا و جزا و اثبات قدرت و بعث مجازات۔

فجر۔ سورۃ سابقہ میں مجازاۃ فریقین کا ذکر ہے۔ اسمیں معظم مقصود فریقین کے اعمال موجبہ مجازاۃ کا بیان ہے۔

بلد۔ سورۃ سابقہ میں اعمال موجبہ مجازاۃ کا بیان تھا۔ اس سورت میں بھی یہی بیان ہے مگر وہاں کثرت اعمال شر تھی۔ یہاں کثرت اعمال خیر ہے۔

شمس۔ سورت سابقہ میں اعمال ایمانیہ و کفریہ کے مجازاۃ اخرویہ کا بیان تھا۔ اسمیں مجازاۃ کفریہ مجازاۃ دنیویہ کے احتمال کا بیان ہے۔

لیل۔ اسمیں بھی سورۃ سابقہ کے مضمون کی تکمیل ہے اور مہمات اصول و فروع کا عنوان کلی سے بیان ہے اور ان کی تصدیق و تکذیب پر وعدہ و وعید ہے۔

ضحیٰ۔ سورۃ سابقہ کا خاتمہ اُن افضال پر ہے جو مومنین پر ہوں گے جس میں رسول اور متبعین رسول دونوں شامل ہیں۔ اسمیں صرف اُن افضال کا ذکر ہے جو رسول پر ہوئے ہیں اور بعض اعمال خیر کا ذکر ہے

الم نشرح۔ اسمیں سورۃ سابقہ کے مضامین کی تکمیل ہے آنحضرت پر جو افضال الٰہی ہیں اُنکی طرف اشارہ ہے۔ اُس کے بعد دو حکم مؤکد ہیں جو تکمیل و ترقی کے رکن ہیں۔

تین۔ سورۃ سابقہ میں رسول پر افضال الٰہی کا ذکر تھا۔ اسمیں عام انسانوں اور عمل صالح کرکے ترقی کرنے والوں کے انعام کا ذکر ہے۔

اقرأ۔ اسمیں انسان پر افضال کا ذکر اور اسکی ترقیات اور سرکشی کا ذکر ہے۔

قدر۔ اسمیں انسان پر اس فضل کا ذکر ہے جو سورت سابقہ میں علم الانسان ما لم یعلم کے عنوان سے مذکور ہے یعنی کتاب ہدایت اس کو دی گئی۔

بینہ۔ سورۃ قدر میں کتاب ہدایت کے نزول کا ذکر ہے جس کے اہل کتاب منتظر تھے۔ اس سورۃ میں اُن سے مطالبہ ہے کہ اب باطل کو چھوڑ کر اس پر ایمان لاؤ۔ اور اہل ایمان کی جزا کا ذکر ہے۔

زلزال۔ پہلی سورت کا خاتمہ اہل ایمان کی جزا کے ذکر پہ ہے۔ اسمیں اس جزا کے ملنے کا وقت

بتایا گیا ہے۔ اور نیکی اور بدی کے انجام کا مذکور ہے۔

عادیات۔ سورۃ سابقہ میں نیکی بدی کا انجام اس طرح بتایا گیا ہے کہ جس کو قبول کرنے میں کسی سلیم الطبع کو تامل نہیں ہو سکتا۔ اسمیں نہ قبول کرنے والوں کی ہٹ دھرمی اور سرکشی اور ان پر اہل ایمان غازیوں کی تاخت کا ذکر ہے پھر قبروں سے اُٹھنے اور خدا کے حضور میں حاضر ہونے کا مذکور ہے۔

قارعہ۔ سورۃ سابقہ میں خدا کے حضور میں حاضر ہونے کا ذکر تھا۔ اسمیں اس وقت کا بیان ہے یعنی قیامت اور اس کے ہولناک حوادث کی خبر دی گئی ہے۔

تکاثر۔ سورۃ سابقہ میں انسان کو ہولناک وقت سے خبردار کیا گیا تھا۔ اسمیں بتایا گیا ہے کہ حرص دنیاوی نے تجھ کو غافل کر دیا ہے۔ تم سے خدا کی نعمتوں کے متعلق سوال ہوگا۔

عصر۔ سورۃ سابقہ میں حرص اموال وغیرہ سے انسان کی غفلت کا ذکر اور ہونے والے سوال کا ذکر تھا۔ کہ انسان یہ سمجھتا ہے کہ حصول اموال و جاہ ہی ہے جو کچھ ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ ان کا حاصل کرنا کامیابی نہیں بلکہ ان پر حرص موجب خسارہ ہے۔

ھمزہ۔ سورۃ عصر میں کہا گیا تھا کہ انسان خسارہ میں ہے۔ یہاں خسارہ میں پڑنے کے اسباب کا بیان ہے۔

فیل۔ سورۂ ہمزہ میں جو اخلاق رذیلہ بیان ہوئے ہیں وہ قریش میں بہت رائج تھے۔ اس کے بیان کے بعد اُس ہولناک واقعہ کا ذکر ہے جس سے قریش کو بچایا گیا۔ ورنہ وہ بالکل برباد ہو جاتے۔

قریش۔ اسمیں قریش سے مطالبہ ہے کہ جیسا سورت سابقہ میں مذکور ہے کہ جنہے تم کو اصحاب فیل سے بچایا جو تمہارے معبد کو ڈھانے آئے۔ اب تم بت پرستی کو چھوڑ کر اس گھر کے رب پر ایمان لاؤ۔

ماعون۔ پہلی سورۃ میں قریش کو اپنا انعام یاد دلایا ہے۔ اسمیں ان امراض روحانیہ کا ذکر ہے جو انسان کی ظاہری و باطنی خرابی کا باعث ہوتے ہیں اور یہ امراض قریش میں پھیلے ہوئے تھے۔ بعض بدنصیب ایسے امراض میں مبتلا تھے کہ جو دنیا میں اپنا ذکر خیر چھوڑ جانے کا کوئی سامان نہیں کرتے تھے۔

کوثر۔ پہلی سورۃ میں ایسے بدنصیبوں کا ذکر تھا جو اپنا ذکر خیر چھوڑنے کا کوئی سامان نہیں کرتے اسمیں یہ مذکور ہے کہ ایسے بھی خوش نصیب ہیں کہ جن کے سینوں میں حکمت کی نہریں جاری ہیں اور وہ اپنے ذکر خیر کی وجہ سے ہمیشہ رہیں گے، ان بدنصیبوں کی طرح بے نشان نہوں گے اور رسول کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کامیاب ہیں

کافرون۔ سورۃ سابقہ میں بتایا گیا ہے کہ اے رسول تمہارے لئے ہر قسم کی کامیابی ہے اور تمہاری عظمت و شوکت قرار پاچکی ہے۔ اسمیں کہا جاتا ہے کہ تم علی الاعلان ان کافروں سے کہدو کہ میں تمہارے معبودوں

کی پرستش نہیں کر سکتا۔ خواہ تم کیسی ہی سعی کرو۔ کتنا ہی لالچ دو۔ اور مجھے تم سے بھی امید نہیں کہ تم میرے معبود کی پرستش کرو گے۔

نصر۔ سابقہ سورتوں میں جو رسول کو اشارۃً کامیابی کی بشارت دی گئی تھی۔ اسمیں اسکو شرح کے ساتھ بیان کیا ہے اور دنیا میں بھی خدا کا حکم قبول کرنے والوں کیلئے نصرت ہے۔

لہب۔ سابقہ سورت میں بتایا گیا ہے کہ دنیا میں بھی خدا کا حکم قبول کرنے والوں کیلئے نصرت ہے اسمیں بتایا گیا ہے۔ کہ اس کے حکم سے سرتابی کرنے والوں کیلئے دونوں جہاں میں خسارہ ہے۔ اور مشرکین بڑے ہی خسارے میں ہیں۔

اخلاص۔ سورۂ سابقہ میں ابولہب وغیرہ مشرکین کا بوجہ شرک خسارے میں ہونے کا ذکر تھا اس میں توحید خالص بتائی گئی کہ اسپر ایمان لاؤ۔ نفع کی راہ یہ ہے۔

فلق و ناس۔ انیں سورۂ اخلاص کے مضمون توحید کی دوسرے طرز پر تکمیل کی گئی ہے۔

قرآن عہد خلافت دوم میں

پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ بعض لکھنے والوں نے اپنی یادداشت کیلئے آیات قرآنی کے ساتھ تفسیری جملے بھی لکھے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اس قسم کی تحریرات کو طلب کر کے تلف کرا دیا۔ تعلیم قرآن کیلئے مدارس قائم کئے تعلیم و معلمین و متعلمین کیلئے قواعد وضوابط بنائے، وظائف مقرر کئے۔ قرآن کی تعلیم جبری قرار دی۔ نامر عمر بن الخطاب ان لا یقرأ القرآن الا عالم بالعربیۃ وامر ابا الاسود فوضع النحو یعنی عمر نے حکم دیا کہ قرآن کو کوئی شخص سوائے عربی کے عالم کے نہ پڑھائے اور ابوالاسود کو حکم دیا کہ قواعد نحو وضع کرے (التذکار فی افضل الاذکار لابی عبداللہ محمد بن احمد القرطبی)

ایک یہ روایت بھی ہے کہ ابوالاسود کو حکم دیا کہ اعراب و نقاط قائم کریں۔ لیکن وضع نحو اور اعراب و نقاط کا کام اس عہد میں نہیں ہوا کیونکہ حضرت عمر شہید ہو گئے۔ اور ابوالاسود ایک عرصہ تک اس کام کی طرف متوجہ نہ ہو سکے۔

اس عہد میں قرآنوں کی یہ کثرت تھی کہ مصر، عراق، شام، یمن میں ایک لاکھ نسخے قرآن کے تھے۔ حجاز وغیرہ دیگر ممالک کا مذکور نہیں (کتاب الفصل)

حضرت ابی بن کعبؓ قرآن مجید کی تفسیر لکھی۔ اس تفسیر سے امام احمد بن حنبل نے مسند میں امام ابن جریر طبری نے تفسیر میں، امام حاکم نے مستدرک میں بہت کچھ لیا ہے۔ حاکم کی وفات سنہ ۴۰۵ھ میں ہوئی اس لئے

یہ تفسیر پانچویں صدی تک موجود تھی۔ (رسالہ مبادی التفسیر شیخ محمد خضری دمیاطی)

حضرت عمر نے حکم دیا کہ تراویح میں فی رکعت تیس آیتیں پڑھی جائیں تاکہ رمضان میں تین قرآن ختم ہوں (۲۰×۳۰ = ۶۰۰) (۶۰۰×۱۰ = ۶۰۰۰) (شرح احیاء العلوم)

اور کل تعداد آیات بموجب اقوال عامہ ۶۶۶۶ ہے باقی (۶۶۶) آخری ایام میں پڑھی جاتی تھیں اس طرح تیس دن میں تین ختم ہوتے تھے۔ اس عمل سے خیال ہوتا ہے کہ آیات کا شمار اُن کے عہد میں ہوا اسلئے ضرورت ہوئی کہ آیات کی تخمیس و تعشیر کی جائے۔ یعنی پانچ پانچ دس دس آیتوں پر نشان لگا دئے جائیں لیکن بعض اصحاب اس عمل کو مکروہ جانتے تھے۔ عن مسروق کان عبداللہ بن مسعودؓ یکرہ التعشیر فی القرآن یعنی عبداللہ تعشیر کو قرآن میں مکروہ جانتے تھے۔ (کتاب المصاحف ابن داؤد)

امام دانی رحمہ اللہ نے کتاب البیان میں لکھا ہے کہ فواتح السور۔ رؤس الآیات تخمیس و تعشیر کو بعض اصحاب مکروہ جانتے تھے اور مٹا دیتے تھے۔ صحابہ کی تقلید پر بعض تابعی اور تبع تابعی بھی اسکو ناپسند کرتے تھے۔ اشہب سے روایت ہے کہ امام مالک قرآن مجید میں جو سُرخ یا دوسری روشنائی سے عشرات کے نشانات بنائے جاتے تھے ناپسند کرتے تھے۔ (کتاب البیان)

تخمیس و تعشیر کے متعلق بعض نے لکھا ہے کہ یہ کام حجاج بن یوسف نے کرایا۔ بعض نے لکھا ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے کرایا۔ مگر روایات و بیانات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شمار آیات، رکوع، اجزاء تخمیس و تعشیر، فواتح السور یہ سب کام صحابہ کر چکے تھے۔ چونکہ اسمیں اختلاف تھا کہ نشانات لگائے جائیں یا نہیں اور بعض جلیل القدر اصحاب اس کے مخالف تھے۔ اسلئے تابعین و تبع تابعین میں بھی اختلاف رہا۔ اور یہ عام طور پر رائج نہ ہو سکے۔ حجاج اور خلیفہ ہارون رشید نے اس کو رائج کرایا۔

امام دانی نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تخمیس و تعشیر، فواتح سور صحابہ نے کر دئے تھے (جامع الاحکام القرآن)

حضرت عثمان کے عہد کا لکھا ہوا قرآن جو کتب خانہ انڈیا آفس لندن میں ہے اسمیں ہر سورۃ پر سورۃ کا نام اور دس آیتوں کے بعد حاشیہ پر نشان ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ یہ تمام کام صحابہ کے عہد میں ہوا ہے۔

قرآن عہد خلافت سوم میں

حضرت عثمان خلیفہ ثالث کے عہد میں اسلامی فتوحات کی تکمیل ہوئی۔ اور بہت سے نئے ممالک قبضے میں آئے۔ اسلام و قرآن تمام ہی ممالک و اقوام میں پہنچ گیا تھا۔ رسول کریم کے صحابی قریب قریب ہر جگہ پہنچ گئے تھے۔ اور تابعین کی کثرت ہو گئی تھی۔ حفظ قرآن کرنے والے، ناظرہ پڑھنے والے، لکھنے والے

کروڑوں ہو گئے تھے۔ اس عہد کے لکھے ہوئے قرآنوں کا شمار نہیں بتایا جا سکتا۔

ملک عرب کے حصص اور قبائل کی زبان میں مثل دیگر ممالک السنہ کی بعض الفاظ و کاورات میں اختلاف تھا۔ یہ اختلاف یہ تھا کہ معنی و مفہوم میں فرق نہیں آتا تھا۔ جیسے دہلی لکھنؤ کی اردو میں (نہیں) بولتے ہیں۔ حیدرآباد کی اردو میں اسکی جگہ (نکو) دہلی میں (کیلا) کہتے ہیں۔ حیدرآباد والے کیلا بولتے ہیں۔ اسی طرح قبائل عرب کے لب لہجہ میں اب بھی اختلاف ہے۔ بنو تمیم ہمزہ ابتدا کو (ع) بولتے تھے اسلم کی جگہ عسلم بولتے تھے۔ بعض قبائل مضارع کو مفتوح پڑھتے تھے، بعض مکسور

قریش اور بنو اسد مضارع کی تی کو ضمہ یا فتحہ کے ساتھ تلفظ کرتے تھے۔ جیسے یَفعل نُفعل دوسرے قبیلے والے کسرہ کے ساتھ یِفعل کہتے تھے۔ بنو اسد ع کو ن کر دیتے تھے جیسے اعطی کو انطی کہتے تھے (زاد المعاد مطبوعہ بیروت ۳۷۵)۔ اس سے اختلاف معنی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ہمارے پنجابی بھائی ق کی جگہ ک بولتے ہیں۔ قلم کو کلم کہتے ہیں مگر لکھتے قلم ہی ہیں۔ اہل دکن ق کو خ اور خ کو ق بولتے ہیں۔ یعنی قلم کو خلم۔ خزانہ کو قزانہ بولتے ہیں مگر لکھتے قلم اور خزانہ ہی ہیں۔ لیکن بعض دفعہ ہوا جو حروف زبان سے نکلتے ہیں وہ تحریر میں بھی آجاتے ہیں۔ مکرمی جناب مولوی فیض الدین صاحب ایڈوکیٹ حیدرآباد دکن نے محلہ جوبلی ہل حیدرآباد میں ایک کوٹھی خرید کی۔ کبھی وہاں رہتے، کبھی محلہ عابد شاپ کی کوٹھی میں۔ جب جوبلی ہل میں رہتے ہیں تو وہاں سے ضروری اشیاء کی فہرست آجاتی ہے۔ یہاں سے منشی صاحب اشیاء خرید کر بھیج دیتے ہیں۔ ایک دن جو فہرست آئی اسمیں پان، سپاری، مصالحہ، سبزی، فروٹ وغیرہ اشیاء لکھی ہوئی تھیں انہی میں خیمہ بھی لکھا ہوا تھا۔ ہمارے دوست مسٹر ریاض الحق صاحب علیگ سہارنپوری (مولوی صاحب کے سکرٹری) پرچہ دیکھکر متحیر ہوئے کہ خیمے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ اور کس قسم کا خیمہ درکار ہے۔ آخر فون کیا تو جواب ملا دو سیر جب سمجھ میں آیا کہ یہ (قیمہ) کی خرابی ہے۔

عربی اختلاف کا نمونہ خود حدیث میں مذکور ہے، اہل قریش (تابوت) کہتے تھے۔ زید بن ثابت (تابوہ) معنی و مطلب دونوں کا ایک، لیکن یہ خیال ضرور ہوتا تھا کہ یہ اختلاف غیر ممالک اقوام میں پہونچکر جو رنگ لائے گا وہ کتاب اور معنی مطلب دونوں میں تحریف کا باعث ہوگا۔ اس قسم کا اختلاف شام وغیرہ میں زیادہ پھیلتا جاتا تھا۔ حضرت حذیفہ بن الیمان جب ۲۵ھ میں غزوہ آرمینیا و آذربیجان سے لوٹے تو انہوں نے حضرت عثمان سے اس اختلاف کا تذکرہ کیا۔ یہ حدیث ترمذی میں ہے:۔

عن انس ان حذیفة قدم علی عثمان وکان یغازی اهل الشام فی فتح ارمینیة آذربیجان

مع اهل العراق فرأى حذيفة اختلافهم في القرآن فقال لعثمان بن عفان يا امير المؤمنين ادرك هذه الامة قبل ان يختلفوا في الكتاب كما اختلف اليهود والنصارى فارسل الى حفصة ان ارسلي الينا بالصحف ننسخها في المصاحف ثم نردها اليك فارسلت حفصة الى عثمان بالصحف فارسل عثمان الى زيد بن ثابت وسعيد بن العاص وعبد الرحمن الحارث بن هشام وعبد الله بن الزبير ان انسخوا الصحف في المصاحف وقال للرهط القرشيين الثلاثة ما اختلفتم انتم وزيد بن ثابت فاكتبوه بلسان قريش فانما نزل بلسانهم حتى نسخوا الصحف في المصاحف وبعث عثمان الى كل افق بمصحف من تلك المصاحف التي نسخوا، قال الزهري وحدثني خارجة بن زيد ان فقدت اية من سورة الاحزاب كنت اسمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأها من المؤمنين رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر فالتمستها فوجدتها مع خزيمة بن ثابت او ابي خزيمة فالحقتها في سورتها۔ هذا حديث حسن صحيح وهو حديث الزهري ولا نعرفه الا من حديثه

یعنی انس کہتے ہیں کہ حذیفہ آذربیجان کے غزوہ سے واپس ہو کر خلیفہ کے پاس آئے اور کہا کہ لوگوں میں قرآن کی قراءت میں بہت اختلاف ہے۔ قبل اس کے کہ لوگ یہود و نصاریٰ کی طرح گمراہ ہوں، آپ اس کا انتظام کر دیجئے۔ خلیفہ نے ام المؤمنین حفصہ سے وہ صحیفے طلب کئے (جو حضرت ابوبکر نے جمع کرائے تھے) اور کہا کہ وہ بھیج دو میں ان کی نقلیں کرا کر تم کو واپس بھیج دوں گا اور حضرت عثمان نے زید، سعید، عبد الرحمن عبد اللہ کو نقل کرنے پر مامور کیا۔ اور فرمایا کہ اگر تم میں اختلاف ہو تو لغت قریش پر لکھو۔ ان لوگوں نے نقلیں کیں جن کو حضرت عثمان نے اطراف میں بھیج دیا۔ زہری کہتے ہیں کہ مجھ سے زید کے بیٹے خارجہ نے بیان کیا کہ سورہ احزاب کی اس آیت کو جسے میں نے آنحضرت کو پڑھتے سنا نہیں پایا۔ تلاش کی تو خزیمہ کے پاس سے ملی۔ میں نے اسکو اپنی جگہ پر رکھ دیا۔

اختلاف کے متعلق پہلے لکھا جا چکا ہے کہ کس قسم کا اختلاف تھا۔ جمع عثمانی کی کیفیت اس طرح مذکور ہے

فقام عثمان فقال من كان عنده من كتاب الله شئ فلياتنا به وكان لا يقبل من ذلك شئ حتى يشهد عليه شاهدان یعنی حضرت عثمان نے اپنے عہد خلافت میں اعلان کیا کہ جس کسی کے پاس کچھ قرآن لکھا ہو وہ ہمارے پاس لائے اور وہ نہیں قبول کرتے تھے بغیر دو گواہوں کے (کنز العمال کتاب الاذکار باب جمع القرآن)

مولانا عبد الحق حقانی دہلوی نے اس کو ذرا تفصیل سے بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ عثمان نے پھر

زید بن ثابت کو اس (نسخۂ ابوبکر) سے نقل کرانے پر مامور فرمایا۔ زید بن ثابت نے پھر ویسا ہی اہتمام کیا جیسا عہد ابوبکر میں کیا تھا) پھر وہ اجزا جمع کئے اور حفاظ کو بھی شریک کیا۔ اور وہ نسخہ (ابوبکر والا) بھی سامنے رکھا اور مسجد کے دروازے پر دو شخص بٹھاوئے ان میں ابی بن کعب بھی تھے (تاریخ الحدیث) کہ آتے جاتے نمازیوں سے کہیں کہ جس کے پاس جس قدر قرآن ہو وہ گواہوں کی شہادت سے پیش کرے (ایک کتابت اور دوسرا حفظ) اور اپنے ساتھ اہتمام میں عبداللہ بن زبیر، سعید بن العاص اور عبدالرحمن بن الحارث ابن ہشام و عبداللہ بن عمرو بن العاص و عبداللہ بن عباس کو بھی شامل کیا۔ بعض نے لکھا ہے کہ بارہ اشخاص اس کام پر مامور کئے گئے تھے۔ اس طرح قرآن لکھا۔ ابوبکر والا نسخہ حضرت حفصہ کے گھر بھیج دیا گیا۔ چونکہ عثمان کے عہد میں پھر از سر نو اہتمام کیا گیا تھا۔ اسلئے جامع القرآن مشہور ہوئے (البیان فی علوم القرآن)

علامہ بدرالدین عینی نے اس روایت کا دوسرا طریق بیان کیا ہے جو ابراہیم بن اسمٰعیل بن مجمع عن ابن شہاب سے ہے اسمیں اس آیت کے نہ ملنے کے واقعہ کو حضرت ابوبکر کے عہد خلافت کا واقعہ بتایا ہے جس کا ذکر بیان جمع قرآن عہد خلافت اول میں آچکا ہے۔ (عمدۃ القاری باب جمع القرآن)

ایسا ہی علامہ ابن کثیر نے فضائل القرآن میں لکھا ہے۔ اس جمع سے اس فقرے کا تعلق نہیں۔

غرض لغت قریش کی موافق زید بن ثابت وغیرہ نے ایک نسخہ طیار کیا۔ اس زمانہ تک قرآن ایسی قراءتوں پڑھتے جن پر سبعہ احرف کا اطلاق ہوتا تھا (اتقان نوع ۱۸) اب سب ایک لغت پر متفق ہو گئے، اس نسخہ کا نام مصحف الامام ہوا جس کو حضرت عثمان نے اپنے لئے رکھا (زرقانی جلد اول)۔ اس پر لکھا گیا هذا ما جمع عليه جماعة من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم منهم زيد بن ثابت و عبدالله بن الزبير و سعيد بن العاص آگے اور اصحاب کے نام ہیں۔ (نفح الطیب مصری جلد اول ص ۲۵۳)

ابن خلدون نے لکھا ہے کہ یہ قرآن سنہ ۲۷ھ میں لکھا گیا لیکن امام ابن حجر نے لکھا ہے کہ سنہ ۲۵ھ میں لکھا گیا (فتح الباری) یہی صحیح ہے کیونکہ غزوۂ آذربیجان جس کا ذکر حدیث میں ہے سنہ ۲۵ھ میں ہوا۔

اس عہد میں بھی قرآن خط حجری میں لکھا گیا۔ اس عہد کے مروجہ قرآن اب تک موجود ہیں۔

چونکہ عبداللہ بن عمر صحابی سے رسول کریم نے فرمایا تھا کہ قرآن ایک مہینے میں ختم کیا کرو۔ گویا یہ زیادہ سے زیادہ مدت ختم قرآن کی آپ نے فرمائی تھی۔ اور رمضان میں بھی کم سے کم ایک قرآن کا ختم ہونا ضروری ہے۔ اسلئے حضرت عثمان نے جو قرآن لکھا ہے وہ تیس جزو پر ہے (اس زمانہ میں جزو دس ورق کا مانا جاتا تھا) اعراب و نقاط کا رواج لکھنے میں اس عہد تک نہیں ہوا تھا۔ اسماء سور اور تخمیس و تعشیر کے نشانات لکھے جاتے تھے۔ رکوع کی تقسیم بھی حضرت عثمان نے کی۔ قرآن لکھانے میں اس درجہ احتیاط کی گئی کہ ایک حرف

بھی ادھر سے اُدھر نہ ہو سکا۔ اور وہی رسم الخط رہا جو جبریل نے حضور کو تعلیم کیا تھا۔

قال ابن الزبیر قلت لعثمان بن عفان وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ الایۃ قال قد نسختہا الآیۃ الاخری فلم تکتبہا او تدعہا قال یا ابن اخی لا اغیر شیئا منہ من مکانہ یعنی عبداللہ بن زبیر جب قرآن لکھ رہے تھے حضرت عثمان سے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہے اس کو نہ لکھوں حضرت عثمان نے کہا کہ میں اسمیں کچھ بھی تغیر نہیں کر سکتا (بخاری کتاب المغازی)

چونکہ رمضان میں ایک قرآن کا سننا مسنون ہے اور رسول کریم نے ختم قرآن کی مدت زیادہ سے زیادہ ایک ماہ فرمائی ہے۔ اسلئے حضرت عثمان نے تراویح میں دس آیت فی رکعت پڑھنے کا حکم دیا تاکہ ایک مہینے میں قرآن ختم ہو سکے (شرح احیاء العلوم)

(۱۰ × ۲۰ × ۳۰ = ۲۰۰ × ۳۰ = ۶۰۰۰) اور کل آیات کی تعداد (۶۶۶۶) ہے باقی آیات کو انہیں ایام میں پورا کیا جاتا تھا۔

بعض لوگ کہدیتے ہیں کہ اختلاف قرات تو آج تک موجود ہے۔ حضرت عثمان نے کون اختلاف مٹایا۔ ان کو معلوم نہیں کہ صحابہ کی قرائتیں کتابوں میں موجود ہیں اور اکثر قراتیں جاری ہیں۔ یہ اختلاف قراۃ مقصود نہیں بلکہ اختلاف لغت سے جو اختلاف قرات واقع ہوتا تھا وہ مراد ہے جسکی نظیر ہم پیش کیا چکے ہیں جیسے بنو سعد حج کو ن پڑھتے تھے اور اعمیٰ کو انجمیٰ کہتے تھے۔ یہ اختلاف مٹایا گیا ہے۔

حضرت عثمان سے جب لوگوں نے بغاوت کی تو ان پر بعض معاملات میں الزامات تراشے گئے بعض فقہی مسائل کے اختلافات کو بناء فساد بنایا گیا اور طعن کئے گئے لیکن قرآن کے معاملہ میں ان کو کوئی کچھ نہ کہہ سکا۔ اس کا باعث صرف یہ ہے کہ انہوں نے اسمیں کوئی تصرف نہیں کیا اور نہایت احتیاط سے کام کیا۔

غرض جب ایک نسخہ قرآن کا مرتب ہو گیا۔ پھر اسکی سات نقلیں کرائی گئیں۔ ایک مدینہ میں رکھی گئی اور چھ مکہ، بصرہ، کوفہ، یمن، شام اور بحرین کو بھیجی گئیں۔ عبداللہ بن سائب مکہ کو، مغیرہ بن شہاب شام کو، ابو عبدالرحمن سلمی کوفہ کو عامر بن قیس بصرہ کو لیگئے۔ یمن و بحرین کے متعلق مجھکو پتہ نہیں چلا کہ کون بزرگ لے گئے۔ جب یہ قرآن مکمل ہو گئے اصل نسخہ حضرت حفصہ کو واپس کر دیا گیا۔ متفرق تحریرات تلف کر دی گئیں تاکہ آئندہ کسی کو جعل سازی اور فتنہ پردازی کا موقع نہ ملے۔

یہ قرآن کی تیسری تدوین تھی۔ حاکم نے مستدرک میں روایت کی ہے کہ قرآن تین مرتبہ مدون ہوا۔ ایک دفعہ عہد رسول میں، دوسری دفعہ عہد خلافت ابوبکر میں، تیسری دفعہ عہد عثمانی میں۔ حضرت عثمان کے عہد کے جو نسخے موجود ہیں۔ ان میں سورتوں کے نام اور دس آیتوں کے بعد حاشیہ پر نشانی ہے۔

اس عہد میں حضرت عبداللہ بن مسعود نے ایک مصحف مطلا دیکھ کر فرمایا کہ قرآن کی زینت اس کی تلاوت ہے (کنز العمال جلد اول ص۲۳۱)

اختلاف مصاحف

مصحف ابن مسعود

حضرت عبداللہ بن مسعود کا مصحف اس مصحف کے خلاف تھا۔ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ عبداللہ بن مسعود نے چار مرتبہ قرآن لکھا، اول عہد رسول میں، دوسرے مختلف سورتیں، پھر مکمل قرآن جو اپنی معلومات کے مطابق ترتیب نزول لکھا تھا۔ تیسری بار عہد صدیقی میں۔ یہ بیان عہد صدیقی کے قرآن کے متعلق ہے۔ اس مصحف میں اور اسمیں کیا اختلاف تھا۔ نہ تعداد سور میں اختلاف تھا۔ نہ آیات میں نہ ترتیب میں چونکہ رسول کریم نے فرمایا تھا کہ قرآن سبعۃ احرف پر نازل ہوا ہے اسلئے انہوں نے قرآن اپنے قبیلہ کے لغت پر لکھا تھا۔ امام ابن حزم نے لکھا ہے مصحف ابن مسعود انما فیہ قراءتہ یعنی ابن مسعود کا مصحف اُن کی قراءت پر تھا (کتاب الفصل جلد ثانی ص۷۸) اور یہ قرآن لغت قریش پر ہے۔ عہد عثمانی میں جب باجماع صحابہ قرآن لغت قریش پر جمع کیا گیا تو ان کو اختلاف ہوا لیکن پھر انہوں نے رجوع کر کے قرآن لغت قریش ہی پر لکھا جو آج تک موجود ہے۔

اختلاف لغات کے متعلق لکھا جا چکا ہے کہ یہ صرف ادائے حروف میں تھا۔ اس سے معنی و مطلب پر کچھ اثر نہیں پڑتا تھا۔ اہل یمن س کو تا سے بدل دیتے تھے، بجائے الناس کے النات بولتے تھے۔ معنی وہی تھے۔ آدمی۔ اور ک کو ش سے بدلتے تھے۔ بجائے کلام کے شلام بولتے تھے۔

قبیلہ ہذیل ح کو ع سے بدل دیتے تھے حتی کو عتی بولتے تھے۔

قبیلہ حمیر لام تعریف کو میم سے بدل دیتے تھے بجائے الشمس والقمر کے امشمس وامقمر بولتے تھے۔

قبیلہ قضاعہ یائے مشددہ یا مخففہ یا مقصورہ کو جیم سے بدل دیتے تھے۔ عشی کی جگہ عشج بولتے تھے۔ ہمارے اس زمانہ میں اس اختلاف سے معنی میں کوئی تغیر نہیں ہوتا تھا جیسے ہندوستان میں دہلی والے قلم بولتے ہیں۔ پنجاب والے کلم حیدرآباد والے خلم معنی مطلب ایک ہی ہے۔ اس قسم کے الفاظ جن کے اختلاف کی مثالیں نقل کی ہیں۔ جب غیر ممالک کے اقوام میں پہنچتے اور کچھ زمانہ گذر جاتا تو کیا ہوتا۔ یہ صورت بھی مصحف عثمانی سے بعض صحابہ کے اس اختلاف کی مثال حدیث میں بھی بتائی گئی ہے۔ قریش تابوت بولتے تھے زید بن ثابت (تابوہ)

مصحف زید بن ثابتؓ

زید بن ثابت کے قبیلہ کا لغت قبیلہ قریش سے ملتا جلتا تھا۔ اس لئے اُن کے مصحف کے متعلق کہا گیا ہے۔ اقرب المصاحف من مصحفنا یعنی زید کا قرآن ہمارے قرآن سے قریب تھا۔

مصحف اُبی بن کعبؓ

یہ بھی قریشی نہ تھے۔ انکا قرآن بھی ان کے قبیلے کی قراءت پر تھا۔ (قرآن کی دوسری صورتیں فی الفور نابود نہیں ہو گئیں تھیں۔ خصوصیت سے ہمیں اُبی کے نسخہ کے متعلق کچھ اطلاعات ملتی ہیں جو فہرست اسکی سورتوں کی دی گئی ہے اگر وہ صحیح ہے تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ اُبی کے نسخے میں وہی کچھ تھا جو موجودہ قرآن میں ہے۔ اس صورت میں ماننا پڑے گا کہ اُبی کے مصحف کی بنا بھی اسی اصل مصحف پر ہو گی جو زید نے جمع کیا تھا۔ یہی بات ابن مسعود کے مصحف پر بھی صادق آتی ہے اور اسکی فہرست سے بھی جو ہم تک پہونچی ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ لمبی سورتوں یعنی طوال کو پہلے رکھنے میں ابن مسعود نے زید سے بھی بڑھکر عمل کیا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا)

مصحف علیؓ

پڑھے لکھے تمام اصحاب رسول کریم نے حضور کے عہد میں قرآن لکھا۔ مگر اسکی وہی چند صورتیں تھیں جو ہم بیان کتابت میں لکھ چکے ہیں۔ حضرت علی نے بھی حضور کی حیات میں اپنی معلومات کے موافق ترتیب نزول لکھا جب حضور کی وفات ہو گئی اور معلوم ہو گیا کہ اب کلام ختم ہو گیا۔ اب اسمیں ناسخ و منسوخ بھی نہیں ہوگا۔ اسمیں اور بھی نہیں آئے گا۔ اسوقت صحابہ نے اس ترتیب پر قرآن لکھا جس ترتیب پر حضور پڑھتے تھے اور وہی ترتیب اب تک جاری ہے۔ اسکے متعلق کسی صحابی کا اختلاف کرنا صحیح روایت سے ثابت نہیں۔ اختلاف قراءۃ تھا، حضرت عثمانؓ نے سب کے اجماع سے سب کو لغت قریش پر جمع کر دیا۔ اختلاف مصاحف کے متعلق جو روایات ہیں وہ عہد رسول کے لکھے ہوئے مجموعوں اور ترتیب سے قبل کی تحریرات سے متعلق ہیں۔ ترتیب کے بعد کوئی قرآن خلاف ترتیب نہیں لکھا گیا۔ ترتیب سے قبل جس جس قسم کے لکھنے والے تھے اُن کی تفصیل ہم نے کہیں لکھدی ہے۔

جامع قرآن

حضرت عثمان کو ہمیشہ سے جامع قرآن کہتے چلے آئے ہیں۔ نئے مصنفوں نے یہ لکھا ہے کہ یہ خطاب غلط مشہور ہو گیا۔ میرے نزدیک ان کا یہ خطاب صحیح ہے۔

جمع سے ایک تو یہ مطلب ہے کہ بہ وجوہ رسول کریم سے حاصل کیا ہو۔ حضرت عثمان قدیم الاسلام صحابی تھے

عقل تقاضا کرتی ہے کہ وہ اسمیں سے مقدم سب رہوں گے۔ جمع سے مراد کتابت بھی ہے اسمیں بھی وہ سب مقدم سب رہوں گے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں

وابن ابی داؤد در کتاب المصاحف ودیگر محدثان معتبر روایت کردہ اند کہ چون مصریان در خانہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ برائے کشتن درآمدند مصحف مجید پیش روئے ایشان بود و میخواندند اول آن اشقیا بر سر دو دست ایشان شمشیر زدند خون ایشان جاری شد و بر ہمین آیت افتاد۔ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ ایشان بیک دست خود خون را از مصحف دور میکردند۔ وی فرمودند کہ قسم بخدا کہ این دست اول دستے است کہ نوشتہ مفصل قرآن را (از فتح العزیز)

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اول کتابت وجمع قرآن سے حضرت عثمان فارغ ہوئے وفی الریاض من حدیث ابو ثور الفهمی عن عثمان ولقد جمعت القرآن علی عهد رسول الله صلی الله علیہ وسلم

ازالۃ الخفا میں جو حدیث جمع قرآن کے متعلق بیان جمع قرآن میں نقل کیا جا چکی ہے اسمیں قرآن جمع کرنے والوں میں پہلے حضرت عثمان کا نام ہے۔ قرآن کی سورتوں میں انفال و براءۃ کی ترتیب ان کی رائے کے موافق ہوئی ہے آخر میں یہ کہ انہوں نے ایک لغت پر سبکو جمع کر دیا اور قرآن مرتب کرایا۔

ان تمام امور پر نظر کرنے سے یہ خیال صحیح طور پر قائم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان کا یہ قدیم خطاب صحیح اور اُن کے لئے موزون ہے۔

قرآن عہد خلافت چہارم میں

حضرت علی کا عہد خلافت خانہ جنگی اور اضطراب میں گذرا۔ آپ کے عہد میں صرف اسقدر ہوا کہ کثرت سے قرآن لکھے گئے۔ تعلیم عام رہی۔ صاحبزادگان والاشان نے بھی قرآن لکھے۔ خلیفہ نے اپنے شاگرد ابوالاسود کو چند ہدایات لکھکر دیں کہ ان کے موافق قواعد کو مرتب کرے (حاشیہ اعراب دیے) تاکہ فہم قرآن میں سہولت ہو اور حفاظت قرآن کو تقویت ہو۔ آیندہ علوم قرآنی کا سنگ بنیاد یہی اصول ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس متوفی سنہ ھ نے تفسیر لکھی۔ اس تفسیر کے متفرق نسخے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ حضرت علی اور صاحبزادگان کے لکھے ہوئے قرآن اور سپارے اکثر کتب خانوں میں موجود ہیں اور بھی اس عہد کے قرآن ہیں۔ اس عہد تک بھی نقاط وحرکات کا کثرت میں رواج نہیں ہوا تھا۔

قرآن اور خاندان رسالت

حضرت علی اور امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنہم مشہور کاتبین قرآن وحفاظ وقراء میں سے تھے ان

حضرات کے لکھے ہوئے قرآن موجود ہیں۔

مفسرین قرآن میں حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عباس (رسول کریم کے چچا زاد بھائی) سب سے بڑے مفسر مانے گئے ہیں۔ ابن عباسؓ کا لقب حبرالامۃ ترجمان القرآن تھا۔ ازواج مطہرات میں امہات المومنین حضرت عائشہؓ حضرت ام سلمہؓ حضرت حفصہؓ حافظ وقاری و مفسر تھیں۔ حضرت ام سلمہ قرآن بالکل رسول کریم کے طرز پر پڑھتی تھیں۔

ابوبکر عاصم بن ابی النجود (جو قراء سبعہ میں سے ہیں) کا سلسلۂ تلمذ حضرت علی سے بھی ملتا ہے کیونکہ یہ شاگرد تھے ابو عبدالرحمن بن حبیب السلمی کے اور ابو عبدالرحمن نے حضرت علی سے قرات سیکھی۔

امام زین العابدینؓ بن امام حسینؓ قاری بھی تھے اور قرآن بھی لکھتے تھے۔

امام باقر بن امام زین العابدینؓ مشہور قراء میں سے تھے۔

امام جعفر صادق بن امام باقر بڑے مشہور قاری تھے۔ ابوعمارہ بن حبیب الزیات معروف حمزہ (جو قراء سبعہ میں سے ہیں) امام جعفر کے شاگرد تھے۔ اور امام جعفر کا سلسلۂ سند ان کے جد اعلیٰ حضرت علی اور حضرت ابی بن کعب سے ملتا ہے۔

عبداللہ بن عباس صاحب تفسیر ہیں، امام باقر بھی صاحب تفسیر ہیں۔ ان کے لکھے ہوئے قرآن موجود ہیں۔ مشہور قاری نافع بن عبدالرحمن شاگرد تھے شیبہ بن نصاح کے اور شیبہ شاگرد تھے ابن عباس کے۔

مشہور مفسرین امام مالک سفیان ثوری امام جعفر کے شاگرد تھے۔

امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر قاری تھے اور قرآن لکھتے تھے۔

مشہور امام و مفسر و محدث و مجتہد و فقیہ امام حسن بصری نے ام المومنین ام سلمہ کا دودھ پیا تھا۔ صوفیاء ان کو حضرت علی کا شاگرد کہتے ہیں۔ محدثین کو اس میں کلام ہے۔ مگر امام حسنؒ کے فیضیافتہ ہونے میں شک نہیں۔

حدیث قرآن ہی کی تفسیر ہے۔ اصطلاح محدثین میں اصح الاسانید اس روایت کو کہتے ہیں جسکو امام زین العابدین نے اپنے والد ماجد امام حسین اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت علی سے روایت کیا ہو۔

حضرت عائشہ اور حضرت علی نے قرآن کی آیتوں کا شمار کیا۔ امام جعفر نے آیات کی تقسیم بتائی کہ اتنی آیات جہاد ہیں۔ اتنی معاملات وغیرہ کی۔ اسکی تفصیل دوسرے موقعہ پر ہوگی۔

غرض ہر ملک اور ہر زمانہ میں خاندان رسالت سے قرآن کی خدمت ہوتی رہی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ قرآن کے ان مشہور سات قراء میں سے ہیں جو صحابہ میں ممتاز تھے۔ قراء صحابہ میں ابی بن کعب کو اقرأکم کا خطاب تھا۔ خاندان رسالت میں ابی کی قرات رائج تھی۔

شیعہ مذہب کی مستند کتاب اصول کافی کی کتاب فضل القرآن باب النوادر میں امام جعفر صادق کی حدیث ہے "اما نحن فنقرء علی قراءۃ اُبی" یعنی ہم ابی بن کعب کی قراءت پر قرآن پڑھتے ہیں۔

مولوی سید محمد ہارون خان مجتہد اپنی کتاب علوم القرآن مطبوعہ یوسفی دہلی ۱۹۱۳ء میں لکھتے ہیں۔

"قاریان قرآن جن کی قراءت پر اعتماد ہو سکتا ہے دس ہیں

ایک ابو جعفر یزید بن قعقاع ہے جو عبداللہ بن عباس کا شاگرد ہے اور وہ اُبی بن کعب اور وہ رسول اللہ کا۔
دوسرا نافع بن عبدالرحمن ہے اس نے ابو جعفر سے پڑھا ہے۔ اور نیز شیبہ بن الفضل سے اور یہ شاگرد ہیں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے۔
تیسرا عاصم ہے جسکی دو روایتیں ہیں ایک روایت حفص بن سلیمان بزار سے، دوسری ابو بکر بن عیاش سے
چوتھا حفص ہے اسکی چار روایتیں ہیں۔
پانچواں حمزہ بن حبیب الزیات ہے جسکی سات روایتیں ہیں
چھٹا ابو الحسن علی بن حمزہ کسائی ہے جسکی چھ روایتیں ہیں۔
ساتواں خلف بن ہشام بزار ہے۔
آٹھواں ابو عمرو بن علا ہے جسکی تین روایتیں ہیں۔
نواں یعقوب ہے جس کی تین روایتیں ہیں۔
دسواں عبداللہ بن عامر ہے "

جنمیں سے سات زیادہ مشہور ہیں۔ عاصم جن کا ذکر انہوں نے نمبر تین پر کیا ہے۔ ان کا سلسلہ تلمذ حضرت علی سے بھی ہے کیونکہ عاصم نے ابو عبدالرحمن بن حبیب السلمی کی بھی شاگردی کی ہے اور ابو عبدالرحمن حضرت علی کے شاگرد تھے۔ اور امام القراء حمزہ (جو قراء سبعہ میں ہیں) امام جعفر صادق کے شاگرد تھے۔

قراء صحابہ رضی اللہ عنہم

عہد رسالت و زمانہ خلافت میں جو کوئی بھی قرآن سیکھتا تھا وہ باقاعدہ پڑھتا تھا۔ اس طرح سبھی قاری تھے۔ اس جماعت میں جنہوں نے مکمل قرآن باقاعدہ حفظ کیا زیادہ مشہور اصحاب ذیل تھے۔

ابوبکر بن صدیق۔ عمر بن الخطاب۔ عثمان بن عفان۔ علی ابن ابی طالب۔ اُبی بن کعب۔ ابن مسعود زید بن ثابت۔ ابو موسیٰ اشعری۔ ابو الدرداء۔ سالم۔ طلحہ۔ زبیر۔ سعد۔ حذیفہ۔ ابو ہریرہ۔ عبداللہ بن عمر عبداللہ بن عباس۔ عبداللہ بن الزبیر۔ عمرو بن العاص۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص۔ عبدالرحمان بن عوف ابو عبیدہ بن الجراح۔ خالد بن الولید۔ عبادہ بن الصامت۔ معاویہ بن ابی سفیان۔ عبداللہ بن السائب

ابوزید۔ مجمع بن جاریہ۔ مسلمہ بن مخلد۔ تمیم الداری۔ عقبہ بن عامر۔ انس بن مالک۔ عیاش۔ ابوالحارث عبداللہ بن عباس قرشی۔ فضالہ بن عبید انصاری۔ واثلہ بن الاسقع۔ امام حسن۔ امام حسین۔

صحابیات میں

حضرت عائشہ۔ حضرت حفصہ۔ حضرت ام سلمہ۔ ام ورقہ بن نوفل۔ (کتاب القراۃ ابوعبید البدایہ)

ان مشاہیر میں سات اصحاب ایسے ہیں جن کی سند سب سے زیادہ مسلم ہے۔ من جملتھم سبعۃ اعلام دارت علیھم اسانید القرآن وذکروا فی صدور الکتب والاجازات عثمان بن عفان وعلی ابن ابی طالب وابی بن کعب وعبداللہ بن مسعود وزید بن ثابت وابو موسیٰ الاشعری وابوالدرداء یعنی ان میں سات امام یہ ہیں۔ عثمان، علی، ابی، ابن مسعود۔ زید۔ ابوموسیٰ۔ ابوالدرداء (طبقات القراء)

انہیں ابی بن کعب کا خطاب اقرا القوم تھا۔ خاندان رسالت میں انہی کی قرات رائج تھی۔

امام جعفر صادق کا قول ہے انا نحن نقرأ علی قراءۃ ابی۔ ہم ابی بن کعب کی قرات پر قرآن پڑھتے ہیں (اصول کافی کتاب فضل القرآن باب النوادر)

ام المومنین ام سلمہ قرآن مجید رسول کریم کے طرز پر پڑھتی تھیں۔

قرآن خلافت راشدہ کے بعد قرن اول میں ۱۰۰ھ تک

امام حسن امام حسین نے قرآن لکھے جو اب تک موجود ہیں۔ چونکہ حضرت عمر نے ابوالاسود کو وضع نحو کا حکم دیا تھا اور حضرت علی نے قواعد نحو لکھ کر دئے تھے۔ زمانہ خلافت امیر معاویہ تک ابوالاسود اس کام کو نہ کر سکے کیونکہ وہ جنگ و جہاد اور کاروبار حکومت میں مشغول رہے۔ حکومت سے سبکدوش ہونے کے بعد انہوں نے ایک رسالہ قواعد نحو میں اور ایک اعراب قرآن کے متعلق لکھا۔ اکثر مصنفین نے لکھا ہے کہ خلیفہ ولید بن عبدالملک نے حجاج بن یوسف کو لکھا اور اس نے ابوالاسود کو حکم دیا کہ قرآن پر اعراب لگائے۔ بعض نے لکھا ہے کہ زیاد بن سمیہ (ابن ابیہ یا ابن ابی سفیان بھی مشہور ہے) نے ابوالاسود کو یہ حکم دیا تھا لیکن بروئے واقعات یہ دونوں قول صحیح نہیں معلوم ہوتے۔ ابوالاسود بنی امیہ کے مخالف تھے۔ اس لئے نہ حجاج ان کو حکم دے سکتا تھا نہ وہ تعمیل کرتے۔ زیاد ابوالاسود کو کیا حکم دیتا وہ تو بعہد خلافت حضرت علی ابوالاسود کا ماتحت تھا۔ اور ان دونوں میں ہمیشہ ان بن رہی۔ ابوالاسود نے زیاد کی ہجو لکھی تھی۔ جو آج تک مشہور ہے۔

ابوالاسود نے جو کچھ کیا وہ حضرت عمر اور حضرت علی کے ارشادات کی تعمیل میں کیا اور بطور خود کیا

اور عہد خلافت راشدہ کے بعد کیا۔ میرے خیال میں انہوں نے یہ کام ۴۰ھ کے بعد کیا ہے کیونکہ ۴۰ھ تک وہ کاروبار حکومت میں مشغول رہے۔ ۴۰ھ میں ان کو امیر معاویہ نے معزول کیا۔ اس کے بعد ۲۷-۲۶ برس فرصت میں رہے۔ ۶۹ھ میں وفات پائی۔ اس مدت میں انہوں نے یہ کام کیا۔

ابوالاسود نے نقاط نہیں لگائے بلکہ اعراب بشکل نقاط قائم کئے۔

خلیفہ عبدالملک بن مروان متوفی ۸۶ھ نے حضرت سعید بن جبیر تابعی ۹۵ھ سے تفسیر لکھائی جو خزانہ شاہی میں محفوظ رکھی گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ تفسیر عطا بن دینار تابعی کے ہاتھ آ گئی اور انہی کے نام سے مشہور ہوئی (میزان الاعتدال) اسی خلیفہ نے قرآن میں نقطے لگانے کا حکم دیا لیکن یہ کام اس کے بیٹے ولید کے عہد میں ہوا۔

خلیل بن احمد بصری ۱۷۰ھ نے خط حیری میں اصلاح کر کے مشہور خط کوفی ایجاد کیا۔ یہ اصلاح تقریباً ۱۵۰ھ میں ہوئی۔ اس زمانہ سے قرآن خط کوفی میں لکھے جانے لگے۔

اس عہد کے مشہور کاتب اور معلم قرآن امام زین العابدین ۹۴ھ، امام باقر ۱۱۴ھ، امام جعفر ۱۴۸ھ تھے۔ امام باقر نے تفسیر لکھی، امام جعفر نے آیات کی تقسیم قرار دی کہ اس قدر آیات جہاد کے متعلق ہیں، اس قدر معاملات وغیرہ کے متعلق۔

قطبہ (بعہد عبدالملک بن مروان) مشہور کاتب قرآن تھا۔ سعد کاتب خلیفہ ولید بن عبدالملک نے قرآن سونے سے لکھا۔ خالد بن ابی الہیاج نے ایک طلائی قرآن لکھ کر خلیفہ عمر بن عبدالعزیز ۱۰۱ھ کے حضور میں پیش کیا۔

ابو یحییٰ مالک بن دینار نے بھی کئی قرآن لکھے۔ غلام سامہ بن لوی بن غالب اُجرت پر قرآن لکھتے تھے۔ خدا جانے عمر میں کتنے قرآن لکھے ہوں گے۔ ضحاک بن عجلان ۱۰۵ھ بھی مشہور قرآن نویس تھے۔

سعید بن جبیر ۹۵ھ۔ ابی العالیہ ۹۰ھ۔ ابراہیم نخعی ۹۵ھ۔ امام باقر ۱۱۴ھ۔ حسن بصری ۱۱۰ھ۔ شعبہ بن الحجاج ۱۶۰ھ۔ سفیان ثوری ۱۶۱ھ۔ اس عہد کے مشہور مفسر ہوئے۔ اور بھی بڑے بڑے مفسر تھے اور بہت سی تفسیریں لکھی گئیں۔ اس قرن کے قرآن پڑھنے والوں میں زیادہ مشہور امام اعظم ابو حنیفہ ۱۵۰ھ تھے کہ ایک رکعت میں قرآن ختم کرتے تھے۔

اس عہد میں ہر شہر و قریہ میں قاری تھے۔ مکہ۔ مدینہ۔ بصرہ، دمشق یہ خاص مرکز تھے۔ ان شہروں میں سینکڑوں قاری تھے۔ زیادہ مشہور

مدینہ میں امام زین العابدین ۹۴ھ، سعید بن المسیب ۹۴ھ۔ امام باقر ۱۱۴ھ، امام جعفر ۱۴۸ھ

نافع بن عبدالرحمن سنہ ۱۶۹ھ۔

مکہ میں طاؤس سنہ ۱۰۶ھ۔ عطا بن ابی رباح سنہ ۱۱۴ھ۔ عبداللہ بن کثیر سنہ ۱۲۰ھ۔ مجاہد بن جبیر سنہ ۱۰۳ھ
کوفہ میں علقمہ بن قیس سنہ ۶۲ھ۔ اسود بن یزید سنہ ۷۵ھ۔ سعید بن جبیر سنہ ۹۵ھ۔ مجاہد بن جبیر سنہ ۹۵ھ
عاصم بن ابی النجود سنہ ۱۲۸ھ۔ سلیمان بن مہران الاعمش سنہ ۱۴۸ھ۔ ابو عمارہ حمزہ بن حبیب الزیات سنہ ۱۵۶ھ
بصرہ میں ابوالاسود دؤلی سنہ ۶۹ھ۔ یحییٰ بن یعمر سنہ ۹۰ھ۔ نصر بن عاصم سنہ ۹۰ھ۔ امام حسن بصری سنہ ۱۱۰ھ
امام محمد بن سیرین سنہ ۱۱۰ھ۔ قتادہ سنہ ۱۱۷ھ۔ ابو عمرو بن العلاء بن عمار بن العریان المازنی سنہ ۱۵۴ھ
دمشق میں عبداللہ بن عامر سنہ ۱۱۸ھ۔

اسی عہد سے علوم قرآن پر تصانیف کا سلسلہ شروع ہوا۔ عکرمہ تابعی سنہ ۱۰۵ھ۔ علی بن ابی طلحہ سنہ ۱۴۳ھ
مقاتل بن سلیمان سنہ ۱۵۰ھ نے علم وجوہ و نظائر پر رسائل لکھے۔

حنظلہ نے بیان کیا کہ میں طاؤس کے ہمراہ اس قوم پر گزرا جو قرآن فروخت کرتے تھے اس پر طاؤس نے انا للہ پڑھا (طبقات ابن سعد جلد پنجم ص ۱۳)

قرآن قرن ثانی میں
سنہ ۱۷۱ھ سے سنہ ۲۲۰ھ تک

جس قدر اسلام اور سلطنت اسلام کو ترقی ہوتی گئی۔ قرآن پڑھنے والوں، قاریوں، کاتبوں، مصنفوں، مفسروں کی کثرت ہوتی گئی۔ ہر ملک و قوم میں بڑے بڑے ائمہ، مشائخ، علماء و مشاہیر و امراء نے کتابت قرآن کا شرف حاصل کیا۔ ابن الندیم نے اس عہد کے کاتبوں کی ایک طویل فہرست دی ہے یہ مختصر اس کی متحمل نہیں ہو سکتا۔

امام کسائی مشہور قاری بھی تھے۔ نحو اور علم خط کے استاد بھی تھے۔ انہوں نے خلیل کے ایجاد کردہ خط کوفی میں اصلاح کی اور علم متشابہات پر تصنیف کی سنہ ۱۸۹ھ میں وفات پائی۔

ابو محمد یحییٰ بن مغیرہ مقری المعروف یزیدی سنہ ۲۰۲ھ نے کتاب المقصور والممدود لکھی۔

امام شافعی سنہ ۲۰۴ھ نے علم احکام القرآن و علم فضائل قرآن پر تصانیف کیں۔

شیخ ابو عبیدہ معمر سنہ ۲۰۹ھ نے علم غریب القرآن پر تصنیف کی۔

شیخ ابوالحسن سعید بن مسعدہ الاخفش الاوسط سنہ ۲۱۱ھ نے قرآن کے علم افراد و جمع پر تصنیف کی۔

تفاسیر بہت سی تصنیف ہوئیں۔ اس عہد کے مشہور مفسر امام مالک سنہ ۱۷۹ھ۔ وکیع بن الجراح سنہ ۱۹۷ھ

سفیان بن عیینہ سنہ ۱۹۸ھ - یزید بن ہارون سنہ ۲۰۶ھ - فریابی سنہ ۲۱۲ھ ہوئے ہیں۔

امام شافعی محدث فقیہ مفسر قاری تھے - ایسے ہی سعید بن داؤد سنہ ۲۲۶ھ بھی - اس عہد میں سب سے زیادہ قرآن کی تلاوت کرنے والے امام ابوبکر سنہ ۱۹۳ھ ہوئے ہیں - عمر بھر میں چوبیس ہزار قرآن ختم کئے۔

خلیفہ ہارون رشید کے عہد میں خشنام بصری - مہدی کوفی - اور خلیفہ مامون رشید کے عہد میں احمد بن ابی خالد - احمد الکلبی - عبداللہ بن شداد - عثمان بن زیاد - محمد بن عبداللہ مدنی - ابوالفضل صالح ابن عبدالملک مشہور کاتب تھے - خلیفہ ہارون رشید کے کاتب نے خلیفہ کے حضور میں ایک قرآن تین ورق پر لکھکر نذر کیا - خلیفہ اسی میں تلاوت کیا کرتا تھا۔

قرآن قرن ثالث میں

سنہ ۲۲۱ھ سے سنہ ۲۶۰ھ تک

روز بروز قرآن خوانوں، حافظوں، قاریوں، مفسروں، مصنفوں، کاتبوں کی ہر ملک و قوم میں کثرت ہوتی گئی۔

اس عہد کے مشہور کاتبوں میں ابو حدی کوفی عہد خلیفہ معتصم باللہ سنہ ۲۲۷ھ - الجمہ ابو عمیرہ - ابن جمیرہ ابوالفرج تھے - یہ سب کوفہ کے رہنے والے تھے - سنہ ۲۳۲ھ تک ان کا زمانہ ہے۔

اور مشہور قاریوں میں شیخ ابو حاتم سہل بن محمد سنہ ۲۴۸ھ - اور امام بخاری تھے

اور مشہور مفسرین میں شیخ ابن ابی شیبہ سنہ ۲۳۵ھ - شیخ ابن راہویہ سنہ ۲۳۸ھ - امام بخاری سنہ ۲۵۶ھ ہوئے علم ناسخ و منسوخ پر شیخ ابو عبیدہ بن قاسم بن سلام سنہ ۲۲۴ھ ہوئے اور علم سبب نزول پر شیخ علی بن مدینی سنہ ۲۳۴ھ ہوئے اور علم اعراب قرآن پر شیخ ابو مروان عبدالملک بن حبیب بن سلیمان مالکی قرطبی سنہ ۲۳۹ھ ہوئے تصانیف کیں - سنہ ۲۱۸ھ میں خلیفہ عباسی کا یہ عقیدہ قائم ہوا کہ قرآن مجید مخلوق ہے - اس نے اس عقیدہ کو تسلیم کرانے کیلئے محدثین و ائمہ علماء پر مظالم کئے - امام احمد بن حنبل پر بہت زیادہ سختی کی لیکن کسی نے اس عقیدہ کو تسلیم نہ کیا - آخر کچھ عرصے کے بعد یہ غوغا فرو ہو گیا۔

قرآن عہد اختلافی میں

سنہ ۲۶۱ھ سے سنہ ۳۱۰ھ تک

کاتبوں، مصنفوں اور مفسروں کی تذکرے مفصل کتب تاریخ و فہرست ابن الندیم و کشف الظنون وغیرہ

جیسا ہیں۔ اس عہد کے کاتبوں میں ابو الحسن اسحٰق بن ابراہیم تمیمی۔ ابوالقاسم اسمٰعیل۔ ابن منیر نفطی
روادی نے خاص شہرت حاصل کی۔ اول الذکر خلیفہ المقتدر باللہ عباسی سنہ ۳۲۰ھ کا کاتب تھا۔ اسی نے
رسم الخط پر ایک کتاب تحفۃ الموافق نام لکھی تھی۔

اس عہد کے نامی مفسرین میں امام ابن ماجہ سنہ ۲۷۳ھ اور امام ابن جریر طبری سنہ ۳۱۰ھ اور شیخ ابوبکر
ابن محمد سنہ ۳۱۱ھ بھی تھے۔ طبری نے تیس ہزار ورق پر تفسیر لکھی تھی۔ اس کا خلاصہ تین ہزار ورق پر کیا۔

اس زمانہ کے مشہور قراء میں قاضی ابواسحاق اسمٰعیل سنہ ۲۸۲ھ و شیخ ابوالعباس احمد سنہ ۲۹۱ھ تھے۔

شیخ ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری سنہ ۲۷۶ھ نے غریب القرآن پر۔ شیخ ابی علی احمد بن جعفر دینوری
سنہ ۲۸۹ھ نے علم ضمائر پر۔ شیخ ابی العباس احمد بن یحییٰ معروف ثعلب سنہ ۲۹۱ھ نے علم شواذ القراءت پر۔
شیخ محمد بن یزید واسطی سنہ ۳۰۶ھ نے علم اعجاز قرآن پر۔ شیخ ابو اسحٰق ابراہیم بن سری نحوی سنہ ۳۱۱ھ نے علم وقف
وابتداء پر تصانیف کیں۔

قرآن قرون ثلاثہ کے بعد

سنہ ۳۱۱ھ سے سنہ ۱۳۵۹ھ تک

کوئی قصبہ کوئی قریہ ایسا کہ جس میں مسلمانوں کی آبادی ہو دنیا میں نہ تھا۔ کہ جہاں قرآن کا کوئی لکھنے
والا نہ ہو۔ چونکہ قرآن پنجگانہ نمازوں میں پڑھنا ضروری تھا۔ اس کے علاوہ تلاوت بھی کی جاتی تھی۔ پریس یا مطابع
نہ تھے۔ اس لئے ہر جگہ لکھنے والے ملتے تھے۔ اسی طرح علوم قرآن، تفسیر قرآن پر تصانیف کی کثرت ہوئی۔
میری معلومات اس معاملہ میں ہندوستان کے متعلق بھی کافی نہیں۔ غیر ممالک کے اہل فن اصحاب کے
کن ناموں کا کیا ذکر کروں۔ میں نے مختصر معلومات حاصل کرنے کیلئے جو کتب سیر تاریخ وغیرہ کی ورق گردانی
کی تو معلوم ہوا کہ اگر صرف ہندوستان ہی کے متعلق مواد فراہم کیا جائے تو ایک ضخیم جلد تیار ہو جائے۔ میری
اس کتاب میں اس قدر گنجائش نہیں۔

علی بن حسن سنہ ۳۱۱ھ قرآن کا مشہور کاتب تھا۔ وزیر ابن مقلہ سنہ ۳۲۸ھ نے خط کوفی میں اصلاح کر کے
خط نسخ ایجاد کیا۔ یہ خط ایسا مقبول ہوا کہ قرآن کی کتابت اسی خط میں ہونے لگی۔ اور اس پر اجماع ہو گیا۔

ابو عبداللہ حسن سنہ ۳۳۸ھ وزیر ابن مقلہ کا بھائی اور ابن مقلہ کے دو شاگردوں محمد بن السمسانی و محمد بن اسد
اور ابوالحسن علی بن ہلال معروف بہ ابن بواب سنہ ۴۱۳ھ۔ اور ابن بواب کے شاگردوں شیخ زادہ احمد سہروردی اور مولانا
یوسف مشہدی اور مولانا مبارک شاہ زرین قلم۔ ارغون کابلی۔ میر یحییٰ۔ میر حیدر۔ محمد بن عبدالملک یہ سب

ساتویں صدی ہجری کے آخر تک گذرے ہیں۔

محمد بن عبدالملک کی شاگرد ایک خاتون زینب نام معروف شہیدہ ان سب نے کتابت قرآن کا شرف حاصل کیا تھا۔ زینب کے شاگرد امین الدین یاقوت۔ ولی عجمی تلمیذ یاقوت۔ عفیف شاگرد عجمی۔ عماد بن عفیف شمس الدین ابی رقیبہ محتسب شاگرد عماد۔ شمس الدین محمد بن علی زفتاوی شاگرد ابن ابی رقیبہ۔ شیخ زین الدین شعبان بن محمد بن داؤد الآثاری محتسب۔ ان سب ایران فن نے بھی کتابت قرآن میں نام پیدا کیا۔

یاقوت بن یاقوت بن عبداللہ رشی المستعصمی معروف ابوالمجد خواجہ عماد الدین رومی ۶۹۸ھ کا لکھا ہوا قرآن مجید نواب زادہ سعید الظفر خان بہادر آف بھوپال کے کتب خانہ میں ہے۔

اسد اللہ کرمانی۔ حمید الدین شیخ الیاسی۔ دوده چلپی۔ ملا جلال۔ عبداللہ قریمی بھی قرآن کے مشہور کاتب تھے۔

مرزا بایسنغر خان بن شاہرخ مرزا (نبیرہ امیر تیمور) ۸۳۷ھ خود بھی قرآن لکھتے تھے اور قرآن لکھانے کے استقدر شائق تھے کہ چالیس خطاط اس خدمت پر مامور تھے۔ خدا جانے کتنے قرآن لکھے گئے ہوں گے۔

عبدالباقی حداد المعروف عبداللہ اورنگ زیب غازی کے استاد تھے۔ انہوں نے دو قرآن ایک میں ورقوں پر دوسرا جب قلم لکھکر شاہجہاں کے حضور میں پیش کیا۔ انعام کثیر اور یاقوت رقم خطاب پایا۔

شہنشاہ اورنگ زیب غازی نے بہت سے قرآن لکھے۔ ان کے لکھے ہوئے قرآن کے نسخے ہندوستان کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔

حداد کے شاگرد یاقوت رقم خان ثانی اور حداد کے بھتیجے اور تلمیذ مولانا عصمت اللہ ۱۱۰۲ھ نے کتابت قرآن میں خاص شہرت حاصل کی۔

راقم سطور کے جد اعلیٰ (پردادا) قاضی علی احمد کو بھی کتابت قرآن سے خاص ذوق تھا۔ بیس برس کی عمر سے یوم وفات تک چالیس برس برابر اسی کار خیر میں مشغول رہے۔ خدا جانے کتنے قرآن لکھے۔ غرض ہر زمانہ میں ہر ملک میں قصبات و دیہات تک میں قرآن کے کاتب تھے اور قرآن لکھے جاتے تھے۔

قرآن اور علوم قرآن پر بھی ہر ملک اور ہر زمانہ میں مصنفین نے تصانیف کیں، ان کی تعداد کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ میری قلیل معلومات میں یہ ہے کہ تیرہویں صدی کے وسط تک (۱۲۶۱) مکمل تفسیریں لکھی گئی تھیں ان میں سو سو اور ہزار ہزار جلد کی تفسیریں بھی ہیں۔ اور غیر مکمل تفاسیر کا شمار نہیں۔

اس عہد میں کثرت سے صاحب کمال قاری گذرے ہیں۔ میں کہاں تک فہرست طیار کرتا۔ دو چار نام تکمیل بیان کیلئے لکھتا ہوں۔ امام سخاوی ۶۴۳ھ۔ امام سعد زنجانی ۶۵۶ھ۔ نور الدین علی قاری ۱۰۱۴ھ۔

اور قرا کا ذکر دوسرے موقع پر ہوگا۔

مشہور مفسرین بھی سینکڑوں گذرے ہیں۔ امام ابوبکر محمد بن ابراہیم نیشاپوری ۳۱۸ھ۔ امام ثعلبی ۴۲۷ھ شیخ محمد بن علی بن احمد ۴۶۸ھ۔ امام غزالی ۵۰۵ھ۔ علامہ زمخشری ۵۳۸ھ۔ امام رازی ۶۰۶ھ۔ شیخ قاضی بیضاوی ۶۸۵ھ۔ شیخ برہان الدین البقاعی ۸۸۵ھ۔ مفتی ابوالسعود ۹۸۲ھ۔ محمود آلوسی ۱۲۷۰ھ حضرت استاذ الامام العلامہ طنطاوی جوہری ۱۳۵۸ھ۔

قرآن اور ہندوستان

ہندوستان میں اسلام رسول کریم کے عہد میں داخل ہو گیا تھا۔ اس لئے زمانہ قدیم سے ہندوستان میں بڑے محدث اور مفسر ہوئے ہیں۔ تاریخ الحدیث اور تاریخ التفسیر میں تفصیل کے ساتھ ان بزرگوں کا ذکر کیا ہے۔ بڑے بڑے کامل الفن قرا گذرے ہیں۔ ہندوستان میں قرآن کے متعلق بہت سی تصانیف ہوئی ہیں۔ عربی۔ فارسی۔ اردو ہر زبان میں تفسیریں لکھی گئی ہیں۔ تخمیناً کہتا ہوں کہ ہندوستان میں کم و بیش سو مکمل تفسیریں تصنیف ہوئی ہیں غیر مکمل کا شمار نہیں۔ زیادہ مشہور تفسیریں یہ ہیں۔

تفسیر محمدی شیخ حسن محمد گجراتی ۹۸۲ھ۔ سواطع الالہام علامہ فیضی ۱۰۰۴ھ۔ بحر القرآن عربی دو جلد قاضی عبد الشہید سہارودی (دیکھو آثار ابجاد الرقم مسطور) تفسیر نظامی شیخ نظام الدین تھانیسری ۱۰۳۶ ہجری۔ تفسیر احمدی ملا جیون ۱۱۳۰ھ۔ تفسیر فتح الخبیر شاہ ولی اللہ دہلوی ۱۱۷۶ھ۔ تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی ۱۲۲۵ھ۔ تفسیر موضح القرآن شاہ عبد القادر دہلوی ۱۲۳۰ھ۔ تفسیر فتح العزیز شاہ عبد العزیز دہلوی ۱۲۳۹ھ جامع التفاسیر نواب قطب الدین خان ۱۲۸۹ھ۔ فتح البیان نواب صدیق حسن خان ۱۳۰۷ھ۔ فتح المنان مولانا عبد الحق حقانی دہلوی (بزبان اردو ۱۳۳۵ھ) تکمیل التنزیل امام فن مناظرہ مولانا سید ابو المنصور دہلوی ۱۳۱۹ھ (اردو)

اردو میں قرآن مجید کے بیس سے زیادہ ترجمے ہوئے ہیں۔ پشتو، ہندی۔ انگریزی میں بھی علماء ہند نے ترجمے کئے ہیں۔

مصطفی افغان بن سعید (استاد شہزادہ اعظم بن سلطان اورنگ زیب غازی) نے قرآن کا ایسا لغت تیار کیا جس میں الفاظ مع حوالہ سیپارہ و رکوع ہیں۔ اس کتاب کا نام نجوم الفرقان ہے ۱۰۷۱ھ میں مکمل ہوئی۔ مفتاح القرآن مرزا قلیچ بیگ نے تصنیف کی۔ نثر المرجان فی رسم نظم القرآن مولانا محمد غوث ارکاٹی نے مفید القاری آغا محمد علی عرف قاری عبد السلام باکری نے۔ البیان الجزیل مفتی عنایت احمد کاکوروی نے خلاصۃ الشاد مولوی سعد اللہ نے۔ شرح جزری قاری جونپوری نے۔ فوائد مکیہ قاری عبد الرحمن الہ آبادی نے

تحفۂ مرضیہ قاری محمد سلیمان دیوبندی نے۔ ہدیۃ الوحید قاری عبد الوحید الہ آبادی نے۔ معرفۃ الوقف قاری محب الدین احمد الہ آبادی نے۔ مقصود القاری قاری نور الدین نے۔ تحفۂ نذیریہ قاری عبد الرحمن محدث پانی پتی نے۔ تفصیل البیان فی مقاصد القرآن مولوی ممتاز علی دیوبندی نے۔ الاقتصاد فی النقاد مولانا رحیم اللہ بجنوری نے اقتباس الانوار من کلام اسفار مولوی عبد اللہ لاہوری نے۔ مشکلات القرآن مولانا سید انور شاہ محدث کشمیری دیوبندی نے۔ تجوید القرآن قاری غلام احمد مجیر الوینی نے تصنیف کیں۔ نیز کاظم بیگ ترک نے الفاظ قرآن مجید کی فہرست مرتب کی جس کو کلید قرآن قرآنی کے نام سے سنہ [illegible] ء میں مالک اخبار وطن لاہور نے شائع کیا۔

اس کتاب کے آخر میں ایک ضمیمہ مولانا الحاج محمد حسین ابن مولانا عبد الہادی مرحوم شیر کوٹی نے شامل کیا ہے جو نہایت ہی مفید ہے۔

میری معلومات اس بارے میں نہایت محدود ہیں اس لئے میں اُن تصانیف کی جو علوم قرآن کے متعلق ہندوستان میں تصنیف و شائع ہوئی ہیں، کوئی اچھی فہرست مرتب نہ کر سکا۔

تراویح میں قرآن ہر ملک میں پڑھا جاتا ہے۔ ہندوستان میں دیہات میں بھی تراویح کا انتظام ہوتا ہے اکثر مقامات پر رمضان میں شبینہ ہوتا ہے یعنی ایک رات میں تراویح میں تمام قرآن ختم کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا سید شاہ احمد حسن محدث امروہویؒ۔ حضرت حافظ عبد الرحمن توکلی مراد آبادی تہجد میں مہینے میں دس قرآن ختم کیا کرتے تھے۔

ایک غلطی کا اظہار

راقم سطور نے اپنی کتاب تاریخ التفسیر میں ص ۲۹۰ پر علماء ہند کے تلمذ کا شجرہ لکھا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے شاگرد شاہ عبد القادرؒ شاہ عبد العزیزؒ سید مرتضیٰ بلگرامیؒ۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ۔ قاضی غلام علی بہاری (دیکھئے از اجداد راقم سطور) شاہ عبد الغنی و شاہ رفیع الدین تھے (شاہ ولی اللہ کے اور بھی شاگرد تھے۔ مگر میں نے ان سات حضرات ہی کو لکھا ہے) شاہ عبد العزیزؒ کے شاگرد قاضی امین الدین سیوہاروی (دیکھئے انساب اجداد راقم سطور) مرزا حسن علی شافعی لکھنوی شاہ عبد العزیز تھے۔ (شاہ عبد العزیزؒ کے بہت شاگرد ہیں مگر میں نے ان تین حضرات ہی کو لکھا ہے)

شجرۂ مذکور میں ان تینوں حضرات کے تلمذ کا نشان کاتب صاحب کی غلطی سے شاہ عبد العزیز کی جگہ سید مرتضیٰ بلگرامی کے نام کے نیچے بن گیا ہے۔

ہندوستان کا دورِ حاضر

دورِ حاضر کے علماء و قراء و مصنفین کے حالات معلوم کرنے کیلئے میں نے دیوبند، بھوپال، سہارنپور، دہلی، مرادآباد، بریلی، بدایوں، لکھنؤ، آگرہ، پانی پت کے بعض مشاہیر کو خطوط لکھے۔ مگر کسی بزرگ نے توجہ نفرمائی - البتہ مولوی حافظ غلام احمد خانصاحب نے ٹونک سے چند قراء کے نام لکھکر بھیجے تھے۔

اب ناظرین خود اندازہ فرمالیں کہ میں فہرست مرتب تو کیا پیش کرسکتا ہوں غیر مرتب بھی نہیں پیش کرسکتا

ہندوستان کے ہر بڑے چھوٹے شہر اور بڑے بڑے قصبات میں اسلامیہ مدارس قائم ہیں۔ ان مدارس میں حدیث، تفسیر اور قرآن کا درس ہوتا ہے۔ قرات سکھائی جاتی ہے، ٹونک، پانی پت، کاندھلہ ضلع مظفرنگر۔ نگینہ ضلع بجنور میں حفاظ کثرت سے ہیں۔

ہز ہائنس نواب سعادت علی خاں بہادر خلداللہ ملکہ و سلطنتہ والئی ٹونک عالم و فاضل حافظ و قاری ہیں ہز ہائنس کے چچا صاحبزادے محمد زمیق خان بہادر کتابت قرآن کے مقدس شغل میں مشغول ہیں۔

بھوپال علماء و قراء کا ماویٰ و ملجا رہا ہے۔ موجودہ فرمانروائے بھوپال ہز ہائنس نواب حاجی حمید اللہ خان بہادر خلداللہ ملکہ و سلطنتہٗ کو علوم اسلامیہ سے خاص شغف ہے۔ قرآن و حدیث و قرات کی تعلیم کے لئے حضور موصوف کے ممالک محروسہ میں مدارس قائم ہیں۔ ہز ہائنس کے منجھلے بھائی جنرل نواب حافظ حاجی عبید اللہ خان مرحوم مشہور قاری تھے۔

راقم سطور کے وطن قصبہ سیوہارہ میں چالیس سال سے ایک مدرسہ قائم ہے جسمیں تمام علوم اسلامیہ اور قرات و تجوید کی تعلیم ہوتی ہے۔

دیوبند، سہارنپور، مرادآباد، امروہہ کی درسگاہیں تو مشہور عالم ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے تفسیر لکھی ہے جس کا نام بیان القرآن ہے غالبًا دس جلدیں ہیں اور قواعد تجوید کے متعلق مولانا کا ایک منظم رسالہ ہے۔ ایک رسالہ جمال القرآن بھی مولانا موصوف کا فن تجوید میں ہے۔

شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے ترجمہ قرآن پر اُن کے شاگرد خاص حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی نے فوائد لکھے ہیں۔

قاری محی الاسلام پانی پتی نے شرح سبعہ قرات تصنیف کی ہے۔

علامہ عبداللہ العمادی جونپوری نے کتاب کلمات تصنیف کی ہے۔

مولانا ثناءاللہ امرتسری کی دو تفسیریں ہیں - ایک اُردو میں - ایک عربی میں۔

مولانا احمد علی لاہوری نے چند مختصر تفسیریں تصنیف کرکے شائع کی ہیں
قاری محمد نظر امروہوی نے ایک رسالہ تسہیل البیان فی رسم نظم القرآن تصنیف کیا ہے۔
قاری ضیاء الدین معلم قرات مسلم یونیورسٹی نے ایک رسالہ ضیاء القرات تصنیف کیا ہے۔
ہندوستان کے مشہور عالم اور لیڈر مولانا ابوالکلام آزاد کی تفسیر ترجمان القرآن مشہور ہے
مسٹر محمد علی لاہوری نے جمع قرآن اور مولوی اشفاق الرحمن کاندھلوی و مولوی نذیر الحق سے
تاریخ القرآن شائع کی ہیں یہ دونوں رسالے قریب قریب ایک ہیں۔ آخر الذکر کی کتاب میں مضامین زیادہ ہیں
انجمن اہل حدیث امرتسر نے ایک رسالہ جمع قرآن و احادیث شائع کیا ہے
پروفیسر محمد اسلم جیراجپوری نے تاریخ القرآن لکھی۔ مولوی بشیر الدین نے بینات نام فہرست مضامین
قرآن لکھی۔ حکیم عبدالشکور صاحب نے تاریخ المصاحف، مولوی عنایت علی نے مصباح القرآن، ڈاکٹر
مرزا ابوالفضل نے مشکلات القرآن۔ حکیم ابراہیم بہاری نے حیات المفسرین۔ مولوی حاجی سعید احمد صاحب
ایم اے فاضل دیوبند نے فہم قرآن۔ خان محمد یوسف بی اے آنرز نے خصوصیات قرآن تصنیف کی ہیں
ڈاکٹر مرزا ابوالفضل و مسٹر عبداللہ یوسف علی اور مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی نے انگریزی قرآن کا
ترجمہ کیا ہے۔
شیخ الہند ثانی مولانا سید شاہ حسین صاحب رمضان میں علاوہ تراویح کے نوافل میں روزانہ دس
سیپارے پڑھتے ہیں معمولی دنوں میں سات دن میں قرآن ختم کرتے ہیں۔

البیان المستند فی اسانید عبدالصمد

میں نے یہ دیکھا ہے کہ حدیث و تفسیر قرآن کے متعلق جن بزرگوں نے تصانیف کی ہیں انہوں نے
اپنے سلاسل ضرور لکھے ہیں سابق بزرگوں کی تقلید میں میں نے تاریخ التفسیر و تاریخ الحدیث میں اپنی اسناد نقل
کی ہیں چونکہ اسلام میں سلسلہ روایت کا خصوصیت سے التزام ہے اور اس سلسلہ پر علوم کا بہت کچھ دار ہے
اسلئے یہ امر بھی ضروری ہے کہ ہر لکھنے والا اپنے سلسلہ کو ظاہر کردے تاکہ قارئین کو معلوم ہوسکے کہ کیسے سلسلہ
سے تعلق رکھنے والا ہے۔ اور کس درجہ پر لائق اعتماد ہے۔ انہی خیالات نے مجکو رغبت دلائی کہ میں اپنے
سلاسل یہاں بھی نقل کردوں۔

اسناد تجوید و قرات

(۱) عبدالصمد عن قاری اصغر علی سہسپوری مدرس تجوید دارالعلوم دیوبند عن قاری عبداللہ

عن اللہ بندہ مراد آبادی عن قاری عبدالرحمٰن کی الہ آبادی عن قاری عبداللہ المکی (قاری عبداللہ کا مکمل سلسلہ دوسری جگہ مذکور ہے)

اسناد علوم حدیث و تفسیر و فقہ وغیرہ

(۱) عبدالصمد عن حضرت العالم العلامہ شیخ الہند ثانی مولانا سید حسین احمد مدنی عن شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی عن مولانا محمد قاسم نانوتوی۔

نیز حضرت الاستاذ کو سند ہے مولانا رشید احمد گنگوہیؒ و مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ و مولانا حسب اللہ الشافعی المکی و مولانا عبدالجلیل برادہ مدنی و شیخ عثمان عبدالسلام داغستانی مفتی احناف مدینہ منورہ سے۔

(۲) عبدالصمد عن مولانا اعزاز علی امروہوی عن شیخ الہند

(۳) عبدالصمد عن مولانا سید اصغر حسین عرف میاں صاحب عن شیخ الہند۔

(۴) عبدالصمد عن مولانا عبدالسمیع دیوبندی عن شیخ الہند

(۵) عبدالصمد عن مولانا محمد ابراہیم بلیاوی عن شیخ الہند

(۶) عبدالصمد عن مفتی محمد شفیع دیوبندی عن مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری عن شیخ الہند

(۷) عبدالصمد عن شیخ طنطاوی جوہری مصری۔

قرآن اور دکن

سلطان علاؤالدین بہمنی کے زمانہ میں ([illegible]) علامہ فضل اللہ انجو دکن آئے۔ یہ علامہ تفتازانی کے شاگرد تھے۔ سلطان شاہ نے ان کو اپنے شاہزادوں محمد۔ داؤد۔ محمود کی تعلیم پر مامور کیا۔ علامہ نے بادشاہ کیلئے ایک قرآن لکھا جو ہفت قرات میں تھا یعنی جس قدر اختلافات قرات ہیں وہ سب ایک جگہ معلوم ہو جاتے تھے۔ یہ قرآن سلطان ٹیپو کے کتب خانہ میں محفوظ تھا۔ پھر معلوم نہیں کہاں گیا۔

خدمت قرآن کی سعادت سب سے زیادہ سلطان محمود شاہ بہمنی المتوفی ۹۲۴ھ کے نصیب میں تھی اس نامور بادشاہ نے محدثین ومفسرین و قراء کے وظائف مقرر کئے۔ مدارس قائم کئے۔ اس کی قدردانی سے ایسے ایسے علماء ہوئے جن کی تصانیف کو علماء عالم نے سر آنکھوں پر رکھا۔

شیخ محمد علی کربلائی نے قرآن مجید کی تبویب پر ایک کتاب ہادیہ قطب شاہی تصنیف کی سلطان عبداللہ قطب شاہ والی گولکنڈہ کے نام پر معنون کی۔ یہ بیان کہ اب تک اس ملک میں کتنے قراء و محدثین ومفسرین گذرے ہیں۔ موجب طوالت ہوگا۔ میں یہاں صرف ایسی چند بزرگ ہستیوں کے نام لکھوں گا

جنکو اہل عرب و عجم نے سلطان المحدثین و امام المفسرین تسلیم کیا ہے۔

سید عبدالاول حسینی ۹۶۸ھ ۔ شیخ علی متقی ۹۷۵ھ ۔ شیخ عبدالوہاب متقی ۱۰۰۱ھ ۔ شیخ فضل اللہ ۱۰۰۰ھ ۔ شیخ طیب ۱۰۴۰ھ ۔

بزرگان مندرجہ ذیل کی تفسیریں بہت مشہور ہیں۔

علامہ حسن بن محمد معروف نظام نیشاپوری ۸۲۰ھ ۔ خواجہ گیسو دراز ۸۲۵ھ ۔ شیخ علی مہائمی ۸۳۵ھ ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی ۸۴۹ھ ۔ ملا فتح اللہ شیرازی ۹۹۷ھ ۔ شیخ وجیہ الدین علوی ۹۹۸ھ ۔ مولوی عبدالصمد بن نواب مشکور الملک نصیر الدولہ عبدالوہاب نصرت جنگ ۱۲۷۰ھ

قرآن مجید کی اردو میں سب سے پہلی تفسیر دکن ہی میں لکھی گئی ۔ یہ تفسیر مولوی عزیز اللہ ہمرنگ نے لکھی اس کا نام چراغ ابدی ۱۱۱۲ھ ہے

مشہور امام فن قرات جزری کے ایک شاگرد ابو عبداللہ نے سلطان حسن گنگو بہمنی ۷۵۸ھ کے حضور میں ایک قرآن مطلا ہفت قرات میں لکھ کر پیش کیا تھا ۔ سلطان نے ان کو شاہزادوں کی تعلیم پر مقرر کیا

نواب میر قمرالدین خان سر سلسلہ خاندان آصفیہ ۱۱۶۱ھ کو تلاوت قرآن مجید سے خاص ذوق تھا۔

سلطان دکن میر نظام علی خان آصف جاہ خامس ۱۲۱۸ھ نے تین سو حفاظ کو ختم قرآن پر مامور کیا خود بھی ختم میں شریک ہوتے تھے۔

سید عمر نے ۱۲۳۳ھ میں شاطبی کا نظم میں ترجمہ کیا۔

قرآن اور سلطان العلوم

اعلیٰ حضرت جلالۃ الملک آصف جاہ سابع سلطان ابن سلطان میر عثمان علیخان بہادر سلطان العلوم شہنشاہ دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کی معارف نوازی نزدیک و دور میں مسلّم و مشہور ہے ۔ دکن اور تمام ہندوستان اور بیرون ہند تمام ممالک میں اہل علم اور علمی خدمت کرنے والوں کے حضور پُرنور نے وظائف مقرر فرمائے ہیں تاکہ اطمینان کے ساتھ تصنیف و تالیف اور علمی تحقیقات میں مشغول رہیں ۔ یہ کتاب قرآن مجید کے متعلق ہے ، یہاں اس امر کی تفصیل کا موقع نہیں ۔ ہم نے تاریخ الحدیث ، اور تاریخ التفسیر وغیرہ کتابوں میں مفصل بیان کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت کو قرآن مجید سے عشق ہے ۔ حضور پُرنور کے خاص کتب خانہ میں عمدہ عمدہ اور قدیم سے قدیم نسخے قرآن مجید کے موجود ہیں ۔ ہر جمعہ کو نماز کے بعد حضور والا اپنے قاری سے قرات سماعت فرماتے ہیں

خاص بلدۂ حیدرآباد اور ممالک محروسہ میں تعلیم قرآن و قرات و دینیات کیلئے مدارس قائم ہیں
ہندوستان و حجاز کے بڑے بڑے اسلامی مدارس کو امداد مقرر ہے۔ دائرۃ المعارف کا ایک مستقل محکمہ
اسلئے قائم ہے کہ ائمہ سلف کی تصانیف کو تلاش کرکے شائع کرے۔ چنانچہ اب تک حدیث کی وہ
وہ کتابیں شائع ہوچکی ہیں جن کے نام ہی بڑے بڑے علماء نے سُنے تھے۔ دائرۃ المعارف کے مطبوعات
کی فہرست دو جزو پر ہے۔ کنزالعمال۔ مستدرک حاکم۔ مسند اعظم۔ جیسی کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔
دائرۃ المعارف کے مطبوعات بعض مدارس و علماء کو مفت عطا ہوتے ہیں۔ اور علم علماء کیلئے ایک ثلث
کی رعایت ہے۔ آجکل دائرۃ المعارف میں تفسیر بقاعی مصنفہ امام برہان الدین ابراہیم بن عمر البقاعی ۸۸۵ھ
(جو قرآن کی لاجواب تفسیر ہے) کا اہتمام ہو رہا ہے۔

ایک ادارہ اشاعۃ العلوم ہے اس سے بھی کثیر التعداد کتابیں شائع ہوئی ہیں نواب فضیلت جنگ
مولانا انوار اللہ صاحب مرحوم کی تصانیف اور نثر المرجان فی نظم رسم القرآن اور والد ماجد کی تصنیف تاریخ فقہ
اسی ادارے نے شائع کی ہیں۔

ایک ادارہ مدرسہ نظامیہ حیدرآباد میں قائم ہے جو ائمہ سلف کی غیر مطبوعہ تصانیف کو تلاش
کرکے شائع کرتا ہے۔ اسی ادارہ سے امام ابی یوسف وغیرہ کی تصانیف شائع ہوچکی ہیں۔

ایک ادارہ بنام ادارہ علمیہ پندرہ سولہ سال سے والد ماجد نے حیدرآباد میں قائم کیا ہے
اس ادارے کی طرف سے چالیس پچاس کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔ والد ماجد کی تصانیف بالخصوص
اور مولانا عبدالبصیر آزاد کی تصانیف اسرار التنزیل اور تاریخ القرآن اور "قرآن ایک معجزنما کتاب ہے"
اور راقم سطور کی تمام تصانیف اربعین اعظم۔ الدر المکنون فی تفسیر سورۃ الماعون۔ تاریخ الحدیث۔ تاریخ التفسیر
وغیرہ اسی ادارے سے شائع ہوئی ہیں۔ الحمدللہ کہ یہ تصانیف بیرون ملک بھی پسند کی گئیں۔ والد ماجد کی
دو کتابوں معجزات اسلام اور غازیان ہند کا ترجمہ گجراتی زبان میں ہوا۔ راقم سطور کی کتاب محمود اور فردوسی کا
ترجمہ مورخین کابل نے فارسی میں کیا۔ تاریخ الحدیث اور تاریخ التفسیر کو علماء ازہر مصر نے پسند فرمایا اور
علماء چین نے ان کا ترجمہ اپنی زبان کرنا شروع کیا۔ یہ تاریخ بھی اسی ادارہ کا کارنامہ ہے۔ اس ادارہ کی
ایک خصوصیت ہے جو ہندوستان کے کسی ادارہ میں نہیں کہ ہر تصنیف کی ۲۰ جلدیں طلبا و علماء
اور مدارس میں مفت تقسیم کیجاتی ہیں۔

تفسیر مظہری بھی بندگان عالی کے دست کرم سے شائع ہو رہی ہے۔ قرآن مجید کے سپارے
علیحدہ علیحدہ نہایت اہتمام سے محکمہ سرکار نے طبع کرائے ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ میں قرآن مجید کے نادر

نایاب نسخے موجود ہیں۔

مولوی وحید الزماں المخاطب نواب وقار نواز جنگ مرحوم کی تصانیف ترجمہ صحاح ستہ و تفسیر وحیدی تبویب القرآن اسی عہد سعادت مہد میں مکمل ہوئیں۔

مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے قرآن مترجمہ شیخ الہند پر فوائد لکھے۔ صحیح مسلم شریف کی شرح لکھی۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے مشکات شریف کی شرح لکھی۔

مولانا عبد الماجد دریابادی انگریزی میں قرآن کا ترجمہ کر رہے ہیں۔ یہ تینوں حضرات وظیفہ خوار دولت آصفیہ ہیں۔ حافظ محمد محبوب خان نے کنز المتشابہات۔ قاضی اطہر حسن امروہوی نے اختر الضیاء مولانا مفتی عبد اللطیف صدر پروفیسر جامعہ عثمانیہ تاریخ القرآن لکھی۔

ڈاکٹر پکتھال نے انگریزی میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا۔ صوفی تہور علی نے افصح الکلام تصنیف کی۔ مولوی ابو محمد مصلح نے بچوں کیلئے تفسیر لکھی۔ مولوی عبد الرحیم نے تعلیم القرآن کے نام سے چھوٹی چھوٹی تفسیریں لکھنی شروع کی ہیں۔

غرض اعلیٰ حضرت کی معارف نوازی علماء پروری خلفاء عباسیہ سے کسی طرح کم نہیں بلکہ اشاعت علوم اسلامیہ میں اُن سے زیادہ ہے۔ بندگان عالی نے خود تحصیل علوم فرمائی ہے اور شہزادگان والا شان کو بھی علوم وفنون سے بہرہ ور کرایا ہے۔

دعا گوئے این دولتم بندہ وار
خدایا تو این سایہ پایندہ دار

الباب الثانی فی المصحف

مصاحف قرن اوّل

مصاحف عہد رسالت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قرآن لکھایا تھا وہ متفرق اشیاء پر تھا۔ آپ نے ایک جلد میں ترتیب کے ساتھ کوئی قرآن جمع نہیں کرایا۔ صحابہ نے جو قرآن لکھے تھے اُن کی کئی صورتیں تھیں۔

(۱) ایک وہ جو کبھی آئے اور کوئی آیت یا چند آیات یا کوئی سورت سُنی وہ لکھ لی جیسے حضرت عمر کے بہنوئی نے مختلف آیات لکھ لی تھیں۔

(۲) ایک وہ جو یاد کرنے کیلئے یا دیکھنے کیلئے متفرق سورتیں لکھتے تھے۔

(۳) ایک وہ جنہوں نے تمام آیات و سور لکھی تھیں مگر سورتوں کی ترتیب نہ تھی۔

غرض رسول کریم کے عہد میں کوئی قرآن بالترتیب بین الدفتین جمع نہیں ہوا تھا۔ اس عہد جاہلی کی کوئی تحریر قرآن کے متعلق موجود نہیں۔

بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ حضور نے قرآن لکھے ہوئے دیکھے یا قرآن کو ارض عدو میں لیجانے سے منع فرمایا اس کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن بین الدفتین جمع تھا۔ بلکہ قرآن کا ہر جزو قرآن کہلاتا ہے۔ حضور کی وفات سے نو دن پہلے تک وحی آتی رہی۔ جب وحی ختم ہی نہیں ہوئی تھی تو ترتیب کیسی؟ کس کو معلوم تھا کہ کس قدر باقی ہے جو کوئی ترتیب سے تحریر کر لیتا۔ پڑھنے میں البتہ سور کی ترتیب صحابہ کو معلوم تھی۔ جس ترتیب سے حضور پڑھتے تھے اور جس ترتیب سے آپ نے عرصۂ اخیرہ میں پڑھا اور سُنا۔

مصاحف عہد خلافت اوّل

بعد وفات رسول کریم حضرت ابوبکرؓ نے جو مصحف جمع کرایا تھا اسکو اُم کہتے تھے۔

مصحف اُم۔ یہ مصحف تا حیات حضرت ابوبکر کے پاس رہا۔ پھر حضرت عمر بن الخطاب کے پھر ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کے۔ حضرت حفصہ کے وفات کے بعد مروان بن الحکم مدینہ کا حاکم تھا اُس نے یہ نسخہ لیلیا۔ سنہ ۲۷ ہجری میں ایک سفر میں یہ نسخہ اس کے پاس سے گم ہوگیا۔

علامہ ابن حزم نے لکھا ہے کہ خلیفہ اول کے عہد میں کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں لوگوں کے پاس بکثرت قرآن نہ ہوں (کتاب الفصل الملل والنحل جلد دوم)

اس عہد کے حسب ذیل مشہور مصاحف کا تذکرہ بخاری، نسائی، فتح الباری، مسند احمد بن حنبل، کنز العمال، جمہرۃ اللغۃ، تہذیب التہذیب، طبقات ابن سعد و خلاصۃ البیان احمد جودت آفندی میں ہے۔

(۱) مصحف عثمان بن عفان
(۲) مصحف علی بن ابی طالب
(۳) مصحف عبداللہ بن مسعود
(۴) مصحف ابی بن کعب
(۵) مصحف ابو زید
(۶) مصحف ابو الدرداء
(۷) مصحف معاذ بن جبل
(۸) مصحف زید بن ثابت
(۹) مصحف عبداللہ بن عمر
(۱۰) مصحف ابی موسیٰ اشعری
(۱۱) مصحف عمرو بن العاص
(۱۲) مصحف سعد بن عبادہ
(۱۳) مصحف سالم
(۱۴) مصحف ابو ایوب انصاری
(۱۵) مصحف عبادہ بن الصامت
(۱۶) مصحف تمیم الداری
(۱۷) مصحف مجمع بن جاریہ
(۱۸) مصحف عبداللہ بن عمرو بن العاص
(۱۹) مصحف ابنہ عبداللہ بن الحارث
(۲۰) مصحف لبید بن ربیعہ عامری
(۲۱) مصحف عقبہ بن عامر جہنی
(۲۲) مصحف قیس بن ابی صعصعہ
(۲۳) مصحف سکن بن قیس
(۲۴) مصحف عمر فاروق
(۲۵) مصحف عائشہؓ
(۲۶) مصحف حفصہؓ
(۲۷) مصحف ام سلمہؓ
(۲۸) مصحف ام ورقہ بنت نوفل

مصحف عثمان۔ یہ مصحف حضرت عثمان نے لکھا تھا۔ اس پر لکھا تھا۔ کتبہ عثمان ابن عفان۔ اسی مصحف میں آپ تلاوت فرما رہے تھے کہ حسب پیشگوئی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باغیوں نے آپ کے ہاتھ پر تلوار ماری اور خون آیت فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ پر گرا۔ (فتح العزیز)۔ حضرت عثمان کے بعد یہ خلفاء بنی امیہ کے پاس رہا۔ نافع بن نعیم سنہ ۱۶۹ھ نے اس کی زیارت کی تھی۔ (فتح العزیز) حافظ ابو عمر نے مقنع میں لکھا ہے کہ عبید قاسم بن سلام متوفی سنہ ۲۲۴ھ نے اس کی زیارت کی تھی۔ شیخ ابن بطوطہ سیاح نے آٹھویں صدی ہجری میں بصرہ میں دیکھا تھا۔

امیر تیمور کے عہد میں (امیر تیمور کی وفات دسویں صدی ہجری کے ابتداء میں ہوئی ہے) ابوبکر الشاشی نے حضرت عبداللہ کے مزار پر رکھوا دیا تھا۔ جنگ عظیم کے بعد (جنگ عظیم ۱۹۱۴ء میں شروع ہوئی) جب روس میں بالشویک حکومت قائم ہوئی تو یہ نسخہ کہیں سے بالشویک کے ہاتھ لگ گیا۔ اب ماسکو میں ہے مسلمانان ترکستان نے اس کو طلب کیا، جلسے وغیرہ کئے (روزنامہ خلافت جلد ۳ نمبر ۱۳۱ بحوالہ سبیل الرشاد)

مصحف علیؓ ۔ (۱) ان کا ایک مصحف مشہد میں اب تک موجود ہے (تاریخ القرآن پروفیسر اسلم)

(۲) دوسرا نسخہ جامع ایا صوفیہ قسطنطنیہ کے کتب خانہ میں تھا۔ اس کو سلطان صلاح الدین نے خزانہ شاہی میں محفوظ کرا دیا تھا۔ اب تک موجود ہے۔

(۳) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے عہد خلافت اوّل میں حضرت علیؓ نے ایک نسخہ اپنی یاد سے تین دن میں مرتب کیا تھا۔ اس کو ۳۷۷ھ میں ابن الندیم نے ابی یعلی حمزۃ الحسینی کے پاس دیکھا تھا۔ اس نے لکھا ہے کہ چند ورق تلف ہو چکے ہیں (الفہرست)

(۴) ایک نسخہ مدینہ میں امانات مقدسہ میں تھا۔ بوقت جنگ عظیم (۱۹۱۴ء) جب امانات مقدسہ مدینہ سے قسطنطنیہ کو منتقل ہوئیں۔ اُن میں یہ مصحف بھی گیا۔ (روزنامہ خلافت جلد ۳ ص ۱۵۸ و کشاف الحجب)

(۵) ایک نسخہ جامع سیدنا حسین میں قاہرہ (مصر) میں ہے

مصحف عبداللہ بن مسعود۔ اس اصل نسخہ کی نقل دوسری صدی ہجری میں لکھی گئی تھی۔ اس نقل کو ابن الندیم نے دیکھا تھا۔ اس طرح اس اصل مصحف کا ۲۰۰ ہجری تک اور نقل کا ۳۷۷ھ تک پتہ چلتا ہے۔

مصحف عقبہ بن عامرؓ اس کو ابن یونس (متوفی ۳۴۷ھ) نے مصر میں دیکھا تھا

مصحف ابوزید۔ ابوزید کا لاولد انتقال ہوا۔ اِن کا ترکہ ان کے بھتیجے حضرت انس کو پہونچا۔ اُنہوں نے بیان کیا ہے کہ اس مصحف کا مالک میں ہوا۔ اسلئے یہ مصحف ۹۰ ہجری تک موجود تھا۔

مصحف اُبی بن کعب۔ علامہ ابن الندیم نے لکھا ہے کہ یہ مصحف بصرہ میں محمد بن عبدالملک انصاری کے پاس موجود تھا۔ گویا یہ مصحف ۳۷۷ھ تک موجود تھا۔

مصاحف عہد خلافت دوئم

حضرت عمرؓ نے زید بن ثابت سے اپنے لئے قرآن لکھوایا۔ (معارف ابن قتیبہ)

اُمّ المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس قرآن تھا۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت ابوالدرداء کے ساتھ ایک جماعت آئی کہ اپنے لکھے ہوئے قرآن زید بن ثابت و ابی بن کعب و علی مرتضیٰ وغیرہ اصحاب کو دکھائیں (کنز العمال جلد اوّل)

علامہ ابن حزم نے لکھا ہے کہ خلافت فاروقی میں مسلمانوں کے پاس لکھے ہوئے قرآن ایک لاکھ سے کم نہ تھے (کتاب الفصل جلد اوّل)

حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ ایک شخص کے پاس باریک خط میں لکھا ہوا قرآن ہے۔ آپ نے اُسے ہدایت فرمائی کہ قرآن کی عظمت چاہیئے یعنی واضح حروف لکھے جائیں۔

بعض لوگوں کے پاس پہلے سے قرآن کی بعض آیات و سور ایسی لکھی ہوئی بھی تھیں جن کے ساتھ انہوں نے بطور یادداشت تفسیری جملے لکھ لئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اس قسم کی تحریرات کو تلف کرا دیا۔

مصر میں ایک شخص کے پاس اس عہد کا لکھا ہوا ایک جزو موجود ہے۔

مصاحف عہد خلافت سوم

سنہ ۲۵ ہجری میں حضرت عثمانؓ نے ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس سے مصحف صدیقی منگا کر اسکی سات نقلیں کرائیں۔ ایک اپنے پاس رکھی بطور سرکاری جلد کے، اسی وجہ سے اسکو مصحف الامام کہتے ہیں اور چھ نقلیں مکہ، بصرہ، کوفہ، یمن، شام، بحرین کو بھیج دیں۔

مصحف الامام - اس مصحف پر لکھا ہوا ہے (هذا ما اجمع عليه جماعة من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم منهم زيد بن ثابت و عبد الله بن الزبير و سعيد ابن العاص۔ آگے اور صحابہ کے نام ہیں (نفح الطیب مصری جلد اوّل ص ۲۸۳)۔ تا حیات حضرت عثمانؓ کے پاس رہا پھر حضرت علیؓ کے پاس رہا۔ پھر امام حسنؓ کے پاس رہا۔ اور خلافت کے ساتھ امیر معاویہ کی سپرد ہوا وہاں سے اندلس چلا گیا۔ وہاں سے مراکش کے دارالسلطنت فاس میں پہونچا۔ (تاریخ اندلسی تذکرۃ المصحف) پھر کسی طرح مدینہ آگیا۔ جنگ عظیم میں فخری پاشا ترکی گورنر دیگر تبرکات کے ساتھ قسطنطنیہ لیگیا۔ وہاں اب تک موجود ہے۔

مصحف مکی - حضرت عثمانؓ نے جو نسخہ مکہ بھیجا تھا۔ سنہ ۶۵۵ھ تک تیار تراب میں تھا۔ محمد بن جبیر اندلسی سیاح نے سنہ ۵۷۹ھ میں اسکی مکہ میں زیارت کی تھی۔

ابوالقاسم احمد تجیبی (متوفی سنہ ۷۳۰ھ) نے بھی اسکی زیارت کی تھی۔ شیخ عبدالملک نے سنہ ۷۳۵ھ اسکی زیارت کی تھی۔ مولانا شبلی نعمانی نے لکھا ہے کہ جس زمانہ میں انہوں نے سیاحت کی تھی یہ نسخہ جامع دمشق

میں موجود تھا (تہذیب الاخلاق ماہ صفر ۱۳۲۹ھ) مولانا نے غالباً ۱۸۹۶ء میں سیاحت کی تھی۔
سلطان عبدالحمید خان کے عہد میں (سلطان ۱۸۷۶ء میں تخت نشین ہوا اور کم و بیش
پچیس تیس برس حکومت کی) جب مسجد میں آگ لگی تو یہ مصحف بھی جل گیا (کشاف الہندی ص۱۵۵)

مصحف شامی۔ مورخ احمد مقری نے ۱۰۲۷ھ میں اس کی زیارت کی تھی۔ یہ نسخہ کوفے
سلاطین اندلس پھر سلاطین موحدین پھر امراء بنی مرین کے قبضہ میں آیا۔ اور جامع قرطبہ میں رہا۔
اہل قرطبہ نے اس کو سلطان عبدالمومن کے سپرد کردیا۔ اس سلطان کے حکم سے ابن بشکوال نے شب
شنبہ ۱۱ شوال ۵۵۲ھ میں قرطبہ سے دارالسلطنت مراکش کو منتقل کیا۔ سنہ ۶۴۵ھ میں خلیفہ معتضد
علی بن مامون کے پاس تھا۔ اسی سال خلیفہ مذکور نے تلمسان پر فوج کشی کی۔ اور مارا گیا۔ اسی ہنگامہ میں
یہ مصحف گم ہوگیا۔ لیکن پھر تلمسان کے شاہی خزانہ میں پہونچ گیا۔ وہاں سے ایک تاجر خرید کر فاس لے آیا
وہاں اب تک موجود ہے۔

مصحف مصری۔ یہ مصحف کتب خانہ خدیویہ مصر میں موجود ہے۔ اسکو سلطان صلاح الدین کے
وزیر نے ۱۰۵۰ھ میں تیس ہزار اشرفی میں خرید کیا تھا (الخطط المقریزی)

مصحف یمنی۔ کتب خانہ جامع ازہر مصر میں ہے

مصحف بحرین۔ فرانس کے کتب خانہ میں ہے۔

مصحف کوفی۔ قسطنطنیہ کے کتب خانہ میں ہے۔

مصحف عثمانی (دوم) جامع سیدنا حسین قاہرہ مصر میں ہے

مصحف عثمانی (سوم) کتب خانہ جامعہ ملیہ دہلی میں ہے۔

مصحف عثمانی (چہارم) انڈیا آفس لندن کے کتب خانہ میں ہے۔ اس پر لکھا ہوا ہے
(کتبہ عثمان بن عفان) یہ نسخہ شاہان مغلیہ کے پاس تھا۔ اکبر بادشاہ کی اس پر مہر ہے۔
۱۸۵۳ء میں یہ نسخہ سیکریٹری آف ... کو ملا۔ اُس نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے کتب خانہ کو دیدیا۔ اب انڈیا آفس کے
کتب خانہ میں ہے۔ آہ سے

غمی رود سیاه پیر کنعان را تماشا کن ÷ کہ نور دیدہ اش روشن کند چشم زلیخا را

اس کے ۱۰۱ صفحات ہیں فی صفحہ ۱۲ سطریں ہیں۔ سورتوں کے نام بڑے خط میں لکھے ہیں اور
دس آیتوں کے بعد ایک نشان ایسے حرف کی صورت میں ہے جو ایک قدیم مغربی زبان کے حرف کی طرح ہے
اور دو سو آیتوں کے بعد حاشیہ پر ایک نشان ہے۔ طول و عرض ۹½ + ۶¾ ہے۔

مصحف ابن مسعود - حضرت عبداللہ بن مسعود نے تین بار مصحف لکھا۔ چونکہ یہ قدیم الاسلام ہیں - اس لئے ابتدا میں انہوں نے جو آیتیں نازل ہوتیں وہ لکھیں اور طویل سورتیں لکھیں اس کے بعد ایک مکمل قرآن لکھا۔ چونکہ یہ قریشی نہ تھے - اس لئے یہ نسخہ ان کا لغت قریش کے خلاف تھا۔ اس مصحف کا ذکر آچکا ہے۔

حضرت عثمان کے عہد میں جب قرآن لغت قریش پر لکھا گیا تو اول انہوں نے اختلاف کیا۔ پھر اس اختلاف سے رجوع کیا اور ایک قرآن لغت قریش کی موافق لکھا - یہ نسخہ کتب خانہ شیخ الاسلام ہے مدینہ منورہ میں موجود ہے - ہرن کی جھلی پر لکھا ہوا ہے - شیخ ابراہیم حمدی مدیر کتب خانہ مذکور ۱۳۲۸ء میں اسکو حیدرآباد دکن لائے تھے - راقم سطور بھی اسکی زیارت سے مشرف ہوا ہے -

مصاحف عہد خلافت چہارم

حضرت علی نے کئی قرآن لکھے - حیات رسول میں بھی اور بعد وفات رسول بھی - ایک نسخہ حضرت کا لکھا ہوا جامعہ ملیہ دہلی کے کتب خانہ میں ہے -

چند اوراق حضرت کے رقم فرمودہ شاہی مسجد لاہور میں ہیں - چند سورتیں آپ کی مرقومہ امیر تیمور کے ہاتھ آگئیں - کسی طرح کسی زمانہ میں لاہور کے کتب خانہ میں رہیں - پھر پیرس کے کتب خانہ میں اب انڈیا آفس لندن کے کتب خانہ میں ہیں - ان کے علاوہ چند سورتیں حضرت کی لکھی ہوئی اسی آفس کے کتب خانہ میں ہیں - ایک نسخہ حضرت کا لکھا ہوا تبرکات جامع مسجد دہلی میں ہے - یہ نسخہ فتح دمشق میں امیر تیمور کے ہاتھ لگا تھا - چار ورق حضرت کے لکھے ہوئے نواب صدر یار جنگ مولوی حبیب الرحمن خان شروانی کے کتب خانہ حبیب گنج ضلع علی گڈھ میں ہیں -

خالد بن ہیاج حضرت علی کے خادم مشہور خوشنویس تھے - ان کا لکھا ہوا ایک نسخہ علامہ ابراہیم نے محمد بن حسین بغدادی کے کتب خانہ میں چوتھی صدی ہجری میں دیکھا تھا -

مصحف حسنی - امام حسن رضی اللہ عنہ کا مرقومہ نسخہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں ہے -

مصحف حسنی (دوم) تبرکات جامع مسجد دہلی میں ہے

مصحف حسنی (سوم) امام حسن رضی اللہ عنہ کا مرقومہ نسخہ کابل میں ہے - اس کے ایک ورق کا فوٹو محمد کابل نے ۱۳۰۰ ہجری میں شائع کیا تھا -

مصحف حسینی - امام حسین رضی اللہ عنہ کا لکھا ہوا نسخہ تبرکات جامع مسجد دہلی میں ہے -

رسول کریم کی وفات کے بعد اور عہد خلافت راشدہ میں اس کثرت سے قرآن لکھے گئے کہ ان کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ جنگ صفین میں امیر معاویہ کی طرف سے فوج نے نیزوں پر قرآن بلند کئے تو تعداد میں پانسو تھے جب میدانِ جنگ میں یہ کثرت تھی تو گھروں اور شہروں کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔

مصاحف قرن اوّل خلافت راشدہ کے بعد

رسول کریم کے عہد سے لیکر اور اختتام زمانہ خلافت راشدہ تک لاکھوں قرآن لکھے گئے۔ صحابہ نے لکھے پھر اُن کے شاگردوں تابعین نے لکھے۔ تابعین کی تعداد کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ ایک ایک صحابی کے ہزاروں شاگرد تھے۔

امام زین العابدین بن امام حسین المتوفی سنہ ۹۴ھ کا مرقومہ نسخہ کتب خانہ جامعہ ملیہ دہلی میں ہے۔

اسی عہد کا ایک نسخہ کتب خانہ دارالعلوم دیوبند میں ہے۔

طاؤس بن کیسان تابعی المتوفی سنہ ۱۰۶ھ نے ایک قوم کو دیکھا جو قرآن لکھکر فروخت کرنے کا پیشہ کرتے تھے۔ (طبقات قسم ۲ جلد ۲)

مصاحف قرن دوم

ہر زمانے کے مصاحف دنیا کے مختلف مقامات پر ہیں میری معلومات اس معاملہ میں بہت کم ہے مجھے ہندوستان میں جو نسخے ہیں انہی کی پوری نشاندہی نہیں کر سکتا اور دیگر ممالک کے تو کیا بتا سکتا ہوں۔

امام جعفر صادق ابن امام باقر المتوفی سنہ ۱۴۸ھ کا مرقومہ قرآن مجید جامع مسجد دہلی کے تبرکات میں ہے۔

سنہ [illegible]ھ کا لکھا ہوا قرآن کا ایک نسخہ قاہرہ میں موجود ہے (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ص ۲)

مصاحف قرن سوم

امام علی رضا ابن امام موسیٰ کاظم المتوفی سنہ ۲۰۳ھ کا لکھا ہوا قرآن مجید خدا بخش لائبریری میں موجود ہے دیگر مصحف سماوی یہ نسخہ ایران سے کسی طرح سلاطین گجرات کے قبضہ میں آیا اور احمد آباد میں خزانہ شاہی میں محفوظ رہا۔ جب مرہٹوں نے احمد آباد لوٹا تو یہ نسخہ بھی لوٹ میں برباد ہو گیا۔

اسحاق بن مرار شیبانی المتوفی سنہ ۲۰۶ھ نے جامع مسجد کوفہ کے منبر پر ایک قرآن لکھکر رکھ دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پھر اُن کو فرشتوں پر قرآن کے نوّے نسخے ہاتھ کے لکھے ہوئے اُن کے لکھے ہوئے نسخے بغداد میں

کوئٹے میں موجود ہیں۔

مصاحف قرون ثلاثہ کے بعد

اسلام جس قدر ترقی کرتا گیا اور فتوحات اسلامی اضافہ ہوتا رہا۔ مصاحف کی کتابت کا شوق بھی ترقی کرتا رہا۔ ہر ملک میں بڑے بڑے ائمہ و علماء و بزرگوں و امراء و اہل فن نے قرآن شریف لکھے، ہر ملک میں قدیم زمانے کے لکھے ہوئے نسخے کثرت سے موجود ہیں۔ ہندوستان کے مشہور شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر غازی کو کتابت قرآن کا بہت شوق تھا۔ اُن کے لکھے ہوئے نسخے ہندوستان کے اکثر کتب خانوں میں موجود ہیں۔

ابوالمجد خواجہ عماد الدین رومی ۶۹۸ھ المعروف یاقوت ابن یاقوت بن عبداللہ رومی کاتب خلیفہ مستعصم باللہ کا لکھا ہوا قرآن مجید کتب خانہ بھوپال میں ہے۔

والد ماجد کو ایک خوشنما مطلا حمایل زمانہ قدیم کی لکھی ہوئی کتب خانہ ریاست ٹونک میں الحاج جناب مرزا محمد بیگ صاحب نے دکھائی تھی۔

جب سے مطابع قائم ہوئے ہیں۔ ہر ملک میں قسم قسم کے تکلفات سے ہزاروں کی تعداد میں ہر سال قرآن شائع ہوتے رہتے ہیں۔

الباب الثالث فی الثات

اصطلاحات

قرآن مجید اور علوم قرآن کے متعلق سینکڑوں اصطلاحیں ہیں۔ میں یہاں مجمل طور پر صرف اُن اصطلاحوں کو لکھوں گا جن کا ذکر اس کتاب میں آیا ہے اور جنکی کسی قدر وضاحت کی ضرورت ہے۔

(۱) آیت۔ قرآن کے اُس جملہ کو کہتے ہیں جو اپنے ماقبل و مابعد سے منقطع ہو اس کا نشان یہ ۃ ہے یعنی یہاں جملہ قرآنی ختم ہوا۔ آیات کا علم توقیفی ہے۔ (اتقان نوع ۱۹)

(۲) سورۃ۔ حد کو کہتے ہیں۔ اسلئے قرآن کے ہر محدود جزء کا نام سورۃ ہے یعنی چند آیتوں کا مجموعہ

(۳) سیپارہ۔ یہ فارسی لفظ ہے۔ عربی میں جزو کہتے ہیں۔ قرآن کے تیس حصے ہیں۔ اس لئے ہر حصہ کو سیپارہ کہتے ہیں۔ عرب الجزء الاول، الجزء الثانی وغیرہ بولتے اور لکھتے ہیں۔

(۴) رُبع۔ سیپارہ کا چوتھائی حصہ۔

(۵) **نصف** - آدھا سیپارہ۔

(۶) **ثلث** - ایک سیپارہ کا تین چوتھائی حصہ۔

(۷) **حزب** - مصر و مغرب میں بجائے سیپارہ کے نصف ثلث کے ہر جزو یعنی سیپارہ کو دو حصوں پر منقسم کرتے ہیں اور ہر حصہ کو حزب کہتے ہیں۔

(۸) **مقرء** - قراء و حفاظ اپنے شاگردوں کو حفظ کرانے کیلئے حزب کے جو حصے مقرر کریں۔

(۹) **رکوع** - قرآن کی ہر بڑی سورت منقسم ہے، اور اسکے ایک حصہ کو رکوع کہتے ہیں۔ یعنی چند آیات کا مجموعہ۔

(۱۰) **منزل** - رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سات دن میں قرآن ختم فرمایا کرتے تھے۔ روزانہ ورد کیلئے آپ نے سورتیں تقسیم کر لی تھیں۔ آپ کے روزانہ ورد کو ایک حزب یا منزل کہتے ہیں۔ اسلئے قرآن میں سات منزلیں ہیں

(۱۱) **سبع طوال** - قرآن کی سات بڑی سورتیں۔ بقرہ - آل عمران - نساء - مائدہ - انعام - اعراف - انفال مع توبہ۔

(۱۲) **سبع المئین** وہ سورتیں جن میں کم و بیش سو آیتیں ہیں سورۂ یونس سے سورۂ فاطر تک

(۱۳) **سبع المثانی** - سورۂ یٰسین سے ق تک۔ مثانی اسلئے کہتے ہیں کہ ان میں قصص کو دہرایا گیا ہے۔ اور بار بار نصیحتیں کی گئی ہیں۔ یہ سو سے کم آیت والی سورتیں ہیں۔

(۱۴) **مفصل** - سورۂ ق سے آخر قرآن تک کو کہتے ہیں۔ سورۂ ق چھبیسویں سیپارہ میں ثلث کے بعد ہے۔ اسلئے تقریباً سوا چار سیپارے مفصل کے ہیں۔ مفصل اسلئے کہتے ہیں کہ چھوٹی چھوٹی سورتیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ مفصل کی تین قسمیں ہیں۔

طوال مفصل - ق سے مرسلات تک

اوساط مفصل - سورۂ نبا سے ضحیٰ تک۔

قصار مفصل - الم نشرح سے ناس تک۔

(۱۵) **تعوذ و استعاذہ** - اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

(۱۶) **تسمیہ** - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱۷) **صحابی** - وہ لوگ جنہوں نے بحالت اسلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور اسلام ہی پر اُن کا خاتمہ ہوا۔

(۱۸) **تابعی** - وہ لوگ جنہوں نے بحالت اسلام کسی صحابی کو دیکھا اور اسلام ہی پر اُن کا خاتمہ ہوا۔

(۱۹) تبع تابعین - وہ لوگ جنہوں نے بحالت اسلام کسی تابعی کو دیکھا اور اسلام ہی پر ان کا خاتمہ ہوا۔

(۲۰) حدیث قول و فعل و تقریر رسول کریم - حدیث کو خبر بھی کہتے ہیں۔ اور وحی غیر متلو اور وحی خفی بھی کہتے ہیں۔ ان کا مطلب حضور کے قلب مبارک پر نازل ہوتا جس کو حضور اپنی عبارت میں بیان فرماتے تھے۔

(۲۱) تخریج - کسی حدیث کی تلاش کر کے صحیح سند نکالنا اور کسی حدیث کو مع سند ذکر کرنا۔

(۲۲) وحی متلو یا وحی جلی جس کے الفاظ و عبارت منجانب اللہ حضور پر نازل ہوتے تھے یہ قرآن ہے۔

(۲۳) تفسیر - قرآن کی شرح

(۲۴) سند - راویوں کا سلسلہ صاحب واقعہ تک

(۲۵) راوی روایت بیان کرنے والا۔

(۲۶) اصول الروایۃ وہ قواعد جن سے سند حدیث کی جانچ ہوتی ہے

(۲۷) اصول درایت وہ قواعد جن سے نفس حدیث کی جانچ ہوتی ہے۔

(۲۸) تعدیل - راوی کے اوصاف بیان کرنا۔

(۲۹) جرح - راوی کے نقائص بیان کرنا۔

(۳۰) حافظ - جس کو تمام قرآن زبانی یاد ہو

(۳۱) قاری جس نے قواعد تجوید کے موافق قرآن پڑھا ہو۔

(۳۲) تعامل - عملدرآمد

(۳۳) توارث - قدامت عمل

(۳۴) مُقری - پانچویں صدی ہجری تک علوم قرآن میں فن قرات۔ تفسیر۔ علم ناسخ و منسوخ و فن حدیث میں تھا (کتاب الناسخ والمنسوخ لابی جعفر النحاس) ان علوم کے ادیب کامل کو مقری کہتے تھے مقری کا علوم دینیہ میں صاحب دستگاہ ہونا شرط تھا۔

(۳۵) حدیث متواتر - جس کو اس قدر راویوں نے روایت کیا ہو کہ ان کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو

(۳۶) حدیث صحیح جس کی سند صحیح ہو اور مسلسل ہو اور اس میں کسی قسم کی علت نہ ہو۔

(۳۷) اخبار احاد - جو حدیث متواتر نہ ہو۔

(۳۸) حدیث حسن۔ جس کے راوی حدیث صحیح کے راویوں سے صفت ضبط میں کم ہوں
(۳۹) مُدرج جس حدیث کی سند یا متن میں صحابی یا تابعی کا قول مل گیا ہو۔
(۴۰) مضطرب۔ راوی سے اس طرح تبدیلی ہوئی ہو کہ ایک روایت کو دوسری روایت پر ترجیح دینا ممکن نہ ہو۔ یا راوی کو سلسلہ روات یا عبارت میں حدیث مسلسل یاد نہ رہی ہو۔
(۴۱) موضوع۔ گھڑی ہوئی حدیث۔
(۴۲) ضعیف وہ حدیث جس کے راویوں میں کوئی راوی کم فہم یا بد حافظہ ہو۔
(۴۳) مرفوع وہ حدیث جس کی سند رسول کریم پر منتہی ہو اور سب راوی ثقہ ہوں
(۴۴) اثر وہ حدیث جس میں راوی صحابی کے قول و فعل یا تقریر کو بیان کرے۔
(۴۵) مرسل وہ جس کا تابعی کا اوپر کا راوی ساقط ہو۔
(۴۶) طُرق۔ سلسلۂ روایت۔

مکّی مدنی

بعثت کے بعد رسول کریم کا مستقل قیام دو جگہ رہا ہے۔ اوّل مکہ میں بارہ برس پانچ مہینے اکیس دن۔ اس کے بعد آپ نے مدینہ کو ہجرت فرمائی۔ اور دس برس چھ مہینے نو دن گذرنے پر ۱۲ ربیع الاوّل سلہ ہجری کو وفات پائی۔ اس کل زمانہ میں جو سورتیں بحالت قیام مکہ نازل ہوئیں وہ مکی اور جو بحالت قیام مدینہ نازل ہوئیں وہ مدنی کہلاتی ہیں۔

دوران قیام مکہ و مدینہ میں حضور نے سفر بھی کئے ہیں اور بحالت سفر وحی بھی نازل ہوئی ہے۔ تاہم سفر کی وحی اسی مقام سے متعلق ہے جہاں حضور کا مستقل قیام تھا۔

بعض سورتوں کے مکی مدنی ہونے میں اختلاف ہے۔ اس کا باعث یہ ہے کہ بعض سورتوں کا نزول مکہ سے شروع ہوا۔ اور تکمیل مدینہ میں ہوئی اس لئے ایسی سورتوں کے متعلق جنہوں نے ابتدائے نزول کا اعتبار کیا ہے ان کو مکی قرار دیا ہے اور جنہوں نے اختتام کا اعتبار کیا ہے انہوں نے ان کو مدنی ٹھیرایا ہے

سبعۃ احرف

رسول کریم کا ارشاد ہے (ان ھذا القرآن انزل علی سبعۃ احرف فاقرؤا ما تیسر منہ) یہ قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے (بخاری و مسلم) یہ حدیث ثبوت کے اعتبار سے صحیح ہے مگر دلیل

کے اعتبار سے ظنی ہے۔ آحرف کے معنی میں علماء کو اختلاف ہے۔ فتح الباری میں چالیس قول نقل کیئے گئے ہیں۔ بعض نے سبع قرارت مُراد لی ہے لیکن ائمہ نے لکھا ہے کہ یہ غلط ہے کیونکہ قراء سبعہ (نافع۔ عبداللہ بن کثیر۔ ابوعمرو۔ عبداللہ بن عامر۔ عاصم۔ حمزہ۔ کسائی) یہ حضور کے عہد میں موجود نہ تھے ان کا زمانہ زمانۂ رسالت سے کچھ کم ایک صدی بعد ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ صحابہ میں جو سات قاری مشہور تھے وہ مراد ہیں (من جملتھم سبعۃ ائمۃ اعلام دارت علیھم اسانید القرآن وذکروا فی صلولا لکتب والاجازۃ عثمان ابن عفان۔ علی بن ابی طالب۔ ابی بن کعب۔ عبداللہ بن مسعود۔ زید بن ثابت، ابو موسیٰ اشعری۔ ابوالدرداء (طبقات القراء للذہبی)

لیکن یہاں یہ مشکل پیش آتی ہے کہ جب حضرت عثمان نے قران نقل کرائے تو ہدایت کی کہ لغۃ قریش پر لکھا جائے کیونکہ انہی کی زبان میں قرآن نازل ہوا ہے اور ان قراء سبعہ میں کئی غیر قریشی ہیں۔ اگر یہ امر واقعی ہوتا تو صحابہ حضرت عثمان کے اس کو کبھی قبول نہ کرتے۔

بعض نے لکھا ہے کہ عرب کے سات فصیح قبائل مراد ہیں۔ قریش۔ بنو سعد۔ بنو تمیم۔ بنو ہذیل بنو اسد۔ بنو ربیعہ۔ بنو قضاعہ (اتقان)

علامہ دانی نے لکھا ہے کہ سبعہ احرف کا مقصد لغات مختلفہ ہیں۔ یہی قول اکثر محققین و جمہور اہل علم کا ہے (المقنع) علامہ دانی نے لغات مختلفہ کی تشریح بھی ہے کہ سبعہ قبائل فصیح عرب یعنی غیر زبانوں کے الفاظ نہیں۔

سبع قبائل کے لغات سے مطلب یہ ہے کہ جو محاورات ان قبائل میں رائج ہیں اور چونکہ یہ سب ایک ہی زبان کے فصیح قبائل ہیں۔ اسلئے ایک دوسرے کے فصیح محاورات کو استعمال کرتے رہتے ہیں جیسے اہل دہلی نے لکھنؤ والوں کے اور لکھنؤ والوں نے اہل دہلی کے بعض محاورات والفاظ کو اختیار کرلیا ہے

حضرت عثمان کے اس حکم سے کہ لغۃ قریش پر لکھا جائے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ اگرچہ لغات دیگر قبائل کے بھی ہیں اور قریش میں مستعمل ہیں۔ قریش نے ان کو پسند کرکے اپنے محاورات میں شامل کرلیا ہے، مگر طرز تحریر ان کا اختیار نہیں کیا۔ اس لئے طرز تحریر اسی قبیلہ کا رہنا چاہئیے۔ جیسیں رسول کریم تھے۔

قرآن کو سات حرف پر قرارت کرنا امت پر واجب نہیں تھا بلکہ بنظر سہولت ان کو اجازت دیگئی تھی۔ (اتقان نوع ۱۶)۔

اسمائے سور

قرآن مجید کی اندرونی شہادت سے ثابت ہے کہ سورتوں کا تعین خداوند ذوالجلال کے حکم سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چنانچہ ارشاد ہے فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ (ایک سورت ایسی بنا لاؤ) جب سورتوں کا تعین فرمایا تو نام بھی ضرور تجویز فرمائے ہوں گے۔ امام سیوطی فرماتے ہیں وقد ثبت جمیع اسماء السور بالتوقیف من الاحادیث والآثار یعنی تمام سورتوں کے نام احادیث و آثار سے ثابت ہیں کہ توقیفی ہیں (اتقان)

ایک شخص سے حضور نے دریافت فرمایا کہ تو قرآن پڑھ سکتا ہے اس نے کہا ہاں فلاں سورت (بخاری کتاب النکاح) اس حدیث سے بھی تعیین سور کی تائید ہوتی ہے۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان لکل شئ قلبا وقلب القران یٰس۔ یعنی رسول کریم نے فرمایا کہ ہر شے کا قلب ہے اور قرآن کا قلب یٰس ہے (ترمذی۔ مشکوٰۃ۔ دارمی)

عن علی قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول لکل شئ عروس وعروس القران الرحمٰن۔ حضرت علی سے مروی ہے کہ رسول کریم نے فرمایا کہ ہر شے کی زینت ہے اور قرآن کی زینت رحمٰن ہے۔

عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من قرأ سورة الواقعة فی کل لیلة لم تصبه فاقة ابدا۔ رسول کریم نے فرمایا کہ جو شخص رات کو سورہ واقعہ پڑھے گا اسکو فاقہ نہ ہوگا (مشکوٰۃ)

واخرج الطبرانی فی الاوسط بسند حسن عن ابن مسعود عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لقد انزل علیّ ایات لم ینزل مثلهن المعوذتین۔ رسول کریم نے فرمایا کہ مجھ پر چند آیات بےمثل نازل ہوئی ہیں یعنی معوذتین (درمنثور جلد ششم)

واخرج الطبرانی فی الاوسط عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المنافق لا یحفظ سورة هود وبراءة ویٰس والدخان وعم یتساءلون۔ رسول کریم نے فرمایا کہ منافق کو سورہ ہود، براءۃ، یٰسین، دخان، عم یتساءلون یاد نہیں ہو سکتی۔ (درمنثور)

عن عقبة بن عامر قال قلت یا رسول اللہ اقرأ سورة هود وسورة یوسف قال لن تقرأ شیئا ابلغ عند اللہ من قل اعوذ برب الفلق۔ عقبہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں سورہ ہود اور سورہ یوسف پڑھا کروں، آپ نے فرمایا قل اعوذ برب الفلق ان سے بلیغ ہے (نسائی مشکوٰۃ۔ دارمی۔ مسند احمد بن حنبل)۔

عن البراء قال آخر سورة نزلت كاملة براءة وآخر سورة نزلت خاتمة سورة النساء يستفتونك الخ۔ براء کہتے ہیں کہ آخر میں مکمل سورۃ براءت نازل ہوئی اور سورۂ نساء کا خاتمہ نازل ہوا۔ (بخاری)

رسول کریم نے فرمایا سورۂ بنی اسرائیل، کہف، مریم، طٰہٰ، انبیاء میرا خزانہ ہیں (بخاری)

رسول کریم جب بستر پر تشریف لاتے تو اخلاص اور معوذتین پڑھتے۔ (بیہقی)

رسول کریم نے فرمایا سب سے افضل سورۂ الحمد ہے (بخاری)

رسول کریم نے فرمایا مجھکو تمام سورتوں سے محبوب سورۂ فتح ہے (بخاری)

عن عقبة بن عامر انه سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن المعوذتين فأمنا بهما رسول الله صلى الله عليه وسلم في صلوة الفجر یعنی رسول کریم نے صبح کی نماز میں معوذتین پڑھیں (مستدرک حاکم جلد اول)

روی ابن عباس عن ابی بن کعب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قرأ قل اعوذ برب الناس افتتح من الحمد ثم قرأ من البقرة الى اولئك هم المفلحون ثم دعا بدعاء الختمة یعنی رسول کریم جب تلاوت میں سورۂ ناس پڑھتے تو پھر الحمد سے شروع کرتے اور سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات مفلحون تک پڑھکر دعائے ختم پڑھتے (دارمی)

ان کے علاوہ اور بہت سی روایات ہیں جن سے سورتوں کے نام حضور سے ثابت ہیں۔ ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سورتوں کے نام بھی خداوند ذوالجلال کی طرف سے ہیں۔

اسمائے اجزاء

قرآن مجید کے تیس سیپارے ہیں۔ ہر سیپارہ پر جزو اول و جزو ثانی وغیرہ لکھا ہوتا ہے۔ سیپاروں کے نام نہیں ہیں۔ ابتدائی آیت والفاظ کو جلی قلم سے اسلئے لکھتے ہیں کہ پڑھنے والے کو معلوم ہو جائے کہ یہاں سے سیپارہ شروع ہوا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ابتدائی حروف سیپارہ کا نام ہے۔

شمار

عہد خلافت اولیٰ میں جب قرآن جمع کیا گیا تو سورتوں کا شمار ہوا۔ زید بن ثابت نے سورتیں شمار کیں جو کل (۱۱۴) ہیں۔ بعض سورتوں کی آیات کی تعداد حضور علیہ السلام سے منقول ہے۔ مثلاً آپ نے فاتحہ کے متعلق فرمایا کہ وہ سات آیتیں ہیں۔ سورۂ ملک کے متعلق فرمایا کہ وہ تیس آیتیں ہیں (اتقان)

ترتیب کے بیان میں ایک یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ جبریل نے حضور سے کہا کہ اس آیت کو فلاں (۲۸۰) آیات کے بعد لکھو۔ ایک روایت بھی نقل کی گئی ہے کہ حضور نے فرمایا جو کوئی سورہ کہف کی اول کی دس آیتیں پڑھے الخ۔ اور بھی اس قسم کی روایتیں ہیں لیکن مجھے باوجود تلاش کوئی صاف روایت ایسی نہیں ملی جس سے یہ معلوم ہوتا کہ آیات کا شمار حضور کے عہد میں ہوا ہے۔ اور غالباً سب آیات کا شمار حضور کے عہد میں نہیں ہوا کیونکہ وحی کا سلسلہ آپ کی وفات سے نو دن پہلے تک جاری رہا۔

اور کوئی روایت ایسی بھی نظر سے نہیں گذری جس میں عہد خلافت اول میں شمار آیات کا ذکر ہو۔ آیتوں کا شمار غالباً حضرت عمر کے عہد میں ہوا کیونکہ انھوں نے حکم دیا تھا کہ تراویح میں فی رکعت (۳۰) آیتیں پڑھی جائیں۔

حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت انس بن مالک، حضرت ابو الدرداء، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم نے آیات کا شمار کیا ہے۔

یہ شمار یا تو صحابی کے شاگرد تابعی کی طرف منسوب ہے یا معلم کی طرف۔ حضرت عثمان کا شمار شامی مشہور ہے اور عبداللہ بن عامر الیحصبی کی طرف منسوب ہے۔ حضرت علی کا شمار کوفی مشہور ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کا مدنی اول اور حضرت عائشہ کا مدنی دوم مشہور ہے (فنون الافنان فی عجائب القرآن لابن الجوزی، اتقان وینار الہدیٰ)

آیات کی تعداد میں اختلاف ہے۔ اس کا باعث یہ ہے کہ حضور علیہ السلام بعض دفعہ آیتوں کے سرے پر ٹھیرا کرتے تھے اور بعض دفعہ وصل بھی فرما دیا کرتے تھے۔ لہذا بعض نے فصل کا اعتبار کیا ہے بعض نے وصل کا

تعداد آیات

حضرت عائشہ کا شمار	۶۶۶۶	شامی	۶۲۵۰
ابن مسعود ″ ″	۶۲۱۸	بصری	۶۲۱۶
اہل مکہ ″ ″	۶۲۱۲	کوفی	۶۲۳۶
اسمٰعیل بن جعفر مدنی ″	۶۲۱۴	عراقی	۶۲۱۴

اقوال عامہ ۶۶۶۶

اعشار۔	بصری	۶۲۳	کوفی	۴۳۳
اخماس	″	۲۴۶	″	۸۶۶

حضرت عبداللہ بن مسعود نے حروف بھی شمار کئے ہیں۔ باقی شمار تابعین کے نام سے مشہور ہے

ابن مسعود کا شمار (۳۲۲۲۷۱) مجاہد کا شمار (۳۲۱۱۲۱) اقوال عامہ (۳۲۰۲۶۷)

صحابہ نے کلمات کا شمار بھی کیا ہوگا کیونکہ جب آیات و حروف گنے گئے تو کلمات کیوں چھوڑے ہوں گے۔ لیکن کلمات کا شمار تابعین کے نام سے مشہور ہے۔ کلمات پر ہم نے حروف کو اسی وجہ سے مقدم کیا ہے کہ اسمیں ایک صحابی کا بھی نام ہے۔

کلمات

حمید اعرج کا شمار	۷۶۴۳۰	عبدالعزیز بن عبداللہ کا شمار	۷۰۴۳۹
مجاہد 〃	۷۶۲۵۰	اقوال عامہ	۸۶۴۳۰

جماعت قراء حجاج بن یوسف نے بھی جنمیں امام حسن بصری، یحییٰ بن یعمر۔ نصر بن عاصم وغیرہ تھے حروف کا شمار کیا۔ اور قرآن اور اجزاء و احزاب کا ربع، ثلث، نصف قائم کیا۔ اسی جماعت نے قسم وار حروف و حرکات کا شمار کیا۔ چونکہ شمار حروف میں اختلاف ہے۔ اسلئے کلمات و ربع و نصف و ثلث میں بھی اختلاف ہے۔ حروف میں اختلاف کا باعث اس قسم کے امور ہیں کہ کسی نے حرف مشدد کو ایک گنا ہے اور کسی نے دو۔

حرکات

فتحات	۲۵۳۱۴۳	کسرات	۳۹۵۸۴	تشدید	۱۲۷۴
ضمات	۸۸۰۴	مدات	۱۷۷۱	نقاط	۱۰۵۶۸۴

حروف

ا - ۴۸۸۷۲	د - ۵۶۰۲	ض - ۱۲۰۷	ک - ۹۵۰۰
ب - ۱۱۴۲۸	ذ - ۴۶۷۷	ط - ۱۲۷۷	ل - ۳۰۴۳۲
ت - ۱۱۰۹۵	ر - ۱۱۷۹۳	ظ - ۸۴۲	م - ۲۶۵۶۰
ث - ۱۲۷۶	ز - ۱۵۹۰	ع - ۹۲۲۰	ن - ۴۵۱۹۰
ج - ۳۲۷۳	س - ۵۸۹۱	غ - ۲۲۰۸	و - ۲۵۵۳۶
ح - ۳۷۹۳	ش - ۲۲۵۳	ف - ۸۴۹۹	ہ - ۱۹۰۷۰
خ - ۲۴۱۶	ص - ۲۰۱۲	ق - ۶۸۱۳	ی - ۲۵۹۱۹

امام جعفر صادق نے شمار کر کے آیات کی قسموار تقسیم کی ہے۔

"منقول است از امام ناطق جعفر صادق علیہ السلام کہ جملہ آیات قرآن مجید کہ شش ہزار و ششصد

وششش اند۔ چہار صد آیت در تویذ است و یکہزار و دو صد در شرائع اسلام و یکہزار در ترتیب سلطنت و ششش صد در قصص و چہار صد در معاملات است و یکہزار در عذر جرائم و یکہزار در ضمان رزق و بیعت و جہاد و پانصد در حج و باقی در حکم طلاق و نکاح (مقصود القاری)

بعض بزرگوں سے اس طرح تقسیم و تفصیل کی ہے۔

آیات وعدہ	آیات وعید	نہی	امر	مثال	قصص	حلال
۱۰۰۰	۱۰۰۰	۱۰۰۰	۱۰۰۰	۱۰۰۰	۱۰۰۰	۲۵۰

حرام	تسبیح	منسوخ۔
۲۵۰	۱۰۰	٦٦

جن آیات میں صراحت سے احکام بیان ہوئے ہیں اُن کی تعداد (۱۵۰) ہے۔ اور استنباط کے لحاظ سے کل احکامی آیات کی تعداد (۵۰۰) ہے۔ وہ آیتیں جنہیں علوم کا ذکر آیا ہے یا ان کی طرف اشارہ ہے (۷۵۰) سے زیادہ ہیں۔ چونکہ نوع انسان کو باعتبار روحانیات کے ادیات سے زیادہ تعلق ہے اس لئے وہ آیتیں جو مادی علوم سے تعلق رکھتی ہیں۔ تعداد میں زیادہ ہیں۔

تجزیۂ قرآن

قرآن منزلوں، سیپاروں، ثلث، نصف، رُبع، سورتوں، آیتوں۔ ان سات چیزوں پر تقسیم ہے منزل۔ سور۔ آیات یہ تین تو حضور کے مقرر فرمودہ ہیں۔ سات منزلوں پر تقسیم حضور نے کی ہے۔ (اتحاف السادہ شرح احیاء العلوم جلد سوم ص۴۷۳)

ہر سورت کے ابتداء میں بسم اللہ لکھی جاتی تھی۔ حضرت عثمان کے عہد سے سورتوں کے نام بھی لکھے جانے لگے۔ آیت کا نشان (۰۰) یہ تھا، جو آیت کے سرے پر ہوتا تھا۔ پھر تخمیس و تعشیر کے نشان مقرر ہوئے (اتقان) یہ سب حضرت عثمان کے زمانہ میں ہوا۔ کیونکہ تعشیر کے متعلق روایت لکھی جا چکی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اس کو ناپسند کرتے تھے حضرت عبداللہ بن مسعود نے حضرت عثمان رضہ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔ انڈیا آفس لندن کے کتب خانہ میں جو قرآن حضرت عثمان کے عہد کا لکھا ہوا ہے اسمیں دس آیتوں کے بعد نشان ہے اور دو سو آیتوں کے بعد حاشیہ پر نشان ہے

ابو الاسود نے آیت کا نشان گول دائرہ (○) مقرر کیا۔

سنن ابی داؤد و سنن ابن ماجہ و مسند احمد بن حنبل و طبقات ابن سعد میں روایت ہے کہ جب وفد ثقیف نبی کریم کے حضور میں حاضر ہوا تھا تو ایک دن حضور حجرہ سے دیر میں تشریف لائے اور فرمایا

مجھے آج اسوجہ سے دیر ہوگئی کہ قرآن کا روزانہ کا ورد رہ گیا تھا اُس کو پورا کیا۔ اور شفقی نے آپ کے معمول کے متعلق دریافت کیا تو حسب ذیل جواب ملا۔

دن	تعداد سور	اسماء سور
۱	۳	بقرہ مع فاتحہ - آل عمران - نساء - فاتحہ چونکہ ابتدائی سورت بطور دعا کے ہے اسلئے اکثر ورد میں علیحدہ شمار نہیں کرتے
۲	۵	مائدہ - انعام - اعراف - انفال - برأت
۳	۷	یونس - ہود - یوسف - رعد - ابراہیم - حجر - نحل
۴	۹	بنی اسرائیل - کہف - مریم - طٰہٰ - انبیاء - حج - مومنون - نور - فرقان
۵	۱۱	شعراء - نمل - قصص - عنکبوت - روم - لقمان - سجدہ - احزاب - سبا - فاطر - یٰسین -
۶	۱۳	والصافات - ص - زمر - مومن - حم سجدہ - شوریٰ - زخرف - دخان - جاثیہ - احقاف - محمد - فتح - حجرات
۷		ق سے ناس تک

یہ ورد حضرت عثمان اور حضرت علی سے منقول ہے۔ قراء نے اس کا نام (فمی بشوق) رکھا ہے اسی کو ختم الاحزاب کہتے ہیں۔ فمی بشوق کا ہر حرف حزب روزانہ کی پہلی سورت کے نام کا پہلا حرف ہے

بروز اوّل ابتدا فاتحہ سے ف
روز دوم ابتداء مائدہ سے م
روز سوم ابتداء یونس سے ی
روز چہارم ابتداء بنی اسرائیل سے ب
روز پنجم ابتداء شعراء سے ش
روز ششم ابتداء والصافات سے و
روز ہفتم ابتدا ق سے ق
یہی سات منزلیں ہیں۔

بعض نے (فمی بشوق) کی جگہ فنی بشوق کہا ہے۔ اور دوسری منزل کو نساء سے شروع کیا ہے

حضرت عثمان سے ایک ختم ہفت روزہ اور بھی منقول ہے

دن	اسماء سور
جمعہ کو	فاتحہ سے ختم مائدہ تک
شنبہ "	انعام سے ختم توبہ تک
یکشنبہ "	یونس سے ختم مریم تک
دوشنبہ کو	طٰہٰ سے ختم قصص تک
سہ شنبہ "	عنکبوت سے ختم ص تک
چہارشنبہ "	زمر سے ختم رحمن تک
پنجشنبہ "	واقعہ سے ناس تک

رسول کریم نے قیس بن صعصعہ سے فرمایا تھا کہ سات دن میں ختم کیا کرو (استیعاب جلد اول ص۲۴۹)

بعض اصحاب تین منزل کرتے تھے۔ اس عدد کا نام (خیل) رکھا گیا۔

روز اول شروع فاتحہ سے۔ روز دوم شروع یونس سے۔ روز سوم شروع لقمان سے (مفید القاری)

ایک ختم حضرت عبداللہ بن مسعود کی طرف منسوب ہے اس کو (فمی بشوق) کہتے ہیں۔ یہ بھی ہفت روزہ ہے۔ فاتحہ تا انعام۔ انعام تا یونس۔ یونس تا طٰہٰ۔ طٰہٰ تا عنکبوت۔ عنکبوت تا زمر۔ زمر تا واقعہ۔ واقعہ تا ناس

حضرت عثمان نے اول تراویح میں دس آیتیں پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ بعد میں جس جگہ مطلب ختم ہو رکعت ختم کرتے تھے۔ اسی طرح ۵۴۰ رکوع ہوئے بعض نے ۵۵۱ کئے ہیں (مفید القاری) اور ختم قرآن ۲۷ رمضان کو ہونے لگا کیونکہ تیسویں تراویح کا ہمیشہ ہونا ممکن نہ تھا۔ اور اس صورت میں قرآن باقی رہجانے کا خطرہ تھا۔ وہر جاکہ آخر قصہ است یا سخن تمام شدہ و امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ در نماز آنجا رسیدہ برکوع رفتہ است این شکل (ع) نوشتہ اند (رسالہ وقف)

بعض نے اس عمل کو حضرت عمر کی طرف منسوب کیا ہے بعض نے حضرت حذیفۃ الیمان کی طرف۔ بعض نے عبدالرحمن السلمی۔ بعض نے حسن البصری کی طرف لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ عمل حضرت عثمان کا ہے مگر تعلیم ہی میں تھا۔ تحریر میں نہ تھا۔ تحریر میں رکوع کا یہ (ع) نشان علماء کی ایجاد ہے (مبسوط سرخسی جلد ثانی ص۱۴۶ و فتاوی قاضیخان و فتاوائے عالمگیری)

یہ نشان امام ابو عبداللہ محمد بن محمد بن طیفور السجاوندی (متوفی آخر صدی ششم) کی ایجاد ہے۔

حضرت عثمان نے اپنے عہد میں جو قرآن لکھا ہے وہ تیس جزو پر تھا (مفید القاری) یہ تقسیم یا تو زمانہ رسالت سے مروج ہوگی یا رمضان کی تیس تراویح کی رعایت سے حضرت عثمان نے یہ تقسیم کی ہوگی۔ یا اس حدیث کی بموجب کہ رسول کریم نے عبداللہ بن عمر سے فرمایا کہ قرآن ایک مہینے میں ختم کیا کرو۔ شرح احیاء العلوم سے بھی ایسا ہی مفہوم ہوتا ہے۔

یہ تقسیم باعتبار حروف ہے۔ اسمیں یہ لحاظ بھی ہے کہ آیت پوری ہو جائے اور مطلب میں ایسی کمی نہ رہے جس سے تلاوت میں نقص واقع ہو۔ لیکن اس کے معلوم کرنے کیلئے قواعد رموز اوقاف اور بعض علوم میں دستگاہ کی ضرورت ہے۔ سیپارہ پنجم (والمحصنت) میں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آیت ختم نہیں ہوئی لیکن یہاں آیت بالا جماع ہے۔ چونکہ مابعد ماقبل سے لفظی و معنوی تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے وقف تام نہیں وقف صالح ہے۔ اور مطلب بھی پورا ہے۔ چونکہ شمار حروف میں صحابہ میں اختلاف ہے۔ اس لئے بعض سیپاروں کی ابتداء اور انتہا میں اختلاف ہے۔ یہ اختلاف مصر و مغرب میں رائج ہے۔

(۱) جزو ہفتم جو مصر و مغرب میں رائج ہے آیت لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ سے شروع ہوتا ہے اور ہمارا ساتواں سیپارہ اس سے ایک آیت بعد وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ سے شروع ہوتا ہے۔

(۲) مصر و مغرب کا جزو چہاردہم آیت الۗرٰ تِلْكَ سے شروع ہوتا ہے۔ ہمارا چودھواں سیپارہ اس سے اگلی آیت رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ سے شروع ہوتا ہے۔

(۳) مصر و مغرب کا جزو بستم آیت فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ سے شروع ہوتا ہے ہمارا بیسواں سیپارہ اس آیت سے تین آیت بعد اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ سے شروع ہوتا ہے۔

(۴) مصر و مغرب کا جزو بست و یکم آیت وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ سے شروع ہوتا ہے ہمارا اکیسواں سیپارہ اس سے ایک آیت پہلے اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ سے شروع ہوتا ہے۔

(۵) مصر و مغرب کا جزو بست و سوم آیت وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰي قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ سے شروع ہوتا ہے ہمارا تیئسواں پارہ اس سے چھ آیت قبل وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ سے شروع ہوتا ہے۔

(۶) بعض نے جزو نوزدہم کو آیت وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا سے شروع کیا ہے۔ ہمارا انیسواں سیپارہ وَقَالَ الَّذِيْنَ سے شروع ہوتا ہے۔

(۷) بعض نے جزو بست و ششم کو آیت وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ سے شروع کیا ہے۔ ہمارا چھبیسواں سیپارہ حٰمٓ سے شروع ہوتا ہے

ہمارا ہر سیپارہ ربع۔ نصف۔ ثلث پر تقسیم ہے۔ مصر و مغرب کا ہر جزو دو حزبوں پر تقسیم ہے اور ہر حزب ربع۔ نصف، ثلث پر۔ حزب کے ان حصوں کو مقرا بھی کہتے ہیں۔ یہ دونوں تقسیمیں مجلس قراء حجاج بن یوسف نے کی ہیں۔ یہ تقسیم بھی باعتبار حروف ہوئی ہے۔

قرآن مجید کے سیپاروں پر ہندوستان و ایران میں اکثر سیپارہ کا نمبر شمار لکھا جاتا ہے یعنی کونسا سیپارہ ہے۔ ۵ ہے یا ۸ ہے یا ۱۴ ہے وغیرہ وغیرہ۔ مصر و مغرب و ممالک عرب میں الجزء الاول و الجزء الثانی وغیرہ لکھتے ہیں۔

اعراب و نقاط

عرب میں اعراب و نقاط کا وجود لکھنے پڑھنے میں زمانہ قدیم سے تھا (ادب العرب جلد اول ص ۴۸) یہ تحقیق نہیں ہو سکا کہ کتابت میں ان کو کس زمانہ سے ترک کیا گیا اور کیوں ترک کیا گیا۔ رسول کریم کے عہد سے پہلے سے لکھنے میں مطلق رواج نہ تھا۔ پڑھنے میں تھا۔ حضور نے بھی ارشاد فرمایا ہے عن ابی ھریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعربوا القرآن رواہ البیہقی و ابو یعلی۔ جامع صغیر۔ منتخب کنز العمال

(تاریخ خطیب بغدادی، بغیۃ الوعاۃ - فضائل ابن کثیر)

اس ارشاد سے یہ مطلب تھا کہ قرآن کو صحیح اعراب سے پڑھو۔ اگر تحریر کا ارشاد ہوتا تو صحابہ ضرور تعمیل کرتے
عن عمر عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم من قرا القرآن فاعربہ کان لہ لکل حرف اربعون حسنۃ۔ یعنی جس نے اعراب سے قرآن پڑھا۔ اس کو فی حرف چالیس نیکیاں ملیں گی (بیہقی)

خلافت راشدہ کے زمانہ تک قرآن میں اعراب نقاط کا وجود تھا۔ پڑھنے میں اعراب نقاط محفوظ تھے یعنی ش ش ہی پڑھا جاتا تھا۔ س س ہی پڑھا جاتا تھا۔ ظ ظ ہی پڑھی جاتی تھی۔ ط ط ہی پڑھی جاتی تھی۔ فتحہ فتحہ ہی ادا کیا جاتا تھا۔ کسرہ نہیں پڑھا جاتا تھا۔ عرب اس پر قادر تھے ولکن ملکۃ الاعراب الموجودۃ فی نفوسہم قبل اختلاطہم بالاعجمیۃ صانت لسانہم عن اللحن
یعنی ان کے نفوس میں اعراب کا ملکہ موجود تھا۔ اس نے ان کی زبان کو اغلاط سے محفوظ رکھا تھا (اتقان)

اوّل ابوالاسود دؤلی نے سنہ ۲۲ھ کے بعد کتابت میں حرکات کا اظہار نقاط کے ذریعہ کیا کیونکہ انہوں نے ایک شخص کو غلط قرآن پڑھتے سنا۔ امام ابو عمرو عثمان بن سعید الدانی نے لکھا ہے کہ ابوالاسود نے ایک آدمی سے کہا کہ قرآن تھام لے اور ایک رنگ روشنائی کے خلاف لیا اور اس سے کہا کہ اگر میں اپنا منہ کھولوں تو حرف کے اوپر ایک نقطہ لگانا (زبر) اور اگر منہ کو نیچے کی طرف مائل کروں تو نیچے ایک نقطہ لگانا (زیر)۔ اور اگر اپنے منہ کو ملا دوں تو ایک نقطہ حرف کے آگے لگانا (پیش) اور اگر ان حرکات کے ساتھ غنہ بھی ہو تو دو نقطے لگانا (تنوین) اس نے ایسا ہی کیا (کتاب التنقیط)

امام ابوطاہر اسماعیل بن ظافر بن عبداللہ العقیلی نے لکھا ہے کہ خلیل وغیرہ علماء نے ان حرکات کو پسند کیا اور باقی علامات مثلاً شد وغیرہ کی ایجاد کیں (رسم المصحف کتاب لطیفات)

ابوالاسود جعل الحرکات والتنوین یعنی ابوالاسود نے حرکات اور تنوین وغیرہ بنائے۔
(رسالہ فائدہ مخطوطہ کتب خانہ خدیویہ مصر)

ان اوّل من امر بہ عبدالملک بن مروان (یعنی خلیفہ عبدالملک بن مروان نے سنہ ۸۶ھ میں حکم دیا کہ قرآن پر نقاط لگائے جائیں (فضائل القرآن للحافظ ابی الفداء اسمٰعیل بن کثیر القرشی الدمشقی سنہ ۷۷۴ھ)

واما شکل المصحف و نقطہ فروی ان عبدالملک بن مروان امر بہ وعملہ فتجرد لذالک الحجاج۔ عبدالملک نے حجاج کو نقطوں وغیرہ کا حکم دیا۔ (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی)

یہ حکم اس نے غالباً اپنے آخر سال میں دیا کیونکہ اس کے عہد میں یہ کام نہیں ہوا۔ اس کے بیٹے خلیفہ ولید نے حجاج بن یوسف کو تاکید سے۔ حجاج خود بھی بڑا قاری اور ادیب تھا۔ امام حسن بصری۔ مالک بن دینار

ابی العالیہ الریاحی - راشد الحمادی - ابی نصر محمد بن قاسم اللیثی - عاصم بن ابی الصباح الجحدری - یحیی بن یعمر کی ایک مجلس قائم کی۔ ان لوگوں نے حروف شمار کئے اور ربع، نصف، ثلث وغیرہ قائم کیا (فنون الافنان فی عجائب القرآن والجامع لاحکام القرآن وکتاب المصاحف)

یہ کام غالباً ۷۵ھ کے بعد ہوا کیونکہ خلیفہ کو حجاز وغیرہ کی جنگ و معاملات سے اسی سال اطمینان ہوا۔ ابوالاسود کے دو شاگردوں نصر بن عاصم و یحیی بن یعمر نے اپنے استاد کے نقاط میں اصلاح کر کے زیر زبر پیش ایجاد کئے اور نقاط سے لفظوں کا کام لیا۔

اول من نقط المصاحف یحیی بن یعمر (یعنی سب سے پہلے قرآن پر نقطے یحیی بن یعمر نے لگائے۔ نقط القرآن)۔ ان ابن سیرین کان له مصحف نقطه یحیی بن یعمر (یعنی امام ابن سیرین کے پاس ایک قرآن تھا جس پر یحیی بن یعمر نے نقطے لگائے تھے (الجامع لاحکام القرآن) یہ کام ۷۵ھ میں یا اس سے اگلے سال ہوا۔

خلیل بن احمد بصری ۱۷۰ھ نے ہمزہ کے لئے سر عین (ء) تشدید کیلئے سر شین (ّ) جزم کیلئے سر جیم (ْ) مد کیلئے ایک خط ایجاد کیا (ٓ) اول من وضع الھمزۃ والتشدید والروم والاشمام الخلیل یعنی ہمزہ وغیرہ خلیل کی ایجاد ہیں (نثر المرجان جلد اول وعزیۃ الاسرار وجلیلۃ الاذکار مصنفہ سید محمد حقی النازلی طبع ثانیہ مطبعہ خیریہ بمصر القاہرہ ۱۳۰۲ ہجری ص ۱۵)

رموز و اوقاف

بوقت نزول وحی جبریل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مواقع آیت پر وقوف کی ہدایت کرتے تھے۔ حضور اصحاب کو اوقات کی تعلیم فرماتے تھے حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ سے ان مقامات کو معلوم کرتے تھے۔ جہاں قرات میں ٹھہرنا سزاوار ہے (اتقان)

جہاں ٹھہرنا چاہیئے اور جہاں ملا کر پڑھنا چاہیئے۔ یہ سب حضور کا ارشاد ہے۔ لیکن زبانی تعلیم تھی تحریری کوئی نشان نہ تھا صحابہ کے عہد میں آیت کی علامت (ۛ) نقطے قرار پائے۔ جو آیت کے شروع پر لگائے جاتے تھے (اتقان نوع ۷۰) حضرت عثمان کے عہد میں دس آیتوں کے بعد ۵ کا نشان لگایا گیا اور آیتوں کے آخر میں نقطے دئے گئے ابوالاسود نے آیت کا نشان (○) گول دائرہ مقرر کیا۔

○ - جملہ تام ہونے کی علامت ہے۔ ذرا ٹھہرنا چاہیئے اس کو آیت کہتے ہیں۔ اگر ○ کے اوپر لا لکھا ہو تو یہ مطلب ہے کہ یہاں ٹھہرنے کا اختیار ہے۔

م - لفظ لازم کا مختصر ہے۔ یہاں ٹھیرنا ضروری ہے۔

ط - مطلق کا مخفف ہے مطلب یہ ہے کہ بات تو پوری ہو گئی۔

ج - جائز کا مخفف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ٹھیرنا بہتر ہے۔ نہ ٹھیرنے میں کچھ حرج نہیں۔

ز - لفظ مجاوز کا مخفف ہے مطلب یہ ہے کہ یہاں سے گذرنا چاہیئے۔

ص - علامت وقف رخص کی ہے۔ یعنی ملا کر پڑھنا چاہیئے۔ ٹھیر گیا تو کچھ حرج نہیں۔

ق - علامت قیل علیہ الوقف کی ہے یعنی قول مرجوح یہ ہے کہ یہاں ٹھیرنا چاہیئے۔ مگر نہ ٹھیرنا بہتر ہے۔

صلی - علامت قد یوصل کی ہے یعنی یہاں ترک وصل اولیٰ ہے۔

قف - صیغہ امر ہے یعنی ٹھیر جا۔

کذ - علامت کذالک کی ہے یعنی جو رمز پہلے ہے وہی یہاں بھی ہے۔

س - علامت سکتہ کی ہے۔ یعنی یہاں اس قدر کم ٹھیرے کہ سانس نہ ٹوٹے۔

وقفہ - علامت سکتہ طویلہ کی ہے یعنی جتنی دیر میں سانس لیتے ہیں۔ اس سے کم ٹھیرے۔

وقفہ اور سکتہ میں فرق یہ ہے کہ سکتہ اقرب بوصل ہے اور وقفہ اقرب بوقف ہے۔

لا - بغیر ○ گول آیت کے علامت ہے کہ یہاں ٹھیرنا جائز ہے۔

جہاں دو علامتیں لکھی ہوں وہاں اوپر کی علامت کا اعتبار ہے۔ قرآن مجید کے حاشیہ پر لکھا ہوا ہوتا ہے (ع) اسی طرح مسلسل (ع) علامت رکوع کی ہے عین کے اوپر کا ہندسہ سورت کے رکوع کا نمبر اور عین کے نیچے کا ہندسہ سیپارہ کے رکوع کا نمبر اور عین کے درمیان کا ہندسہ تعداد آیات رکوع ہے۔ بعض جگہ حاشیہ پر (مع) لکھا ہوتا ہے۔ یہ علامت معانقہ کی ہے۔ رموز اوقاف تو قدیم سے ہیں لیکن ان کی تعلیم زبانی تھی۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے گول دائرہ ○ آیت کا نشان ابو العلا سعد کی ایجاد ہے باقی اکثر علامات سجاوندی کی ایجاد ہیں۔

قرات و تجوید

علم تجوید کہ جس میں طرز تلفظ قرآن سے بحث ہوتی ہے۔ اس علم میں آنحضرت کے لب و لہجہ کو جو آیات قرآن سے متعلق ہے محفوظ کیا گیا ہے چونکہ بعض قبائل کے لب و لہجہ میں کچھ فرق تھا۔ اس لئے آپ نے اُن کے طریق پر بھی پڑھنے کی اجازت دی تھی۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے کہ میں نے ہشام بن حکیم کو سورۂ فرقان اپنے طرز کے خلاف پڑھتے دیکھا تو اُن کو رسول کریمؐ کے پاس لے گیا۔ حضورؐ نے سُن کر دونوں کو صحیح فرمایا۔

حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے کہ ایک شخص نے مسجد میں آ کر سورۂ نحل اس طرز کے خلاف پڑھا جس طرح میں پڑھتا تھا۔ میں نے اُس سے دریافت کیا کہ تم کو یہ سورت کس نے پڑھائی اُس نے کہا۔ رسول کریمؐ نے پھر ایک اور شخص آیا اُس نے بھی یہ سورت پڑھی مگر ہم دونوں کے خلاف، میں نے اُس سے بھی دریافت کیا اُس نے بھی وہی جواب دیا۔ میں دونوں کو حضورؐ کے سامنے لے گیا۔ حضورؐ نے ان دونوں سے سُنکر احسنت فرمایا۔ اور میرے سینہ پر ہاتھ رکھکر فرمایا اعیذك بالله یا ابی (شرح سبعہ قرات صـ۲۳)

چونکہ عرب میں بہت سے قبائل آباد تھے اور اُن کے لب ولہجہ میں اختلاف تھا۔ اس لئے بہت سی قراتیں تھیں۔ متاخرین سب کو محفوظ نہ کر سکے۔ اس لئے سبعہ قرات پر قناعت کی۔ علامہ اسماعیل بن ابراہیم بن محمد القراب شافعی نے لکھا ہے کہ قراء سبعہ کی قرات سے تمسک اور دیگر قراتوں کے ترک پر کوئی حدیث یا اثر نہیں بلکہ یہ متاخرین کا فعل ہے جنہوں نے سبعہ کے سوا کوئی قرات نہیں پڑھی۔

علامہ ابو محمد مکی کا قول ہے کہ کتابوں میں ستر سے زیادہ صاحب اختیار قرات کی قراتیں مذکور ہیں جو قراء سبعہ سے مقدم ہیں۔ دوسری صدی کے آخر تک وجوہ قرات لکھنے کا رواج نہ تھا۔ جب ہمتیں پست ہو گئیں اور حافظے کمزور ہو گئے اور تمام دنیا کے آدمی قرآن پڑھنے لگے تب قراء نے علم قرات کی تدوین شروع کی۔

اس فن میں سب سے پہلی تصنیف ابو منصور محمد بن احمد الازہری سـ۳۷۰ھ (تلمیذ امام شافعی) کی ہے۔ قاضی ابو عبید قاسم بن سلام بغدادی نحوی سـ۲۲۴ھ کی کتاب القرات میں پچیس قراتیں ہیں۔ امام ابو حاتم سہل بن محمد ابن عثمان سجستانی نحوی مقری بصری سـ۲۵۵ھ نے بھی کتاب القراۃ میں پچیس قراتیں بیان کی ہیں جو قراء سبعہ سے مقدم ہیں۔ امام ابن جریر طبری نے سـ۳۱۰ھ کتاب الجامع میں بیس سے زیادہ قراتیں لکھی ہیں۔ شاہ ولی اللہ نے لکھا ہے کہ قراتیں بہت تھیں۔ جب ہمتیں پست ہو گئیں تو سبعہ قرات کا رواج رہ گیا۔ قراء بھی بہت تھے۔ وہ قراء جنہوں نے اپنے کمال اپنے علم اپنے تقدس اور کثرت تلامذہ سے نام پایا اُن کی تعداد بھی اتنی کثیر ہے کہ میں اُن کی فہرست بھی مرتب کرنے کے لئے تیار نہیں۔ قراء کے علماء سلف نے دو گروہ قرار دئے ہیں۔

ایک وہ جن کی قراتیں رواج پا کر کچھ عرصہ کے بعد معدوم ہو گئیں۔ صرف قدیم و ضخیم کتابوں میں رہ گئیں۔ اس جماعت میں بھی صدہا بزرگ تھے۔ میں صرف دو چار کے نام لکھتا ہوں:۔

ابو جعفر مدنی۔ ابن محیصن مکی۔ یعقوب بصری۔ حسن بصری۔ سلیمان اعمش کوفی۔ خلف کوفی۔ یحیی۔ دوسرے تخمیں اس گروہ کی قراتیں رائج ہیں۔ مشہور قراء سبعہ اسی جماعت میں سے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں

(۱) عبداللہ بن عامر سنہ ۱۱۸ھ (۲) عبداللہ بن کثیر سنہ ۱۲۰ھ (۳) عاصم سنہ ۱۲۸ھ (۴) ابوعمرو بن العلاء سنہ ۱۵۴ھ
(۵) ابو عمارہ حمزہ سنہ ۱۵۶ھ (۶) نافع سنہ ۱۶۹ھ (۷) کسائی سنہ ۱۸۹ھ

اختلاف قرات کا ایک خاص سبب یہ بھی ہے کہ قرآن مجید کے کلمات کی دو قسمیں ہیں ایک متفق علیہ دوسرے مختلف فیہ۔ متفق علیہ وہ آیات جنکو صحابہ نے ایک ہی طرح پڑھا۔ ان میں کوئی اختلاف نہیں۔ مختلف فیہ وہ جن کو صحابہ کرام نے لغوی اختلافات یا لغوی وجوہ کی بنا پر مختلف طور پر پڑھا ہے۔ دونوں قسم کے الفاظ منزل من اللہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم کردہ ہیں۔ مثلاً ایک صحابی نے صلہ۔ اظہار۔ تسہیل یا درفع سیکھا دوسرے نے بغیر صلہ، اظہار، تسہیل اور فتح سیکھا، تیسرے نے بغیر صلہ اد غام تسہیل اور امالہ سیکھا۔ چونکہ ان اختلافات کی کوئی ترتیب تعینہ واجب نہ تھی۔ نہ اس سے کوئی ظاہری و معنوی نقص عائد ہوتا تھا۔ لہذا تابعین و تبع تابعین نے اپنے اساتذہ صحابہ کی قرات سے بپابندی شرائط نئی ترتیب سے قرات اختیار کی اسی وجہ سے صدر اول کی قراتوں کا شمار نہیں ہے۔ اور بعض الفاظ حضور کے سامنے مختلف قراتوں سے پڑھے گئے۔ بعض کو حضور نے بھی بلحاظ وسعت کلام مختلف طریق سے پڑھا ہے تاکہ سب معانی کا احاطہ ہو جائے۔ اس اختلاف کو قرات سبعہ متواترہ کہتے ہیں۔

حفاظت قرآن

خداوند ذوالجلال نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (یعنی ہم نے یہ قرآن اتارا ہے اور ہم ہی اسکی حفاظت کریں گے۔

خدا کی طرف سے حفاظت

رب العزة نے کلام ایسا فصیح و بلیغ و جامع نازل کیا ہے کہ اسکی ایک آیت کی مثل آیت کا بنانا تسلیم مخلوق کی قدرت سے باہر ہے جس زمانہ میں قرآن نازل ہوا عرب کی فصاحت و بلاغت معراج کمال پر تھی عرب کے مغرور فصحا اپنے سوا تمام دنیا کو عجم (گونگا) کہتے تھے۔ جب قرآن نازل ہوا اور اس نے اُن تمام اخلاق ذمیمہ کی برائی ظاہر کی جو اُن کی طبیعت ثانیہ ہو گئے تھے اور جن کو وہ مستحسن سمجھکر عمل میں لاتے تھے اور ان کو اپنے معبودوں، بتوں اور اپنے کیش کا بطلان نظر آیا۔ تو آگ بگولا ہو گئے ہر طرح مخالفت کرنے لگے، ہر طرح تکالیف پہونچانے لگے جس سے جو کچھ بن پڑا۔ اُس نے اپنی کرنی میں کسر نہ کی۔ لڑے، مرے، خون کے دریا بہائے، یہ کیوں؟ قرآن کے مٹانے کیلئے، کیونکہ قرآن اُن کو اُن کے قدیم رسم و آئین کے خلاف عقائد مشرکانہ اور غیر مہذب اعمال و اخلاق سے بچنے کی تعلیم دیتا تھا۔ اور توحید الٰہی کی جب

اُس زمانہ میں دنیا کے کان آشنا نہ تھے تلقین کرتا تھا۔ اور یہ رہنما قرآن کا منزل علیہ کون تھا؟ ایک یتیم ایک غریب، بے زر و بے پر، بیکس و بے بس، ایک اُمّی جو نثر سے آشنا نہ نظم سے واقف، ایسے مسکین کا یہ حوصلہ کہ بڑے بڑے اُمراء، شیوخ، جنگجوؤں اور نامور فصحاء کے آگے اُن کے دین و آئین کے خلاف لب کشائی کرے۔ اس عجیب و غریب کلام کے مٹانے کے لئے انہوں نے سب ہی کچھ کیا۔ مجنون و ساحر کہکر بدنام کیا۔ گالی گلوچ، مار پیٹ سے پیش آئے، لالچ دیا، برادری سے خارج کیا۔ غرض سب کچھ کیا۔ جب کوئی تدبیر کارگر نہوئی تو دیس نکالا دیا۔ اس سے بھی کام نہ چلا تو جنگ و جدل برپا کی۔

لیکن صاحب قرآن نے اُن کے سامنے ایک آسان صورت فیصلہ پیش کی اور للکارا کہ تم سب ملکر ایک ہی سورت بنالاؤ۔ یہ سُنکر سب کو سانپ سونگھ گیا۔ مقابلہ پر نہ آئے۔ کیا اُن سے ممکن نہ ہوتا تو نہ کرتے! ضرور کرتے مگر ہو ہی نہ سکتا تھا۔

اہل عرب جو اپنی فصاحت و بلاغت کے زعم میں تمام دنیا کو عجم (یعنی گونگا) کہتے تھے۔ جب آیات قرآن اُن پر پیش کی گئیں تو اس کے سوا کچھ نہ کہہ سکے هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (یہ تو کھلا ہوا جادو ہے)

عرب کے علاوہ دیگر ممالک کے کفار بھی اسلام کی خلاف جد و جہد میں کفار عرب کی طرح سرگرم رہے اور زور و زر سے ہر طرح مخالفت کی لیکن باوجود ماہر علوم و فنون ہونے کے اس مقابلہ کا بھولے کر بھی ارادہ نہ کیا۔

فصحاء و بلغاء عالم کے کلام میں خواہ وہ کسی ملک کسی قوم کسی زبان و کسی مذہب کے ہوں، اگر کسی جگہ فصاحت ملحوظ ہے تو بلاغت مفقود ہے۔ پھر یہ کہ ایک عبارت، ایک شعر، ایک مصرع ایک دو مقالہ کا حامل ہوتا ہے۔ علم جامعیت نہیں، کلام میں یکسانیت نہیں۔ اگر ابتدا میں زور ہے تو آگے کو مدہم پڑ جاتا ہے۔ بعض کی ابتدا معمولی اور زور بڑھتے بڑھتے آخر میں زور پیدا ہوتا ہے۔ تمام کلام یکساں دلچسپ نہیں ہوتا۔ کچھ آگے کچھ پیچھے قابل عدول ہوتا ہے، بیچ میں بھرتی ہوتی ہے۔ غرض کوئی کلام ایسا نہیں جس میں تمام لوازم فصاحت و بلاغت یا محاسن وجوہ موجود ہوں۔ یکسانیت و دلچسپی و جامعیت ہو۔

فصیح وہ کلام کہلاتا ہے جو کم از کم ان پانچ عیوب سے پاک ہو

(۱) غیر مانوس الفاظ نہوں۔ (۲) کلمات کے حروف میں تنافر نہو یعنی اہل زبان کی زبان پر ثقیل نہوں

(۳) الفاظ خلاف قواعد و لغت نہوں (۴) ضعف تالیف نہو یعنی کلمات کا جوڑ بے قاعدہ نہ ہو۔

(۵) تعقید لفظی و معنوی نہو یعنی الفاظ و معانی میں ایچ پیچ نہ ہو۔

کسی مخالف ماہر لسان نے قرآن میں ان عیوب میں سے کوئی ایک عیب بھی ثابت نہیں کیا۔

اسباب بلاغت میں سو قسم کے بدائع ہیں۔ مجاز۔ استعارہ۔ کنایہ۔ ازدواج۔ تمثیل تشبیہ ایجاز۔ استطراد۔ حسن التخلص۔ تضمین۔ تجنیس۔ تکرار۔ انسجام۔ ایہام۔ مبالغہ۔ مطابقہ۔ مقابلہ۔ ترتیب۔ اطناب وغیرہ وغیرہ

قرآن مجید تمام بدائع سے پُر ہے۔ قرآن مجید کا طرز بیان اور طریق استدلال ایسا عجیب و غریب ہے کہ جس سے اہل علم و بے علم دونوں مستفید ہوتے ہیں، کلام میں اول سے آخر تک یکساں زور و دلچسپی ہے فصحاء، بلغاء، شعراء کا بڑا میدان سخن محسوسات کی کیفیات ہیں۔ اس کے ساتھ کذب و مبالغہ جزو بلاغت ہے اور وہ کسی مضمون کے تابع نہیں رہتے۔ الفاظ کیلئے جو مضمون سوجھ گیا جو قافیہ ہاتھ آگیا۔ اسکو باندھ لیا اگر کسی فصیح و بلیغ کو مضمون کا پابند کر کے الفاظ اور قافیہ پیمائی سے منع کر دیا جائے اور کسی سادہ مضمون حسن اخلاق یا میراث وغیرہ کے متعلق فرمائش کیجائے تو فصاحت و بلاغت کی ساری ترکی تمام ہو جائے اگر کوئی شعر کوئی فقرہ ایسا طلب کیا جائے جو تمام لوازم فصاحت و بلاغت سے معمور ہو تو ساری شیخی کرکری ہو جائے۔

قرآن مجید میراث، صدقات، عصمت وغیرہ وغیرہ تمام مضامین کو کمال فصاحت و بلاغت اور زور کے ساتھ ادا کرتا ہے اور ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف ایسی خوبی سے منتقل ہوتا ہے، کہ پڑھنے والے کو پتہ بھی نہیں چلتا۔ اہل علم حیران رہجاتے ہیں۔ قرآن سے جس قدر مسائل و علوم کا استنباط ہوا ہے اسکی نظیر ملنا ناممکن ہے۔ یہ موقع اسکی تفصیل کا نہیں۔ کسی دوسری جگہ انشاءاللہ اسپر کچھ لکھا جائیگا غرض خداوند علام نے کلام کو اس شان پر رکھا ہے کہ کیا باعتبار عبارت کیا باعتبار معانی، کیا باعتبار مطالب تمام مخلوق اس کا مثل بنانے سے عاجز ہے۔ اسلئے اسمیں کوئی کلام نہیں مل سکتا۔ اور کسی کا کلام کیا مثلاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں مل سکتا۔ جس جگہ حدیث میں آیت کا کوئی جز آگیا ہے وہاں دونوں کلام علیحدہ علیحدہ معلوم ہوتے ہیں۔

دوسرا طریق خدائے کریم نے حفاظت کا یہ قرار دیا ہے کہ پنجگانہ نماز میں قرآن کا پڑھنا فرض کیا ہے تراویح میں قرآن سننا۔ قرآن کی تلاوت کا بڑا اجر مقرر کیا ہے۔

نبی کی طرف سے حفاظت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی یہ حفاظت کی کہ کثیر التعداد لوگوں کو لکھا دیا۔ لاکھ سے زیادہ نفوس کو پڑھا دیا۔ ہزاروں کو حفظ کرا دیا۔ اور اس کے لکھنے پڑھنے، حفظ کرنے کا بڑا اجر بیان فرما دیا تاکہ لوگوں کو رغبت ہو۔

صحابہ کی طرف سے حفاظت

صحابہ نے ہر طرح حفاظت کی، لکھا پڑھا۔ حفظ کیا، اشاعت کی۔ لکھایا پڑھایا حفظ کرایا۔ سورتیں آیتیں، کلمات، حروف شمار کر دئے کہ کم وبیش کا وہم بھی نہ رہے۔ مدارس قائم کئے۔ معلمین و متعلمین کے وظائف مقرر کئے۔ علم تفسیر کی بنیاد قائم کی۔

تابعین و تبع تابعین کی طرف سے حفاظت

اس مقدس گروہ نے تعلیم وکتابت میں اپنے اساتذہ کی پوری پوری پیروی کی، مدارس قائم کئے حفاظ و قراء کی ہر طرح اعانت و قدر کی۔ اعراب نقاط قائم کئے۔ اور اُن کو شمار کر کے بتا دیا تاکہ غلطی کا احتمال نہ رہے تفاسیر تصنیف کی اور بعض علوم متعلقہ قرآن پر تصانیف کیں۔

علماء اُمت کی طرف سے حفاظت

حضرات ائمہ و علماء نے تعلیم وکتابت میں بے نظیر سعی کی، کثرت سے تفاسیر اور دیگر علوم قرآن پر تصانیف کیں مسائل کے استنباط کے اصول قائم کئے۔

عام اُمت کی طرف سے حفاظت

عوام نے رغبت سے پڑھا اور لکھا۔ نمازوں میں سب قرآن پڑھتے ہیں۔ اور رمضان میں تراویح میں سنتے ہیں پڑھے لکھے تلاوت کرتے ہیں۔ ناظرہ پڑھتے ہیں۔ حفظ کرتے ہیں۔

غرض اس کتاب کی ابتداء سے آج تک ایسی حفاظت ہوئی ہے کہ اس سے زیادہ خیال و قیاس میں نہیں آسکتی۔ اور وہ آج تک بعینہٖ محفوظ ہے۔

" جس حفاظت سے قرآن ہم تک پہونچا ہے۔ اس کی نظیر دنیا میں نہیں (انسائیکلو پیڈیا)

علوم القرآن

قرآن مجید علوم کا مخزن و معدن ہے۔ بڑے بڑے علماء اُمت نے یہ کام سرانجام کیا ہے۔ قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف ابن العربی ۵۴۳ھ نے لکھا ہے کہ قرآن میں ستر ہزار علوم ہیں" ائمہ و علماء کی تصانیف و تفاسیر کو جو شخص مطالعہ کرے گا وہ اس قول کی صداقت کو تسلیم کرے گا۔

یہ تو اپنوں کی رائے ہے۔ اغیار سے سنئے۔

ڈاکٹر موریس فرانسیسی نے لکھا ہے کہ۔ یہ کتاب (قرآن) تمام آسمانی کتابوں پر فائق ہے، بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلی عنایت نے انسان کیلئے جو کتابیں طیار کی ہیں ان میں سب سے بہترین

کتاب ہے۔ اس کے نغمے انسان کی خیر و فلاح کیلئے فلاسفر یونان کے نغموں سے کہیں اچھے ہیں۔ خدا کی
عظمت سے اس کا حرف حرف لبریز ہے۔ قرآن علماء کیلئے ایک علمی کتاب، شائقین علم لغت کیلئے ذخیرۂ لغات
شعراء کیلئے عروض کا مجموعہ اور شرائع و قوانین کا عام انسائیکلو پیڈیا ہے۔ مسلمانوں کو اس کتاب کے
ہوتے ہوئے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں۔ اس کی فصاحت و بلاغت انہیں سارے جہان کی فصاحت
و بلاغت سے بے نیاز کئے ہوئے ہے۔ یہ واقعی بات ہے اور اس کی واقعیت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ
بڑے بڑے انشاپردازوں اور شاعروں کے سر اس کتاب کے آگے جھک جاتے ہیں اس کے عجائب ہیں جو
روز بروز نئے نئے نکلتے رہتے ہیں اور اس کے اسرار ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوتے (   )

پروفیسر ڈیون پورٹ لکھتے ہیں۔ ہم پر واجب ہے کہ اس امر کا اعتراف کریں کہ علوم طبعیہ، فلکیہ، فلسفہ
ریاضات وغیرہ جو قرن دہم میں یورپ تک پہونچے۔ وہ قرآن سے مقتبس ہیں۔ اور اسلام کی بدولت ہیں
(صوت الحجاز ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ ہجری)

میرا کیا منہ ہے جو قرآن کے متعلق کچھ لکھ سکوں۔ یہ کام متبحر فضلا ہی مشکل سے سرانجام دے سکتے
ہیں۔ اس قسم کی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ کہ قرآن مجید سے کس کس طرح کن کن علوم کا استنباط کیا جاتا ہے
اور کون کون سے علوم موجود ہیں۔ میری تحقیقات و معلومات اس معاملہ میں بہت مختصر ہے۔ میں
بطور نمونہ اشارۃً چند علوم کا ذکر کرتا ہوں۔

علم الحساب

اس علم کے اُصول میں دو چیزیں ہیں۔ عدد صحیح۔ عدد مکسر۔ جو عدد صحیح ہیں وہ حساب میں یا
جمع کی صورت میں ہیں یا تفریق کی یا ضرب کی، یا تقسیم یا تنصیف یا تضعیف کی۔ باقی قواعد انہیں
کی فروع ہیں۔

تفریق۔ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا۔
ضرب۔ مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ الخ
تقسیم۔ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ الخ

علم تعبیر رؤیا

إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا الخ۔ لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا الخ

علم بدیع

صنعت مراعاۃ النظیر۔ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ الخ

صنعت عکس - یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ -

علم عروض

بحر رمل - ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ (فاعلاتن فاعلاتن فاعلان)

بحر متقارب - نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ - (فعلن فعلن فعولن فعولن)

علم الامثال

اِنَّ اَوْهَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْکَبُوْتِ الاٰیۃ

علم القیافہ

فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَیْتَهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ نَظَرَ الْمَغْشِیِّ الخ

علم الصرف

قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا - دَسّٰهَا کی اصل دسّس ہے - جب کئی حرف ایک صورت کے جمع ہوں تو تخفیفاً ایک کو بدلنا کسی دوسرے حرف سے بحکم حروف ابدال کے بہتر ہوتا ہے لہذا ایک سین کو الف کیا

علم الرجال

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ

علم الاخلاق

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ - هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝

یہ علم ایسی وسعت کے ساتھ قرآن مجید میں ہے کہ یہ مختصراً اسکے مجمل بیان کی بھی متحمل نہیں ہو سکتی - ڈاکٹر آرنلڈ نے لکھا ہے - اخلاقی احکام جو قرآن میں ہیں اپنی جگہ پر کامل ہیں (پریچنگ آف اسلام)

علم التشریح

فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ الخ

علم النفس

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا الخ -

جغرافیہ

اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ الخ

ہیئت

تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِیْرًا الاٰیۃ

علم التاریخ

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ الخ

علم المعیشت

وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ الخ

علم درایت

إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ الخ

علم تجوید

وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا۔

غرض کثیر التعداد علوم ہیں جو قرآن سے لئے گئے ہیں۔ اگر کوئی بنظر انصاف تاریخ وفقہ اسلام پر نظر کرے تو یہ امر اس پر کماحقہٗ ظاہر وباہر ہو جائے گا۔

علوم التفسیر

قرآن مجید کے سمجھنے کے لئے اور اس کی تفسیر کیلئے جن علوم کی ضرورت ہے ائمہ نے ان کی تعداد تین سو سے زیادہ مقرر کی ہے ہر علم پر مختلف زبانوں میں ضخیم مجلدات تصنیف ہو چکی ہیں۔ مسلمانوں نے قرآن اور قرآن کے متعلق علوم اور قرآن کی تفسیر اور اس کے متعلق علوم کی بے نظیر حفاظت کی ہے۔

میں ان علوم میں سے کم وبیش سو کا ذکر تاریخ التفسیر میں کر چکا ہوں۔ یہاں زیادہ تفصیل کی ضرورت اور موقع نہیں۔ نمونہ کے طور پر چند علوم کے نام لکھے جاتے ہیں۔

علم آیات متشابہات۔ علم مدنی مکی۔ علم سبب نزول۔ علم موافقات صحابہ۔ علم اسمار قرآن وسورے۔ علم جمع وترتیب قرآن۔ علم وقف وابتداء۔ علم آداب تلاوت، علم غریب۔ علم ضمائر۔ علم افراد وجمع۔ علم محکم ومتشابہ۔ علم بدیع۔ علم فواصل آیات۔ علم فواتح۔ علم مناسبت۔ علم استنباط علوم۔ علم ناسخ ومنسوخ۔ علم آیات محکمہ۔ علم تشبیہ واستعارات۔ علم امثال القرآن۔ علم قرات وغیرہ وغیرہ۔ ان علوم پر پانسو سے زیادہ تصانیف ہیں

تفاسیر قرآن

قرآن کلام الٰہی ہے جو رسول کریم پر نازل ہوا۔ قرآن میں انسان کی تمام دینی ودنیوی ضروریات کیلئے ہدایات ہیں اور تمام علوم وفنون موجود ہیں۔ چونکہ ہدایات ومعرفت کی انتہا نہ تھی اور کلام حد تحمل بشری سے

باہر گیا نہ تھا۔ اسلئے قرآن میں صرف اصول مذکور ہیں اور بعض امور بالاجمال ہیں۔ اسلئے اُن کے سمجھانے کی ضرورت تھی۔ خداوند ذوالجلال نے رسول کریم میں ایسی قابلیت پیدا کر دی تھی کہ آپ منشائے الٰہی کو سمجھ جاتے تھے اور وحی خفی کے ذریعہ سے بھی آپ کو آگاہ کر دیا جاتا تھا۔ اسلئے جو آیت آپ پر نازل ہوتی تھی۔ آپ مسلمانوں کو پڑھا دیتے۔ حفظ کرا دیتے۔ سمجھا دیتے۔ جو کچھ آپ فرماتے وہ قرآن کی تفسیر تھی۔ آپ کے اس ارشاد کو حدیث کہتے ہیں۔ اسلئے قرآن کے سب سے پہلے مفسر رسول کریم اور سب سے پہلی تفسیر حدیث ہے بعض صحابہ آیات کے ساتھ حضور کے تفسیری جملے بھی لکھ لیتے تھے۔ آپ کے عہد میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے ایک ہزار حدیث کا ایک مجموعہ مرتب کر کے صادقہ نام رکھا تھا۔ یہ کتاب دوسری صدی ہجری تک موجود تھی (تاریخ الحدیث و ۹۹)۔ باقی تفسیر کے نام سے حضور کے عہد میں کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ ایک تفسیر النبی مشہور ہے۔ اسمیں حضور کی فرمودہ تفسیر کو بیان کیا گیا ہے مگر یہ کئی صدی بعد شیخ ابوالحسن محمد بن قاسم الفقیہ نے مرتب کی ہے۔ عہد خلافت راشدہ میں دو تفسیریں لکھی گئی ہیں۔ ایک حضرت ابی بن کعب کی تفسیر یہ پانچویں صدی ہجری تک موجود تھی (تاریخ التفسیر ۱۲)

دوسری تفسیر عباسی حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر اس کے متفرق نسخے متفرق کتب خانوں میں اب تک موجود ہیں، خلافت راشدہ کے بعد بہت سی تفسیریں تصنیف ہوئی ہیں۔ راقم السطور نے پانسو تفاسیر کا ذکر ہ تاریخ التفسیر میں کیا ہے۔ تیرہویں صدی ہجری کے وسط تک مکمل تفسیر کی تعداد ۱۷۱۱ تھی قرآن کی تفاسیر و تراجم سے کوئی ملک کوئی قوم کوئی زبان کوئی زمانہ خالی نہیں رہا۔

یہ پچاس پچاس چالیس چالیس جلدوں کی بہت تفسیریں ہیں اور اس سے کم تعداد کی اور بھی زیادہ لیکن اس سے زیادہ تعداد کی تفسیریں بھی ہیں۔

تفسیر انوار الفجر قاضی ابوبکر بن العربی ۵۴۳ھ (۸۰ جلد)

تفسیر الاذوی شیخ محمد بن علی ۳۸۸ھ (۱۲۰ جلد)

تفسیر علائی شیخ محمد بن عبدالرحمن بخاری ۵۴۶ھ (۱۰۰۰ جلد)

تفسیر الاستغنا شیخ ابوبکر محمد ۳۸۸ھ (۱۰۰ جلد)

تفسیر الشیرازی شیخ ابو محمد عبدالوہاب ۵۰۰ھ (ایک لاکھ اشعار)

تفسیر امام ابن جریر ۳۱۰ھ (تین ہزار ورق)

اس زمانہ میں بھی علامہ جوہری طنطاوی ۱۳۵۸ھ نے پچیس جلدوں میں تفسیر لکھی ہے

تفسیر میں چونکہ مفسر کے علم و رائے کا زیادہ دخل ہوتا ہے اسلئے کسی تفسیر کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا

کہ یہ بالکل صحیح ہے۔ اکثریت کے اعتبار پر تفاسیر و تراجم کو مستند اور غیر مستند کہا جاتا ہے۔ تخمیناً ستر سے زیادہ مکمل تفسیریں عربی، فارسی، اُردو میں ہندوستان میں لکھی گئی ہیں۔ اکثر کا ذکر میں نے تاریخ التفسیر میں کیا ہے۔ اصل تفسیر اور صحیح تفسیر وہ ہے جو کتب صحاح ستہ میں ہے یا جو روایات صحیحہ سے ثابت ہے حضرت ابی بن کعب کی تفسیر سے امام احمد بن حنبل نے مسند میں، امام ابن جریر طبری نے تفسیر میں۔ حاکم نے مستدرک میں بہت کچھ لیا ہے سو وہ بشرط صحت روایت مسلّم ہے۔

تفسیر عباسی یعنی حضرت عبد اللہ بن عباس کی تفسیر کے جو نسخے موجود ہیں۔ اُن میں زیادہ معتبر وہ ہیں جو معاویہ بن ابی صالح نے علی بن طلحہ سے اور اُنہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ اس کے علاوہ عکرمہ، طاؤس، قیس بن مسلم کے طریق بھی صحیح ہیں۔

ہندوستان والوں کیلئے تفسیر کا اچھا ذخیرہ یہ ہے کہ وہ موضح القرآن شاہ عبد القادر دہلوی رح تفسیر فتح العزیز شاہ عبد العزیز دہلوی رح۔ جامع التفاسیر نواب قطب الدین خان دہلوی۔ تفسیر نواب صدیق حسن خان ترجمان القرآن مولانا ابو الکلام آزاد۔ بیان القرآن مولانا اشرف علی تھانوی۔ تفسیر حقانی مولانا عبد الحق حقانی دہلوی کا مطالعہ کریں۔

تراجم قرآن

قرآن مجید کے ترجمے ہر ملک و ہر زبان میں ہوئے ہیں اور ان کا سلسلہ بدستور جاری ہے مسلمانوں نے ترجمے کئے ہیں اور غیر مسلموں نے بھی کئے ہیں۔ تمام تراجم کی صحیح تعداد بتانا مشکل ہے۔ تراجم کی ایک فہرست تاریخ القرآن میں حافظ اسلم جیراجپوری نے دی ہے لیکن اسمیں بہت کم تراجم درج ہیں۔ ایک فہرست رسالہ برہان دہلی فروری ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی ہے۔ یہ فہرست مفصل ہے۔ اور اس میں تراجم کی خاصی تعداد درج ہے لیکن یہ فہرست بھی مکمل نہیں۔ برہان والی فہرست میں سو سے کم تراجم ہیں۔ جو فہرست خاکسار نے مرتب کی ہے۔ وہ درج ذیل ہے اسمیں ایک سو چالیس کے قریب تراجم درج ہیں۔ لیکن اسکو بھی مکمل نہیں کہا جا سکتا۔

انگریزی زبان میں تراجم

(۱) ترجمہ سکندر روس۔ ۱۶۴۹ء میں شائع ہوا۔ پھر ایک مرتبہ لندن سے اور ایک بار امریکہ سے شائع ہوا۔

(۲) ترجمہ جارج سیل مع مقدمہ ۱۷۳۴ء۔ چھتیس مرتبہ شائع ہوا۔ آخری ایڈیشن ۱۹۲۳ء میں شائع ہوا۔ اسپر سر ولسن روس کا مقدمہ بھی ہے۔ یہ ترجمہ امریکہ میں آٹھ مرتبہ شائع ہوا۔

(۳) ترجمہ روڈویل سنہ ۱۸۶۱ء - آٹھ مرتبہ شائع ہو چکا ہے - امریکہ میں بھی شائع ہوا ہے۔

(۴) ترجمہ ای-ایچ پامر سنہ ۱۸۸۰ء - تین مرتبہ شائع ہوا - ایک مرتبہ امریکہ میں شائع ہوا۔

(۵) ترجمہ عبدالحکیم خان سنہ ۱۹۰۵ء

(۶) ترجمہ مرزا ابوالفضل سنہ ۱۹۱۲ء

(۷) ترجمہ محمد علی سنہ ۱۹۱۷ء - تین مرتبہ شائع ہوا - اور ہالینڈ کی زبان میں بھی منتقل کیا گیا۔

(۸) ترجمہ غلام سرور سنہ ۱۹۳۰ء میں آکسفورڈ سے شائع ہوا۔

(۹) ترجمہ پکتھال سنہ ۱۹۳۰ء - یہ ترجمہ حضور نظام خلد اللہ ملکہ کے حکم سے کیا گیا - سنہ ۱۹۳۰ء میں نیویارک (امریکہ) سے شائع ہوا

(۱۰) ترجمہ ڈاکٹر بل۔

(۱۱) ترجمہ لین - منتخب ترجمہ۔

(۱۲) ترجمہ مارگولیس - سولہ سیپارے کا ہے۔

(۱۳) ترجمہ نواب عماد الملک

(۱۴) ترجمہ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

(۱۵) ترجمہ عبداللہ یوسف علی سنہ ۱۹۳۴ء

(۱۶) ترجمہ مولوی عبدالماجد دریابادی - ابھی مکمل شائع نہیں ہوا

فرانسیسی زبان میں تراجم

(۱) ترجمہ داروپر - سنہ ۱۶۴۷ء میں پیرس میں چار مرتبہ شائع ہوا - لاہی میں چار مرتبہ شائع ہوا۔ اسٹرڈم میں تین مرتبہ شائع ہوا - پھر اس کو انگریزی میں مسٹر روس نے اور ہالینڈ کی زبان میں گلاسیا کو نے سنہ ۱۶۵۸ء میں منتقل کیا - پھر ہالینڈ کی زبان سے جرمنی میں کولانگی نے منتقل کیا - پھر اس ترجمہ کا ترجمہ سنہ ۱۷۷۶ء میں روسی زبان میں ڈمبیروس کانیٹر نے کیا - سنہ ۱۹۰۱ء میں روسی زبان میں فرکین نے بھی کیا۔

(۲) ترجمہ سیوری سنہ ۱۷۸۳ء - آٹھ مرتبہ - ایک مرتبہ اسٹرڈم میں اس کا ترجمہ سنہ ۱۸۸۲ء میں اطالی زبان میں ہوا - اور سنہ ۱۹۱۳ء میں قسطلانی زبان میں ہوا - اور سنہ ۱۹۱۱ء میں ارمنی زبان میں ہوا۔

(۳) ترجمہ کشمیرسکی سنہ ۱۸۴۰ء - بائیس مرتبہ شائع ہوا - اس کا ترجمہ سنہ ۱۸۴۴ء میں قسطلانی زبان میں اور گلزمے نے اطالوی میں سنہ ۱۸۸۲ء - پھر دوبارہ اطالوی میں اس کا ترجمہ سنہ ۱۹۱۲ء میں ہوا - نیکولف نے سنہ ۱۸۶۵ء میں اسکو روسی میں منتقل کیا - کونشن نے سنہ ۱۹۱۰ء میں ارمنی میں منتقل کیا۔

(۴) ترجمہ ایڈورڈ مونبر۔ سنہ ۱۹۲۶ء - اس کا ترجمہ اطالوی میں ہوا۔
(۵) مزد روس سنہ ۱۹۲۶ء۔
(۶) ترجمہ لاسینش سنہ ۱۹۳۱ء۔
(۷) ترجمہ فاطمہ زاہدہ سنہ ۱۸۶۱ء

جرمنی میں تراجم

(۱) ترجمہ شویگر سنہ ۱۶۱۶ء چار مرتبہ شائع ہوا۔
(۲) ترجمہ ڈیوڈ نارشر سنہ ۱۷۰۳ء
(۳) ترجمہ مگرلین سنہ ۱۷۷۲ء
(۴) ترجمہ بولیس سنہ ۱۷۷۳ء - اسکو سنہ ۱۸۲۸ء میں دول نے بعد تنقیح و تہذیب دوبارہ شائع کیا
(۵) ترجمہ المان سنہ ۱۸۴۰ء - آٹھ مرتبہ شائع ہوا۔
(۶) ترجمہ ہیننگ سنہ ۱۹۰۱ء
(۷) ترجمہ گریگول سنہ ۱۹۰۱ء
(۸) ترجمہ رودگرٹ سنہ ۱۸۸۰ء
(۹) ترجمہ گرم سنہ ۱۹۲۳ء۔
(۱۰) ترجمہ گولڈ اسمتھ سنہ ۱۹۱۶ء - دو مرتبہ شائع ہوا
(۱۱) ترجمہ لنگی سنہ ۱۲۸۸ء۔
(۱۲) ترجمہ آرنلڈ سنہ ۱۷۴۶ء۔
(۱۳) ترجمہ گلاروٹ سنہ ۱۹۱۰ء۔

یونانی

(۱) ترجمہ نیتائی سنہ ۱۸۷۸ء تین مرتبہ شائع ہوا

لاطینی

(۱) ترجمہ ببلیانڈر سنہ ۱۵۴۳ء۔
(۲) ترجمہ ماریکس سنہ ۱۶۹۸ء۔

پولینڈ

(۱) ترجمہ بوشکیف سنہ ۱۸۵۸ء۔

اٹالین

(۱) ترجمہ اریفان ۱۵۴۷ء

(۲) ترجمہ گلزہ سنہ ۱۸۴۷ء

(۳) ترجمہ تبریری سنہ ۱۸۸۲ء۔ تین مرتبہ شائع ہوا۔

(۴) ترجمہ ویولائی سنہ ۱۹۱۲ء

(۵) ترجمہ برانسی سنہ ۱۹۱۳ء

(۶) ترجمہ فراقاسی سنہ ۱۹۱۴ء

(۷) ترجمہ فرجو سنہ ۱۹۲۰ء

(۸) ترجمہ بونگی سنہ ۱۹۲۹ء

پرتگالی

(۱) اس زبان میں صرف ایک ترجمہ ہے جو فرانسیسی سے ترجمہ ہوا ہے

اسپینی

(۱) ترجمہ ڈی رولس سنہ ۱۸۴۴ء

(۲) ترجمہ اورٹیز سنہ ۱۸۷۲ء

(۳) ترجمہ رگیوندو سنہ ۱۸۷۵ء

(۴) ترجمہ برادو سنہ ۱۹۰۶ء

(۵) ترجمہ کاڑو سنہ ۱۹۱۳ء۔ تین مرتبہ شائع ہوا۔

(۶) ترجمہ ہرنن ڈز سنہ ۱۸۸۳ء

ہنگری

(۱) ترجمہ نوایت کڈیون سنہ ۱۸۵۴ء

(۲) ترجمہ فرسون

سروی

(۱) ترجمہ میکولوبیاشن سنہ ۱۸۹۵ء

ہالینڈ

(۲) ترجمہ شوگر سنہ ۱۸۳۱ء

(۲) ترجمہ گلامینز سنہ ۱۸۵۵ء - دوبارہ شائع ہوا

(۳) ترجمہ زولنیس سنہ ۱۸۹۵ء

(۴) ترجمہ کیزو سنہ ۱۹۲۰ء - چار مرتبہ شائع ہوا

(۵) ترجمہ احمدیہ کا ترجمہ ہالینڈ کی زبان میں کیا گیا۔

البانی

(۱) اس زبان میں ایک ترجمہ ایک مسلمان نے کیا ہے جس نے اپنا نام ا - م - ق لکھا ہے۔

عبرانی

(۱) ترجمہ رکندروف سنہ ۱۸۵۷ء

(۲) ترجمہ ردلین سنہ ۱۹۲۳ء

انڈوجاپانا کی زبان

(۱) ترجمہ احمد شاہ کوئینو سنہ ۱۹۱۸ء

ڈنمارک

(۱) ترجمہ پڈرسن سنہ ۱۹۱۹ء

(۲) ترجمہ بول سنہ ۱۹۲۱ء

ارمنی

(۱) ترجمہ امیرجینگیز سنہ ۱۹۰۹ء - دو مرتبہ شائع ہوا

(۲) ترجمہ سورنے سنہ ۱۹۱۱ء

(۳) ترجمہ کوپیان سنہ ۱۹۱۲ء

رومانی

(۱) ترجمہ السویکل سنہ ۱۹۱۲ء

آسٹریا

(۱) ترجمہ زوابرگیول

(۲) ترجمہ گرسون

جاپانی

(۱) ترجمہ سکاموٹو

بوہمی

(۱) ترجمہ ولسیلی سنہ ۱۹۲۵ء

(۲) ترجمہ نیکل سنہ ۱۹۲۳ء

بلغاری

(۱) ترجمہ موڈروف سنہ ۱۹۲۳ء

(۲) ترجمہ سکولف سنہ ۱۹۲۳ء

چینی

(۱) ترجمہ پاوسن چنگ سنہ ۱۹۲۹ء

(۲) ترجمہ لورین جو رہا جو جز سنہ ۱۹۲۳ء

(۳) ترجمہ چونگ ی سنہ ۱۹۳۱ء

(۴) ترجمہ جی چشنگ سنہ ۱۹۲۷ء۔

سویڈن

(۱) ترجمہ کروسشنیپ سنہ ۱۸۴۳ء

(۲) ترجمہ نوزبرگ سنہ ۱۹۲۷ء

(۳) زرسٹین سنہ ۱۹۱۷ء

افغانی

(۱) اس زبان میں صرف ایک ترجمہ کا پتہ چلا ہے جو سنہ ۱۳۱۹ ہجری میں شائع ہوا ہے۔

سواہیل زبان

(۱) ترجمہ ڈی لٹ سنہ ۱۹۲۳ء

بنگالی

(۱) اُردو ترجمہ شاہ رفیع الدین کو بنگالی میں سنہ ۱۳۱۹ء میں منتقل کیا گیا۔

(۲) ترجمہ مہر وبیان سنہ ۱۹۰۱ء

(۳) ترجمہ نعیم الدین سنہ ۱۹۰۸ء

(۴) ترجمہ مجلس علماء بنگال سنہ ۱۹۰۵ء

(۵) ترجمہ گولڈساک سنہ ۱۹۰۰ء۔ دو مرتبہ شائع ہوا۔

پنجابی

(۱) ترجمہ بارک اللہ سنہ ۱۲۹۰ھ۔ دو مرتبہ شائع ہوا
(۲) ترجمہ ہدایت اللہ فلزی سنہ ۱۳۰۵ھ۔
(۳) ترجمہ شمس الدین بخاری سنہ ۱۳۱۲ھ
(۴) ترجمہ فیروز الدین سنہ ۱۹۰۳ء

سندھی

(۱) ترجمہ عزیز اللہ المتعلوی سنہ ۱۲۹۳ھ
(۲) ترجمہ محمد صدیق عبد الرحمن سنہ ۱۲۹۵ھ

گجراتی

(۱) ترجمہ عبد القادر بن لقمان سنہ ۱۸۷۹ء
(۲) ترجمہ حافظ عبد الرشید سنہ ۱۳۱۱ھ دو مرتبہ شائع ہوا
(۳) ترجمہ محمد اصفہانی سنہ ۱۹۰۱ء
(۴) ترجمہ غلام علی سنہ ۱۹۰۳ء

جاوی زبان

(۱) ترجمہ خیاوپاہ سنہ ۱۹۰۳ء

پشتو

(۱) ایک ترجمہ پشتو میں مولوی جمال الدین خان وزیر ریاست بھوپال نے بعہد شاہجہان بیگم کرایا۔

ترکی

(۱) ترجمہ حسین حسیب آفندی۔
(۲) ترجمہ علامہ جمال۔
(۳) ایک ترجمہ ترکی زبان میں نواب سکندر بیگم صاحبہ والیہ بھوپال متوفیہ سنہ ۱۲۸۵ھ نے کرایا۔

ہندی

(۱) ایک ترجمہ ہندی میں رئیس التجار خان بہادر احمد الدین صاحب ''ای سکندر آباد دکن نے کرایا
یہ غالباً سنہ ۱۳۰۵ ہجری میں شائع ہوا ہے

تلنگی میں ایک ترجمہ ہے تفصیل معلوم نہیں۔ مرہٹی میں بھی علیٰ ہذا القیاس۔

فارسی

(۱) ترجمہ شیخ سعدی شیرازی (ساتویں صدی ہجری)

(۲) ترجمہ آقا نعمت اللہ طہرانی۔

(۳) ترجمہ مرزا خلیل اصفہانی۔

(۴) ترجمہ شاہ ولی اللہ دہلوی۔

(۵) ترجمہ شاہ عبد العزیز دہلوی۔

(۶) ترجمہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی۔

ہندوستانی قدیم

(۱) ہندوستانی زبان میں سب سے پہلا ترجمہ راجہ مہروگ بن رایگ فرمانروائے حصہ شمالی پنجاب نے ۲۷۰ھ ہجری میں کرایا۔ پروفیسر گھوشال ایم اے، ایم آر۔ اے۔ ایس ایف، ایس ٹی اے لندن لکھتے ہیں۔ "اسی صدی (نویں صدی عیسوی) میں قرآن شریف کا ہندو راجہ کی تحریک پر ہندی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ (رسالہ ترقی زبان ص ۳۵)

اُردو زبان

(۱) اُردو میں پہلا ترجمہ مولوی عزیز اللہ ہمرنگ اورنگ آبادی (دکن) کا ہے اس کا نام چراغ ابدی ہے (۱۲۰۱ھ ہجری) لیکن یہ صرف تیسویں پارہ کا ہے۔

(۲) سب سے پہلا مکمل اُردو ترجمہ حکیم شریف خان دہلوی متوفی ۱۲۲۲ھ کا ہے۔ لیکن یہ ابتک شائع نہیں ہوا اور اُن کے خاندان میں محفوظ ہے۔

(۳) ترجمہ شاہ عبد القادر دہلوی ۱۲۳۰ھ۔ یہ نہایت معتبر و مستند اور مقبول ترجمہ ہے اور بعد کے تمام اُردو ترجمہ کرنے والوں نے اس سے مدد لی ہے۔ یہ ترجمہ اتنی مرتبہ مختلف سنین اور مختلف مطابع میں شائع ہوا ہے کہ اس کا صحیح شمار نہیں بتایا جاسکتا۔ اور ابتک اس کی اشاعت برابر جاری ہے۔

(۴) ترجمہ شاہ رفیع الدین دہلوی (۱۲۵۰ھ) یہ بھی مقبول و مستند ترجمہ ہے۔ بارہا شائع ہو چکا ہے اور ابتک برابر اشاعت جاری ہے۔

(۵) ترجمہ مولوی فتح محمد جالندھری۔

(۶) ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد خان دہلوی

(۷) ترجمہ سر سید احمد خان دہلوی

(۸) ترجمہ مرزا حیرت دہلوی۔

(۹) ترجمہ مسٹر محمد علی لاہوری۔

(۱۰) ترجمہ مولوی فتح محمد تائب لکھنوی۔

(۱۱) ترجمہ مولوی ثناء اللہ امرتسری۔

(۱۲) ترجمہ ڈاکٹر عبد الحکیم۔

(۱۳) ترجمہ مولوی احمد رضا خان بریلوی۔

(۱۴) ترجمہ نواب وقار نواز جنگ۔

(۱۵) ترجمہ خواجہ حسن نظامی دہلوی۔

(۱۶) ترجمہ مولانا عبد الحق حقانی دہلوی۔ متعدد بار شائع ہو چکا ہے۔

(۱۷) ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی۔ متعدد مرتبہ شائع ہو چکا ہے اور ایک برابر اشاعت جاری ہے

(۱۸) ترجمہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی۔ بارہا شائع ہو چکا ہے۔

(۱۹) ترجمہ مولانا ابو الکلام آزاد۔

(۲۰) ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی۔ کئی بار چھپ چکا ہے۔

(۲۱) ترجمہ مولوی ابو محمد مصلح۔

(۲۲) ترجمہ مولوی عبد الرحیم۔

ان اُردو تراجم میں ترجمہ نمبر ۳ و ۴ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ و ۲۰ زیادہ معتبر ہیں۔

یہ میں نے کل (۲۲) تراجم کی فہرست دی ہے جو برہان کی پیش کردہ فہرست سے دو چند کے قریب ہے۔

قرآن اور الفاظ دخیلہ

دنیا کی پہلی زبان، دنیا کی سب زبانوں میں سب سے زیادہ باقاعدہ زبان، السنۂ عالم میں سب سے زیادہ سرمایہ رکھنے والی زبان عربی ہے اور یہی تمام زبانوں کی اصل ہے۔ اور تمام زبانوں میں کثیر سرمایہ اسی کا دیا ہوا ہے۔ اس لئے کسی لفظ کے متعلق یہ کہنا کہ یہ فلاں زبان سے عربی میں آیا ہے مشکل ہے۔ بالخصوص اس زمانہ میں جبکہ دنیا میں نہ ایسا قابل فخر تمدن تھا، نہ علوم فنون کا سمندر موجزن تھا۔ اس عہد میں تو ہر زبان اس قابل ہو گی کہ اپنی ہی پونجی سے اپنا کام چلا سکے۔ اور عربی زبان تو ایک بحر ناپیدا کنار ہے۔ اسکو دوسروں کی طرف نظر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور قرآن مجید کی عبارت میں دوسری زبانوں کے الفاظ

کا کیا کام تھا؟ کیا عربی ایسی نادار اور کم مایہ زبان تھی کہ قرآن کی سیدھی سادی عبارت کیلئے اس کے پاس الفاظ نہ تھے! جو مصنفین اس قابل ہوتے ہیں انہوں نے محنت سے لغت عرب میں تو جستجو کی نہیں دیگر السنہ میں کسی لفظ کا استعمال دیکھکر سمجھ گئے کہ یہ فلاں زبان کا لفظ ہے۔ اس قسم کے الفاظ کے متعلق بعض بے سوچا باتیں بھی لکھ گئے۔ کسی نے لکھا طوبیٰ ہندی لفظ ہے حالانکہ ہندی لغت میں کوئی لفظ طوبیٰ نہیں۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے اپنی کتاب عرب و ہند کے تعلقات میں اس قسم کے الفاظ کے متعلق جو بعض متقدمین نے السنہ غیر کے قرار دئے ہیں لکھا ہے کہ یہ تعداد غلط ہے۔

اسی طرح مسک (مشک) زنجبیل اور کافور کے متعلق کہنا کہ یہ ہندی لفظ ہیں غلط ہے۔ کیونکہ مسک کو اول سنسکرت میں مرگ مد، پھر مرگ نالیہ، پھر کستوری کہا گیا ہے۔ اور کافور کو گھنسارہ پھر چندرہ پھر ستابھرہ کہا گیا ہے۔ اور زنجبیل کو وشو بھیشجم، پھر مہوشدم، پھر ناگرم، پھر ستنٹھی کہا گیا ہے۔

موسکا۔ زنجیرا۔ کرپوم، یہ الفاظ کتب طب سنسکرت میں ۸۰۰ء کے بعد آئے ہیں جب سندھ پر اسلامی پرچم لہرا رہا تھا۔ اور حکمائے ہند دربار خلافت میں باریاب ہو چکے تھے۔ اس لئے موسکا مسک کی، زنجیرا زنجبیل کی، کرپوم کافور کی خرابی ہے۔

زنجیرا ہندی لفظ نہیں، فرانسیسی لفظ ہے (ام الالسنہ خواجہ کمال الدین صفحہ ۵)۔ ڈاکٹر لیبان فرانسیسی نے اقبال کیا ہے کہ فرانسیسی میں ادویہ کے نام عربی سے آئے ہیں اسلئے زنجیرا ضرور زنجبیل کی خرابی ہے اور زنجبیل عربی لفظ ہے۔ زنجبیل اور کافور جنت کے چشموں کے نام ہیں۔ جنت کی زبان عربی ہے اور جنت دنیا سے پہلے پیدا ہوئی ہے۔ زنجبیل عرب میں عمان میں پیدا ہوتا ہے۔ کافور عرب میں ایک خوشبو کا بھی نام تھا جو کیلے کے خوشے سے بنائی جاتی تھی۔ مسک خطا و ختن کا مشہور ہے اسلئے ان الفاظ اور خوشبوؤں کو ہندوستان سے مخصوص کرنا صحیح نہیں۔

قرآن ہفت قبائل عرب کی فصیح زبان ہے۔ امام دانی نے سبعۃ احرف کی تشریح میں صرف ہفت فصیح قبائل قریش کو لکھا ہے۔ اگر محققین کے نزدیک غیر زبانوں کے الفاظ بھی ہوتے تو امام موصوف ضرور ظاہر فرما دیتے۔ کہا جا سکتا ہے کہ ان ہفت قبائل عرب نے کسی زبان کا لفظ لیکر استعمال کر لیا ہو تو اس کے جواب میں میں صرف دو باتیں عرض کروں گا۔ یہ ممکن ہے مگر الفاظ مذکورہ اور دیگر قرآنی الفاظ ایسے اہم اور خاص الفاظ و کلمات نہیں ہیں جن سے ایک عظیم الشان زبان خالی ہو۔ عظیم الشان کیا معمولی زبان بھی خالی نہیں ہو سکتی۔

قرآن مجید میں جس جگہ قرآن کے متعلق کچھ بیان آیا ہے، عربی کی خصوصیت کی گئی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے

کہ یہ خالص عربی زبان ہے اسمیں الفاظ دخیلہ وغیرہ کا قائل ہونا غلطی ہے۔ عربی قدیم کے بعض متروک اسماء آئے ہیں جن کو بعض نے غلطی سے دخیلہ سمجھا ہے۔

امام شافعیؒ جیسے فصیح و بلیغ و ماہر لسان کا قول ہے کہ عربی ایسی وسیع زبان ہے کہ اس کا احاطہ نبی کے سوا کسی سے ممکن نہیں۔ یہ کیسی بے جا جرأت ہے کہ اس زبان کے قدیم الفاظ کو دخیلہ کہا جائے۔

خلیل بصری نے عربی الفاظ کی تعداد ایک کروڑ چوبیس لاکھ کے قریب بیان کی ہے۔ اس لئے قدیم عربی الفاظ میں سے کسی لفظ کو دخیلہ کہنے کا وہ شخص حق رکھتا ہے جو سوا کروڑ الفاظ کا علم رکھتا ہو۔ اور تمام شاذ اور متروک الفاظ پر حاوی ہو کیونکہ بعض عربی الفاظ ایسے بھی ہیں جن کو علمائے لغت نے غیر فصیح قرار دیکر درج لغت نہیں کیا اور بعض الفاظ ایسے ہیں جو عربی قدیم سے دوسری زبانوں میں گئے جیسے بعض اسماء اور پھر وہ لوٹ کر عربی میں آ گئے۔ اس لئے اس قسم کے الفاظ سے بعض کو گمان ہو گیا ہے کہ قرآن میں الفاظ دخیلہ بھی ہیں۔

عرب کے معنی خالص یا فصیح کے ہیں چونکہ اس خطہ کی زبان اور نسل خالص تھی اور زبان طاقتور تھی، اس لئے نام عرب ہو گیا تھا۔ الفاظ دخیلہ پر ہم نے مفصل بحث رسالہ زبان و قلم میں کی ہے۔

تواتر

کسی چیز کو اس قدر آدمی بیان کریں کہ ان کا جھوٹ پر متفق و مجتمع ہونا محال ہو۔ تواتر کہلاتا ہے تواتر کی چار قسمیں ہیں۔ تواتر اسنادی۔ تواتر طبقہ۔ تواتر قدر مشترک۔ تواتر توارث

تواتر اسنادی جو بسند صحیح مسلسل مذکور ہو

تواتر طبقہ۔ یہ نہ معلوم ہو کہ کس نے کس سے لیا بلکہ یہ تحقیق ہو کہ پچھلے طبقہ نے پہلے طبقہ سے لیا

تواتر قدر مشترک۔ اس قسم کا تعلق قرآن سے نہیں احادیث سے ہے (تاریخ الحدیث ملاحظہ ہو)

تواتر توارث۔ ایک نسل نے دوسری نسل سے لیا یعنی بیٹے نے باپ سے۔ اس نے اپنے باپ سے

صحابہ اور صحابیات کی تعداد لاکھوں تھی۔ ان میں سے ہر ایک کو کچھ نہ کچھ قرآن یاد تھا۔ اور کچھ نہ کچھ قرآن ہر ایک نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا تھا۔ ان میں ہزاروں حفاظ تھے۔ ان میں دس ہزار مشہور حفاظ تھے۔ ان میں سینکڑوں قراء تھے۔ صحابہ کی ایک جماعت کثیر نے خود حضور سے قرآن پڑھا۔ باقی کو حضور کی حیات میں حضور کے حکم سے حضور کے زیر اہتمام مسجد نبوی میں صحابہ نے تعلیم دی۔

ہزار ہا قراء کی اسناد مسلسل اس زمانہ سے لیکر رسول کریم تک کتب سیر و تاریخ میں موجود ہیں اور ہم

زمانہ کے قرّاء اپنی اسناد کو کتابوں میں شائع کراتے رہے ہیں۔

زمانہ رسالت سے آج تک ہر ملک میں ایک طبقہ دوسرے طبقہ سے لیتا چلا آیا ہے اور ابتداء سے آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ اور اسی طرح جاری رہے گا۔

رسول کریم سے قرآن حاصل کیا صحابہ نے، صحابہ سے تابعین نے، تابعین سے تبع تابعین نے، اسی طرح مسلسل آج تک۔

رسول کریم سے قرآن حاصل کیا حضرت علی نے، اُن سے اُن کے بیٹے امام حسین نے، اُن سے اُن کے بیٹے امام زین العابدین نے، اُن سے اُن کے بیٹے امام باقر نے، اُن سے اُن کے بیٹے امام جعفر صادق نے، اُن سے اُن کے بیٹے امام موسیٰ کاظم نے، اُن سے اُن کے بیٹے امام رضا نے، اسی طرح مسلسل کثیر التعداد خاندانوں میں تعلیم قرآن کا سلسلہ ہے۔

اگر قراء کی صرف اسناد نقل کی جائیں تو کئی ضخیم جلدیں مرتب ہو جائیں۔ میں صرف ایک سند ثبوت و تکمیل مضمون کیلئے نقل کرتا ہوں۔ قاری عبد اللہ تک سلسلہ اس کتاب میں کسی بیان میں نقل کیا جا چکا ہے۔ قاری عبد اللہ سے آگے سلسلہ اس طرح ہے۔

قاری عبد اللہ عن شیخ ابراہیم سعد عن شیخ حسن بدیر عن شیخ محمد المتولی عن شیخ احمد التہامی عن شیخ احمد سلمونہ عن شیخ ابراہیم العبیدی عن شیخ عبد الرحمن الاجہوری عن شیخ احمد البقری عن شیخ محمد البقری عن شیخ عبد الرحمن الیمنی عن شیخ سحادہ یمنی عن شیخ عبد الحق السنباطی عن شیخ ذکریا الانصاری عن شیخ رضوان العقبی عن شیخ محمد النویری عن شیخ محمد الجزری عن شیخ ابن لبان عن شیخ احمد صہر الشاطبی عن شیخ ابی الحسن علی بن ھذیل عن شیخ ابی داؤد سلیمان عن شیخ ابی عمر الدانی عن شیخ ابی الحسن طاہر بن غلبون عن شیخ ابی الحسن علی بن محمد بن صالح الہاشمی عن شیخ ابی محمد عبید بن الصباح عن الامام حفص عن الامام عاصم بن ابی النجود الکوفی عن الامام زر بن حبیش الاسدی عن الامام عبد الرحمن بن حبیب السلمی عن زید بن ثابت و ابی بن کعب و عبد اللہ بن مسعود و علی بن ابی طالب و عثمان ابن عفان اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

غرض قرآن مجید کا تینوں قسم کا تواتر یعنی واضح ارشاد طور پر صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ دنیا کی کسی کتاب کو حاصل نہیں۔

یہ تو تعلیم و روایت کا مذکور تھا۔ قرآن مجید کی کتابت میں بھی تواتر ہے۔ یعنی ہر کاتب اپنے استاد کے

قرآن کی کتابت سیکھتا چلا گیا ہے۔ اور اساتذہ نے قرآن لکھے ہیں۔ کتب فن میں ان اساتذہ کا مفصل تذکرہ ہے۔ میں نے کہیں لکھا ہے کہ میرے جد اعلیٰ (پردادا) قاضی علی احمد رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۳۳ھ قرآن کے مشہور کاتبوں میں تھے۔ حضرت کی سند کتابت یہ ہے۔

قاضی علی احمد عن حافظ سعید الدین عن حافظ ابراہیم عن حافظ نور اللہ عن میر حاجی عن ملا عبد الرشید دیلمی عن میر عماد عن زین الدین شعبان عن شمس الدین قطبی عن شمس الدین بن ابی رقیبہ عن عماد بن عفیف عن ولی عجمی عن امین الدین یاقوت عن زینب خاتون عن محمد بن عبد الملک عن ابی الحسن علی بواب عن محمد بن اسد عن ابن مقلہ عن ابی الفرج کوفی عن ابی حدی کوفی عن مہلبی کوفی عن الامام کسائی عن ضحاک بن عجلان عن خالد بن ابی الہیاج عن ابی الاسود دؤلی عن علی المرتضی رضی اللہ عنہ

قرآن کے مشہور کاتب جن کے لکھے ہوئے قرآن لاکھوں کی تعداد میں ہندوستان میں شائع ہوئے ہیں یعنی منشی ممتاز علی دہلوی انہوں نے حضرت جد اعلیٰ مرحوم سے استفادہ کیا تھا۔

صاحبزادے محمد شفیق خان بہادر ٹونکی جو قرآن نویسی کے شغل میں مشغول ہیں اور مولوی عبد السلام کاتب جیکھ ان دونوں صاحبوں کی سندیں ہم نے کتاب زبان و قلم میں نقل کی ہیں

تعامل۔ یعنی توارث عمل۔ زمانہ نزول سے آج تک قرآن پر چوبیس گھنٹے برابر بلا سکون عمل جاری ہے غرض تعلیم و تلاوت میں، کتابت میں، عمل کی توارث میں ہر طرح قرآن کو اعلیٰ درجہ کا تواتر حاصل ہے تواتر قرآن کا ثبوت اہل سنت والجماعت کی کتب سے بہت کچھ مذکور ہو چکا۔ اب میں اسلام کے ایک بڑے فرقہ کے علماء کے اقوال نقل کرتا ہوں۔

فاضل محمد بن الحسن شارح کافی لکھتے ہیں۔ ہر کسے کہ تتبع اخبار و تفحص تاریخ و آثار نمودہ علم یقینی می داند کہ قرآن در غایت اعلیٰ درجہ تواتر بودہ و آلاف صحابہ حفظ و نقل می کردند۔ آن در عہد رسول خدا مجموع و مؤلف بود (شرح کافی ملا صادق)

ایسا ہی تفسیر مجمع البیان و تفسیر صافی و مصائب النواصب میں ہے۔ مولوی سید محمد مولوی سید مرتضیٰ علم الہدیٰ سے ناقل ہیں۔ ان القران کان علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجموعًا مؤلفا علی ما ھو علیہ الآن وکان یدرس ویحفظ جمیعہ فی ذلک الزمان وانہ کان یعرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویتلی علیہ وان جماعۃ من الصحابۃ کعبد اللہ بن مسعود وابی بن کعب وغیرھم ختموا القران علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عدۃ ختمات وکل ذلک

یادنی تامل یدل لی علی انہ کان مجموعًا مرتبًا غیر منثور ولا مبثوث۔ یعنی قرآن رسول کریم کے عہد میں اسی ترتیب پر تھا اور ابن مسعود وابی وغیرہ صحابہ نے رسول کریم کو بہت دفعہ سنایا (تفسیر الفرقان مجلد ۲ ص۲۹۔۳۰) کسی اسلامی فرقہ کا تحریف قرآن کا عقیدہ ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے کیونکہ تمام فرقوں کے علماء نے لکھا ہے کہ قرآن رسول کریم کے عہد سے آج تک بلا تغیر وتبدل کے شائع ہے اور قرآن کے حامل وہی اصحاب تھے جن کو اہل سنت کہتے ہیں اور مقدس جانتے ہیں۔ تمام اسلامی فرقوں کو قرآن انہیں کے ذریعہ پہونچا ہے صحابہ میں سات قاری زیادہ مشہور تھے۔ انہی میں حضرت علی بھی ہیں۔

خصوصیات قرآن

(۱) قرآن وہ کتاب ہے جو صاف لفظوں میں دعویٰ کرتی ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور خدا کا کلام ہوں

(۲) قرآن وہ کتاب ہے جس کو ایسی مقدس ہستی نے پیش کیا ہے کہ جس کے وجود باجود سے کسی کو انکار نہیں اور جس کی مقدس زندگی ہر قسم کے دھبوں سے پاک ہے۔

(۳) قرآن وہ کتاب ہے جس نے اپنا صحیفہ کے تاریک زمانہ میں نازل ہو کر دنیا میں ظاہری وباطنی روشنی پھیلائی علم وعدل تہذیب وتمدن کا علم بلند کیا۔

(۴) قرآن وہ کتاب ہے جس نے نہایت زور کے ساتھ صاف صاف الفاظ میں تمام خلاف عدل وتہذیب امور اور تمام معاصی کی تردید کی۔

(۵) قرآن وہ کتاب ہے جس نے صاف الفاظ میں تمام بھلائیوں کو بیان کیا ہے۔

(۶) قرآن وہ کتاب ہے جو علوم وشرائع کا سرچشمہ ہے۔

(۷) قرآن وہ کتاب ہے جس کی مثل فصاحت وبلاغت معنی ومطالب کسی اعتبار سے کوئی نہیں بنا سکا۔

(۸) قرآن وہ کتاب ہے جس نے ہر قسم کے مضامین کو تہذیب ومتانت سے ادا کیا ہے۔

(۹) قرآن وہ کتاب ہے جو اپنے زمانۂ نزول سے آج تک ہر طرح محفوظ ہے۔

(۱۰) قرآن وہ کتاب ہے جس کی زمانۂ نزول سے آج تک کی صحیح تاریخ مدون ومرتب ہے۔

(۱۱) قرآن وہ کتاب ہے جس کی شرح سے صدہا علوم وجود میں آئے۔

(۱۲) قرآن وہ کتاب ہے کہ اس کے لکھنے والوں کی مسلسل سند قرآن کے زمانۂ نزول سے آج موجود ہے۔ کتاب زبان وقلم میں ہمنے موجودہ زمانہ کے قرآن نویس صاحبزادے محمد رفیق خان بہادر ٹونکی اور مولوی عبدالسلام کی سندیں نقل کر دی ہیں۔

(۱۳) قرآن وہ کتاب ہے کہ جس کے لاکھوں قاری رسول کریم تک اپنی سند مسلسل رکھتے ہیں۔ اور یہ اسناد ابتداء سے آج تک ہزاروں سفینوں میں محفوظ ہیں۔

(۱۴) قرآن وہ کتاب ہے کہ اس کی شروح علم حدیث و علم تفسیر و علم فقہ کے علماء اپنی اسناد مسلسل رسول کریم تک رکھتے ہیں اور اُن کی اسناد مسلسل ہر زمانہ میں ہر ملک میں کتب سیر و تواریخ میں شائع ہوتی رہی ہیں۔

(۱۵) قرآن وہ کتاب ہے کہ اُس سے قوانین دیوانی و مالی و فوجداری و زراعت و صناعت، تجارت و عبادات و اعتقادات و معاملات وغیرہ وغیرہ کے متعلق لاتعداد مسائل نکالے گئے ہیں۔ صرف امام ابو حنیفہ نے تیرہ لاکھ مسائل نکالے ہیں۔ باقی صدہا ائمہ گذرے ہیں۔

(۱۶) قرآن وہ کتاب ہے جس کے ترجمہ پر ہر زمانہ میں ہر ملک ہر قوم کے موافق و مخالف علماء متفق رہے ہیں

(۱۷) قرآن وہ کتاب ہے کہ جس سے ایک عالم متبحر اور ایک ان پڑھ دونوں فائدہ حاصل کرسکتے ہیں۔

(۱۸) قرآن وہ کتاب ہے کہ جس کے پڑھنے سے جی نہیں اکتاتا۔

(۱۹) قرآن وہ کتاب ہے جو حروف و الفاظ ثقیلہ و محاورات و امثال رکیکہ سے پاک ہے۔

(۲۰) قرآن وہ کتاب ہے جس کے حاملوں، کاتبوں، قاریوں کی مسلسل لائن موجود ہے اور اسکی شروح و علوم متعلقہ کے عالموں کی بھی صحیح لائن مسلسل موجود ہے جس کا علماء غیر کو بھی اعتراف ہے

(۲۱) قرآن وہ کتاب ہے جس کی تلاوت ہمیشہ سے چوبیس گھنٹے دنیا میں جاری ہے۔ اور ہمیشہ جاری رہیگی

(۲۲) قرآن وہ کتاب ہے جس پر عمل چوبیس گھنٹے دنیا میں ہمیشہ سے جاری ہے اور ہمیشہ تک جاری رہیگی

(۲۳) قرآن وہ کتاب ہے جس کی حفاظت کا خود خداوند ذوالجلال نے وعدہ فرمایا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (ہمنے یہ ذکر قرآن نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اسکے محافظ ہیں) لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ (جھوٹ اسمیں داخل نہیں ہوسکتا نہ آگے نہ پیچھے کیونکہ اس کو خداوند حکیم نے نازل فرمایا ہے۔ (سورۂ حم سجدہ)

سر ولیم میور نے لکھا ہے:۔ دنیا میں آسمان کے نیچے قرآن کے علاوہ اور کوئی مذہبی کتاب ایسی نہیں ہے جس کا متن ابتداء سے لیکر اسوقت تک تحریف سے پاک رہا ہو (لائف آف محمد)

"ہم قرآن کو بالکل اسی طرح محمد کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کا مجموعہ یقین کرتے ہیں جس طرح مسلمان اُسے خدا کا کلام سمجھتے ہیں یعنی اسکے غیر محرف ہونیکا یقین کامل ہے

(وان کریمر مشہور جرمن مستشرق)

(۲۴) قرآن ایسی کتاب ہے جو تمام عالم میں شائع ہے لیکن ایک نقطہ کا اختلاف نہیں۔

(۲۵) قرآن وہ کتاب ہے جس نے پہلی پہل ملوکیت و ملوک پرستی کی تردید کی اور شوریٰ قائم کیا۔

(۲۶) قرآن وہ کتاب ہے جس کی تعلیم فطرت انسانی اور عقل سلیم کے موافق ہے۔

(۲۷) قرآن وہ کتاب ہے جس نے توحید خالص کو شائع کیا۔

(۲۸) قرآن وہ کتاب ہے جس نے مساوات کو قائم کیا۔

(۲۹) قرآن وہ کتاب ہے جس نے سرمایہ داری کی مذمت کی۔

(۳۰) قرآن وہ کتاب ہے جس نے استعمار پرستی اور جوع الارض کیلئے جنگ کرنا حرام قرار دیا۔

(۳۱) قرآن وہ کتاب ہے جس نے مکمل قانون وراثت موافق عقل و فطرت پیش کیا۔

(۳۲) قرآن وہ کتاب ہے جس نے عورتوں کا احترام اور ان کے حقوق قائم کئے۔

(۳۳) قرآن وہ کتاب ہے جس نے غلاموں کیلئے آزادی کا دروازہ کھولا۔

(۳۴) قرآن وہ کتاب ہے جس نے تحقیق و تدقیق و اکتشافات علمیہ کا دروازہ کھولا۔

(۳۵) قرآن وہ کتاب ہے کہ جس نے فرد اور جماعت دونوں کیلئے ترقی کی راہ کھولی اور مناسب ضوابط پیش کئے

(۳۶) قرآن وہ کتاب ہے جو ایسی زبان میں ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک زندہ رہے گی اور دنیا کی زبانوں میں سب سے زیادہ وسیع اور باقاعدہ اور خوبصورت ہے۔

(۳۷) قرآن وہ کتاب ہے جس کے منزل من اللہ ہونے میں کسی اسلامی فرقے کو شک نہیں۔

(۳۸) قرآن وہ کتاب ہے جو صاحب کتاب کی حیات میں حفظ و تعلیم و تحریر و عمل ہر طرح سے اکثر اقطاع عالم میں شائع ہو گئی تھی۔

(۳۹) قرآن وہ کتاب ہے جس کی تفسیر و تشریح خود صاحب کتاب نے کی اور لکھا دی۔ اور صاحب کتاب کے شاگردوں نے اس کو قلمبند کیا۔ اور ان بزرگوں نے خود بھی اس کی تفسیر کی۔

(۴۰) قرآن وہ کتاب ہے جس کی شرح کی حفاظت و نصرت کیلئے صدہا علوم ایجاد ہوئے۔

(۴۱) قرآن وہ کتاب ہے جس کو حفظ و تعلیم و کتابت و اقامت عمل غرض ہر طرح پر کامل طور پر تواتر حاصل ہے

معجزہ

قرآن مجید حروف و الفاظ و عبارت و ترتیب و معانی و مطالب و تواتر و حفاظت ہر اعتبار سے معجزہ ہے۔ دنیا میں کوئی کلام فصاحت، بلاغت، ہمہ گیری، اشاعت و تواتر میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکا

فصاحت و بلاغت کے متعلق مضمون حفاظت قرآن میں تفصیل کر دی گئی ہے۔ اسکی فصاحت و بلاغت اس کے علمی کمالات اسکی تعلیم کی خوبیوں کا غیروں نے بھی اقبال کیاہے۔ غیر مسلم علماء و مورخین کی رائیں ہم نے آخر باب میں جمع کر دی ہیں

قرآن مجید کے عجائبات ایسے ہیں کہ اگر معمولی عقل و فراست کا آدمی بھی انصاف سے غور کرے تو بے ساختہ کہہ اٹھے کہ یہ خدا کا کلام ہے انسان سے اسکی مثال و نظیر ممکن نہیں۔

قرآن مجید میں کل (۶۶۶۶) آیتیں ہیں۔ ان میں پانسو آیتیں ایسی ہیں جن سے مسائل کا استنباط ہوتاہے۔ صرف ایک امام ابو حنیفہ نے تیرہ لاکھ مسائل نکالے ہیں (قلائد العقود العقیان) اور مجتہدین اس کے علاوہ کم و بیش ایک کروڑ مسائل کا استنباط کیا ہوگا۔ اس طرح فی آیت بیس ہزار مسائل کا اوسط ہوا کیا دنیا میں کوئی مذہبی یا قانونی کتاب ایسی ہے کہ جس سے اسقدر استنباط ہوا ہو

کہا جاسکتاہے کہ استنباط مسائل حدیث و قیاس سے بھی ہوا ہے، یہ صحیح ہے۔ مگر حدیث کے متعلق میں نے کئی جگہ عرض کیاہے کہ حدیث قرآن کی تفسیر ہے۔ امام شافعی نے فرمایا ہے کہ آنحضرت نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا استنباط آیات قرآنی سے کیاہے۔

علامہ ابن جوجانی نے لکھاہے کہ جس قدر صحیح حدیثیں ہیں اُن کی اصلیت قرآن میں بجنسہ یا قریب قریب موجود ہے (تاریخ الحدیث ص۲) اسی وجہ سے صحابہ کرام کا معمول تھا کہ جب کوئی حدیث بیان کرتے تو اسکی توثیق کیلئے کوئی آیت پڑھتے۔

عن ابی هریرة یقول قال النبی صلے الله علیه وسلم لیس المسکین الذی ترده اللقمة واللقمتان انما المسکین الذی یتعفف واقرؤا ان شئتم لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا،

یعنی ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول کریم نے فرمایا کہ وہ شخص مسکین نہیں جس کو لقمہ دو لقمے دئے جاتے ہیں بلکہ مسکین وہ ہے جو سوال نہ کرے اسکی شہادت میں یہ آیت پڑھو لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا، اخرجه البخاری و احمد) اس قسم کی اور مثالیں ہم نے تاریخ التفسیر ص۱۰۹ پر نقل کی ہیں

رہا قیاس تو وہ بھی قرآن و حدیث ہی کے تحت میں اور اس کے نظائر پر کیا جاتاہے۔ غرض اسقدر مسائل کا استنباط ہوا ہے کہ اندازہ مشکل ہے اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے ختم نہیں ہوا، اور یہ مسائل صرف عبادات ہی کے متعلق نہیں بلکہ عقائد، معاملات، اخلاق، حکومت، تجارت، زراعت، صناعت وغیرہ وغیرہ سب کے متعلق ہیں۔

اصولیین نے استقراء کر کے فرض، واجب، مستحب، مباح، حلال، حرام، مکروہ، مکروہ تحریمی وغیرہ

قرآن سے ثابت کرنے کیلئے قرآن کی اس طرح تقسیم کی ہے۔ یعنی احکام قرآن مجید اُسوقت سمجھ میں آسکتے ہیں جب قرآن کے الفاظ و حروف کی تقسیم کیجائے۔

اسکی چار قسمیں ہیں خاص۔ عام۔ مشترک۔ مأوّل۔ جب ان کے استعمال پر غور کیا گیا تو وہ بھی چار قسم ثابت ہوئے۔ حقیقۃ۔ مجاز۔ صریح۔ کنایہ۔ پھر اس کے بعد ان کو معنی کے ظہور خفاء کے اعتبار سے چار قسموں پر تقسیم کیا۔ ظاہر۔ نص۔ مفسّر۔ محکم۔ اور ان کے مقابل والوں کا نام خفی۔ مشکل۔ مجمل۔ متشابہ رکھا۔ اسکے بعد عبارت قرآن کے معنی سمجھنے اور اسکے استدلال کرنے کی چار قسمیں کیں۔ عبارۃ النص۔ اشارۃ النص۔ دلالۃ النص۔ اقتضاء النص۔

نص سے مراد عبارت قرآن ہے۔

عبارۃ النص وہ معنی جو کلام سے ثابت ہوں اور سیاق کلام بھی اسکے لئے ہو۔

اشارۃ النص جو الفاظ کلام سے بغیر زیادتی کے ثابت ہوں اور سیاق کلام ان کے لئے نہ ہو۔

دلالۃ النص۔ حکم کی علت بروئے لغت معلوم ہو۔

اقتضاء النص۔ نص کے کسی ایسی چیز کے چاہنے کو کہتے ہیں جو اس پر زیادہ ہو اور نص کے معنی بغیر اسکے صحیح و متحقق نہ ہوسکیں۔

وہ آیات جن سے مادی علوم کا استنباط ہوتا ہے (۷۵۰) ہیں۔ یہ علوم بھی تعداد میں بے شمار ہیں۔ امام قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف ابن العربی متوفی ۵۴۳ھ نے لکھا ہے کہ قرآن سے جن علوم کا استنباط ہوا ہے اُن کی تعداد ستر ہزار ہے (تاریخ التفسیر ص۱۱۱)۔ علوم قرآن کے متعلق ایک مضمون علیحدہ ہے اس میں اسکی تشریح ہے اور غیر مذاہب کے علماء کی رائیں بھی اس معاملہ میں قابل ملاحظہ ہیں۔

اس بیان کو پڑھنے کے بعد تاریخ عالم کی ورق گردانی کیجائے تو معلوم ہوگا کہ اس زمانہ میں نہ کہیں علم کا پتہ تھا نہ فنون کا نشان تھا۔ نہ امن و انصاف تہذیب و تمدن کا دور تھا۔ اور وہ سرزمین جہاں قرآن نازل ہوا جہالت و ظلم و طغیان کا مرکز تھی اور قرآن کو جو جامع علوم اور اخلاق و نصائح کا معدن و مخزن ہے، جو ظاہری و باطنی ترقی کا رہنما ہے جس کی ضیاباریوں سے عالم منور ہوا۔ پیش کس نے کیا؟ ایک امّی نے جو غریب ایسے ملک ایسے زمانے، ایسی جماعت میں پیدا ہونے والے، پرورش پانے والے، یتیم و ناخواندہ کو ایسے علم و اخلاق، صدق و راستی کے آئین کیسے سوجھے۔ اس کا جواب اسکے سوا کچھ نہیں ہوسکتا کہ خدا نے بتائے مسائل و علوم کا استنباط کس طرح کیا گیا ہے، یہ مجھ جیسے بے چیز کے بس کی بات نہیں متبحر علماء سے معلوم ہوسکتا ہے۔ یا فقہ و تفسیر کی قدیم ضخیم کتابوں سے۔

معلومات

(۱) امام شافعی کا قول ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جزو ہے اور خاص سورۂ فاتحہ کا۔ امام اعظم کا قول ہے کہ نہ کسی سورت کا جزو ہے نہ الحمد کا۔ البتہ جزو قرآن ہے یا آیت سورۂ نمل۔

(۲) تعوذ دعا ہے۔ قرآن نہیں۔

(۳) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ کثرت سے صحیح روایات میں یہی الفاظ آئے ہیں (بخاری۔ مسلم۔ ترمذی)

(۴) لفظ اللہ قرآن میں (۲۵۸۴) مرتبہ آیا ہے۔

(۵) بعض نے لکھا ہے کہ جن سورتوں کی ابتدا حروف مقطعات سے ہے بجز بقرہ و آل عمران کے وہ سب مکی ہیں۔ علقمہ سے روایت ہے کہ جن سورتوں میں یاایھا الناس یا یابنی آدم سے خطاب کیا گیا ہے وہ مکی ہیں اور جن میں یاایھا الذین اٰمنوا سے خطاب ہے وہ مدنی ہیں۔ ایسی ہی روایت میمون بن مہران سے ہے۔

(۶) مکی سورتوں میں اعتقادیات زیادہ ہیں مثلاً تعلیم توحید ذات وصفات، اثبات رسالت اور بت پرستی اور اوہام پرستی کی مذمت، مدنی سورتوں میں احکام زیادہ ہیں۔

(۷) سورتوں کی ابتدا تین قسم سے ہے۔

خدا کی ثنا و صفت کے ساتھ اس کی دو قسمیں ہیں۔ اول صفات جمالیہ کا ثبوت، دوم صفات ذمیمہ سے تنزیہہ و تقدیس۔ پانچ سورتوں کو تحمید و تقدیس سے شروع کیا ہے۔ فاتحہ۔ انعام۔ کہف۔ سبا۔ فاطر۔ اور دو کو لفظ تبارک سے (فرقان۔ ملک) ان میں اثبات صفات ہے۔

سات سورتوں کو لفظ سبحان سے شروع کیا ہے (بنی اسرائیل۔ سبحان الذی اسری۔ حدید۔ حشر، صف۔ جمعہ۔ اعلیٰ)

انتیس سورتوں کو حروف تہجی سے شروع کیا ہے۔

دس سورتوں کو بلفظ ندا شروع کیا ہے۔ پانچ کو ندا رسول سے (احزاب۔ طلاق۔ تحریم۔ مزمل۔ مدثر) پانچ کو ندا امت سے (نساء۔ مائدہ۔ حج۔ حجرات۔ ممتحنہ)

تیئیس سورتوں کو جملہ خبریہ سے شروع کیا ہے۔

پندرہ سورتوں کو قسم سے شروع کیا ہے۔

سات سورتوں کو شرط سے شروع کیا ہے (واقعہ۔ منافقون۔ تکویر۔ انفطار۔ انشقاق۔ زلزال۔ نصر)

چھ سورتوں کو بصیغہ امر شروع کیا ہے۔ (قل اوحی۔ اقرأ۔ کافرون۔ اخلاص۔ فلق۔ ناس)
چھ سورتوں کو بصیغہ استفہام شروع کیا ہے (ہل اتی۔ نبا۔ ہل اتاک۔ الم نشرح۔ الم تر۔ ارایت)
تین سورتوں کو بددعا سے شروع کیا ہے۔ (تطفیف، ہمزہ۔ لہب۔)
ایک سورۃ کو تعلیل سے شروع کیا ہے۔ (قریش)

(۸) چونکہ نوع انسانی کو ادیات سے زیادہ تعلق ہے اس لئے وہ آیتیں جو مادی علوم سے تعلق رکھتی ہیں تعداد میں زیادہ ہیں۔ ایسی آیتیں جنہیں علوم کا ذکر یا ان کی طرف اشارہ ہے (۷۵۰) سے زیادہ ہیں۔

(۹) بعض سورتوں کے کئی کئی نام ہیں۔ ان سب ناموں کی کوئی وجہ تسمیہ یا تو خود متن سورۃ میں موجود ہے یا یہ کہ سورت کے صفات یا اس کے منافع بناء تسمیہ ہیں جیسے سورۂ اخلاص کو اس لئے کہ یہ سورۃ اعتقاد کو مضبوط کرنے والی ہے سورۃ الاساس بھی کہتے ہیں۔

(۱۰) تمام سورتوں میں سب سے زیادہ نام سورۂ فاتحہ کے ہیں

(۱۱) تمام سورتوں میں سب سے زیادہ بڑی سورۂ بقرہ اور سب سے چھوٹی سورۂ کوثر ہے۔

(۱۲) قرآن کی ترتیب بزمانۂ خلافت اول سنہ ۱۳ھ میں اور بزمانۂ خلافت سوم سنہ ۲۵ھ میں ہوئی۔ (حافظ ابن حجر عسقلانی)

(۱۳) انبیاء ذیل کا تذکرہ قرآن میں ہے:۔
آدم۔ نوح۔ ادریس۔ ابراہیم۔ اسماعیل۔ اسحاق۔ یعقوب، یوسف، لوط۔ ہود۔ صالح۔ شعیب۔ موسیٰ۔ ہارون۔ داؤد۔ سلیمان، ایوب، ذوالکفل۔ یونس، الیاس۔ الیسع۔ زکریا۔ یحییٰ۔ عیسیٰ

صالحین ذیل کا تذکرہ قرآن میں ہے۔ عزیز۔ ذوالقرنین۔ لقمان

نساء صالحات جن کا ذکر قرآن میں ہے۔ مریم بنت عمران

ملائکہ ذیل کا تذکرہ قرآن میں ہے۔
جبریل۔ میکائیل۔ ہاروت، ماروت، رعد۔ ملک الموت

کفار ذیل کا تذکرہ قرآن میں ہے۔
ابلیس۔ فرعون۔ قارون۔ ہامان۔ آذر۔ سامری۔ ابولہب

اشخاص ذیل کا تذکرہ بعض واقعات آیا ہے۔ عمران۔ تبع۔ طالوت۔ جالوت

صحابی جن کا نام قرآن میں آیا ہے زید بن ثابت رض

حسب ذیل اشخاص کی شخصیت کی طرف قرآن میں اشارہ ہے۔

ابنا ءآدم - امرأة نوح - ابن نوح - امرأة لوط - امرأة فرعون - امرأة عزیز - ابن لقمان - امرأة عمران - ام موسیٰ - امرأة ابراہیم - امرأة ابی لہب - خولہ زوجہ عبادہ بن صامت - ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی - قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ (خدا نے اس عورت کی بات سن لی جو تم سے جھگڑ رہی تھی)

فہرست تعداد آیات

نام سورة	تعداد آیات کی	مدنی	شامی	بصری	کوفی	کلمات	حروف
فاتحہ	۷	۷	۷	۷	۷	۲۵	۱۴۳
بقرہ	۲۸۵	۲۸۵	۲۸۳	۲۸۷	۲۸۶	۶۲۱۲	۲۶۷۹۳
آل عمران	۲۰۰	۲۰۰	۱۹۹	۲۰۰	۲۰۰	۳۴۸۰	۱۶۰۳۰
نساء	۱۷۵	۱۷۵	۱۷۷	۱۷۵	۱۷۶	۳۷۵۰	۱۶۰۳۰
مائدہ	۱۲۳	۱۲۳	۱۲۲	۱۲۳	۱۲۰	۲۸۴۲	۱۳۴۶۴
انعام	۱۶۷	۱۶۷	۱۶۶	۱۶۶	۱۶۵	۳۱۰۰	۱۲۴۲۵
اعراف	۲۰۶	۲۰۶	۲۰۵	۲۰۵	۲۰۶	۳۳۸۷	۱۴۶۳۵
انفال	۷۶	۷۶	۷۷	۷۶	۷۵	۱۱۳۱	۵۲۷۴
توبہ	۱۳۰	۱۳۰	۱۳۰	۱۳۰	۱۲۹	۲۵۳۷	۱۱۳۶۰
یونس	۱۰۹	۱۰۹	۱۱۰	۱۰۹	۱۰۹	۱۸۶۱	۷۶۳۳
ہود	۱۲۱	۱۲۱	۱۲۲	۱۲۱	۱۲۳	۱۹۳۶	۷۶۲۴
یوسف	۱۱۱	۱۱۱	۱۱۱	۱۱۱	۱۱۱	۱۸۰۸	۷۴۱۱
رعد	۴۴	۴۴	۴۶	۴۵	۴۳	۸۵۳	۳۶۱۴
ابراہیم	۵۴	۵۴	۵۵	۵۲	۵۳	۸۳۵	۳۴۶۰
حجر	۹۹	۹۹	۹۹	۹۹	۹۹	۶۶۳	۲۹۰۷
نحل	۱۲۸	۱۲۸	۱۲۸	۱۲۸	۱۲۸	۱۸۴۱	۷۹۷۴
بنی اسرائیل	۱۱۰	۱۱۰	۱۱۰	۱۱۰	۱۱۱	۱۵۸۴	۶۷۱۰
کہف	۱۰۵	۱۰۵	۱۱۶	۱۱۱	۱۱۰	۱۲۰۱	۶۶۲۰
مریم	۹۸	۹۹	۹۸	۹۸	۹۸	۹۶۸	۳۹۸۲

نام سورت	تعداد آیات کی	مدنی	شامی	بصری	کوفی	کلمات	حروف
طٰہٰ	۱۳۴	۱۳۴	۱۴۰	۱۳۲	۱۳۵	۱۳۵۱	۴۵۶۲
انبیاء	۱۱۱	۱۱۱	۱۱۱	۱۱۱	۱۱۲	۱۱۸۷	۵۱۵۴
حج	۹۶	۹۷	۹۴	۹۵	۷۸	۱۲۸۳	۵۴۳۲
مؤمنون	۱۱۹	۱۱۹	۱۱۹	۱۱۹	۱۱۸	۱۰۷۰	۴۵۳۸
نور	۶۲	۶۲	۶۴	۶۴	۶۴	۱۴۲	۶۴۱
فرقان	۷۷	۷۷	۷۷	۷۷	۷۷	۹۰۶	۳۹۱۹
شعراء	۲۲۶	۲۲۶	۲۲۷	۲۲۶	۲۲۷	۱۳۴۷	۵۶۸۹
نمل	۹۵	۹۵	۹۴	۹۴	۹۳	۱۱۶۷	۴۸۷۹
قصص	۹۴	۹۴	۹۴	۹۴	۸۸	۱۵۴۴	۶۰۱۱
عنکبوت	۷۹	۷۹	۷۹	۷۹	۶۹	۹۹۰	۴۴۱۰
روم	۵۹	۵۹	۶۰	۶۰	۶۰	۸۲۷	۳۵۴۷
لقمان	۳۳	۳۳	۳۴	۳۴	۳۴	۵۵۴	۲۲۱۷
سجدہ	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۳۷۴	۱۵۷۷
احزاب	۷۳	۷۳	۷۳	۷۳	۷۳	۱۲۱۰	۵۹۰۹
سبا	۴۶	۴۵	۴۶	۵۴	۵۴	۸۹۶	۳۶۳۶
فاطر	۴۵	۴۵	۴۶	۴۵	۴۵	۷۹۲	۳۲۸۹
یٰسین	۸۲	۸۲	۸۲	۸۲	۸۳	۷۳۹	۳۰۹۰
صافات	۱۸۲	۱۸۲	۱۸۲	۱۸۱	۱۸۲	۱۸۷۳	۳۹۵۱
ص	۸۶	۸۶	۸۶	۸۵	۸۸	۷۳۸	۳۱۰۷
زمر	۷۲	۷۲	۷۳	۷۲	۷۵	۱۱۸۳	۴۹۶۵
مؤمن	۸۴	۸۴	۸۶	۸۲	۸۵	۱۲۴۲	۵۲۱۳
حم سجدہ	۵۳	۵۳	۵۲	۵۲	۵۴	۸۰۹	۳۴۰۶
شوریٰ	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۵۳	۸۳۶	۳۵۸۵
زخرف	۸۹	۸۹	۸۰	۸۹	۸۹	۸۴۸	۳۶۵۴

نام سورۃ	تعداد آیات مکی	مدنی	شامی	بصری	کوفی	کلمات	حروف
دخان	۵۶	۵۶	۵۶	۵۷	۵۹	۳۴۹	۱۴۹۵
جاثیہ	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۷	۴۹۳	۲۱۳۱
احقاف	۳۴	۳۴	۳۴	۳۴	۳۵	۷۵۰	۲۷۰۹
محمد	۳۹	۳۹	۳۹	۳۴	۳۸	۵۵۸	۲۴۷۵
فتح	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۵۶۸	۲۵۵۵
حجرات	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۱۸	۳۵۰	۱۵۷۳
ق	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۳۷۶	۱۵۲۵
ذاریات	۶۰	۶۰	۶۰	۶۰	۶۰	۳۶۰	۱۵۵۹
طور	۴۷	۴۷	۴۹	۴۸	۴۹	۳۱۹	۱۳۳۴
نجم	۶۱	۶۱	۶۱	۶۱	۶۲	۳۶۵	۱۴۵۰
قمر	۶۱	۶۱	۶۱	۶۱	۵۵	۳۴۸	۱۴۰۲
رحمن	۷۷	۷۷	۷۸	۷۶	۷۸	۳۵۱	۱۶۸۳
واقعہ	۹۹	۹۹	۹۹	۹۷	۹۶	۳۷۸	۱۷۶۸
حدید	۲۸	۲۸	۲۸	۲۹	۲۹	۵۸۶	۲۵۹۹
مجادلہ	۲۱	۲۱	۲۳	۲۲	۲۲	۴۷۳	۱۹۹۲
حشر	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۴۷۹	۲۱۰۳
ممتحنہ	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۳۷۰	۱۵۹۳
صف	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۷۶	۷۸۷
منافقون	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۸۳	۷۳۱
تغابن	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۲۴۷	۱۱۳۳
طلاق	۲۲	۲۲	۱۲	۱۱	۱۲	۲۹۸	۱۲۳۷
تحریم	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۲۵۳	۱۱۲۴
ملک	۳۰	۳۱	۳۰	۳۰	۳۰	۳۳۵	۱۳۵۹
قلم	۵۲	۵۲	۵۲	۵۲	۵۲	۳۰۶	۱۲۹۵

نام سورة	تعداد آیات کی	مدنی	شامی	بصری	کوفی	کلمات	حروف
حاقه	۵۲	۵۲	۵۰	۵۰	۵۲	۲۶۰	۱۱۳۴
معارج	۴۴	۴۴	۴۳	۴۴	۴۴	۲۶۰	۹۷۷
نوح	۳۰	۳۰	۲۹	۲۹	۲۸	۲۳۱	۹۷۴
جن	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸۷	۱۱۳۶
مُزمّل	۲۰	۲۰	۲۰	۱۹	۲۰	۲۰۰	۸۶۴
مُدثّر	۵۶	۵۵	۵۵	۵۶	۵۶	۲۵۶	۱۱۴۵
قیامه	۳۹	۳۹	۳۹	۳۹	۴۰	۱۹۴	۶۸۳
دهر	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۲۴۶	۱۰۹۹
مُرسلت	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۱۸۱	۸۴۶
نبأ	۴۰	۴۱	۴۰	۴۱	۴۰	۱۷۴	۸۰۱
نازعات	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۴۶	۱۸۱	۷۹۱
عبس	۴۲	۴۲	۴۰	۴۱	۴۲	۱۳۳	۵۵۳
تکویر	۲۸	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۰۴	۴۳۶
انفطار	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۸۰	۳۲۴
تطفیف	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۱۷۲	۷۵۸
انشقاق	۲۵	۲۵	۲۵	۲۳	۲۵	۱۰۸	۴۳۴
بروج	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۱۰۹	۴۶۵
طارق	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۶۱	۲۵۴
اعلیٰ	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۷۲	۲۹۹
غاشیه	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۹۳	۳۸۴
فجر	۳۲	۳۲	۳۰	۲۹	۳۰	۱۳۷	۵۸۵
بلد	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۸۲	۳۳۷
شمس	۱۶	۱۶	۱۵	۱۵	۱۵	۵۶	۲۵۴
لیل	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۷۱	۳۱۴

نام سورت	آیات مکی	مدنی	شامی	بصری	کوفی	کلمات	حروف
ضحیٰ	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۴۰	۳۳۱
انشراح	۸	۸	۸	۸	۸	۲۷	۱۰۳
تین	۸	۸	۸	۸	۸	۳۴	۱۶۵
علق	۲۰	۲۰	۱۸	۱۹	۱۹	۷۲	۲۹۰
قدر	۶	۵	۶	۵	۵	۳۰	۱۱۵
بینہ	۸	۸	۸	۹	۸	۹۵	۴۱۳
زلزال	۹	۹	۹	۹	۸	۳۷	۱۵۸
عادیات	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۴۰	۱۶۰
قارعۃ	۱۵	۱۵	۸	۸	۱۱	۳۵	۱۶۰
تکاثر	۸	۸	۸	۸	۸	۲۸	۱۲۳
عصر	۳	۳	۳	۳	۳	۱۴	۷۴
ہمزۃ	۹	۹	۹	۹	۹	۳۳	۱۳۵
فیل	۵	۵	۴	۴	۴	۱۷	۷۹
ماعون	۶	۶	۶	۶	۷	۲۵	۱۱۵
کوثر	۳	۳	۳	۳	۳	۱۰	۴۷
کافرون	۶	۶	۶	۶	۶	۲۶	۹۹
نصر	۳	۳	۳	۳	۳	۱۹	۸۱
لہب	۵	۵	۵	۵	۵	۲۴	۹
اخلاص	۴	۵	۵	۴	۴	۱۷	۴۹
فلق	۵	۵	۵	۵	۵	۲۳	۷۳
ناس	۶	۶	۷	۶	۶	۲۰	۸۱

قرآن مجید کے حروف وکلمات وآیات کی شمار میں اختلاف اس سلئے ہے کہ بعض نے حرف مشدد کو ایک شمار کیا ہے اور بعض نے دو۔ اسی طرح جب شمار حروف میں اختلاف ہے تو کلمات میں بھی اختلاف ہوا۔ آیات پر بعض نے ۞ کو علیحدہ شمار نہیں کیا ہے۔ بعض نے شمار کیا ہے۔

حروف مقطعات

حروف مقطعات کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول ہے کہ یہ اسماء الٰہیہ ہیں۔
حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے کہ ان حروف میں سے ہر حرف اشارہ ہے اسماء الٰہی پر مثلاً الف اشارہ ہے احد۔ اوّل۔ آخر کی طرف۔ میم اشارہ ہے ملک مالک مجید منان وغیرہ کی طرف (تفسیر عزیزی)

حروف تہجی جب حسب مذاق اہل لسان ایکدوسرے کے ساتھ لفظاً خواہ تقدیراً ملتے ہیں تو اُن سے معانی لغویہ کا استفادہ کیا جاتا ہے۔ لیکن نفس حروف جو کلمہ وکلام کے عناصر ہیں اُن کو افادہ معنی سے محرومی حاصل ہے۔ ہاں اختصار پسند طبائع علاوہ ترکیب لفظی کے کبھی ان حروف سے اشارات کا کام لیتی ہیں اور کبھی ان سے اعداد کا بھی استنباط کیا جاتا ہے۔ ان حروف کے اسماء مثل اسماء دیگر معنی مستقل رکھتے ہیں یعنی نفس حروف تہجی پر دلالت کرتے ہیں۔ اسلئے خلاصہ بیان یہ ہوا کہ لفظ الف بامعنی اور اس کا مسمی ا بے معنی ہے۔

فصحائے عرب کا معمول تھا کہ وہ تقریروں کی جُدائی مختلف ذرائع سے ظاہر کرتے تھے۔ خدا نے بھی اپنے مہذب کلام کا آغاز بعض سورتوں میں حروف تہجی کے تلفظ سے ظاہر فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بے معنی حروف کے لانے میں مخالفین کی طرف سے اعتراضات نہیں ہوئے۔

بعض علماء نے جو ان حروف کی تفسیر کی ہے مثلاً الم الف کا عدد (۱) لام کے (۳۰) (۱+۳۰+۴۰=۷۱) میم کے (۴۰) تو الم کا ترجمہ ہوا۔ قسم ہے (۴۱) پیغمبروں کے چالیس صحیفوں کی ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ) یہ وہ کتاب ہے جس میں کچھ شک وشبہ نہیں۔

حضرت ابن عباس کے مرقومہ بالا قول کا بھی قریب قریب ایسا ہی مفہوم ہے یعنی حمد (ح) (حمید) (م) (مالک) یعنی اللہ حمد کیا گیا اور مالک ہے۔ اس طرح خیال ہوتا ہے کہ حروف مقطعات قرآن کے (کتاب المجموع المختصر نویسی) شارٹ ہینڈ ہے

بعض مسائل

(۱) قرآن کو باوضو ہاتھ لگانا چاہیئے۔ اگر پانی میسر نہ ہو یا کوئی اور عذر ہو تو تیمم کرے۔
(۲) تلاوت کیلئے شرط ہے کہ لباس و بدن پاک ہوں اور باوضو ہو۔

(۳) قبلہ رُخ مؤدب بیٹھ کر تلاوت کرے۔
(۴) قرآن کو آہستہ آہستہ ٹھیر ٹھیر کر پڑھے
(۵) بعض ائمہ نے کہا ہے کہ قبل قرات اعوذ پڑھنا مستحب ہے۔ بعض نے واجب کہا ہے کیونکہ ارشاد ہے۔ فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
(۶) اوّل اعوذ پڑھے پھر بسم اللہ پھر تلاوت شروع کرے۔
(۷) قرآن آج تک جس طرح لکھا جاتا ہے اس خط اور قرآن کے رسم الخط کی مخالفت جائز نہیں ہے
(۸) قرآن کو ترتیب پڑھنا واجب ہے ان الترتيب من واجبات القراءة ولو خارج الصلوٰة (قرآن کا ترتیب سے پڑھنا واجب ہے اگرچہ نماز سے باہر ہو (طحطاوی) خلاف ترتیب موجودہ پڑھنا مکروہ ہے (رجانیہ)
رسول کریم نے حضرت بلال کو دیکھا کہ انہوں نے کچھ آیتیں ایک سورت کی پڑھیں اور کچھ دوسری سورت کی تو حضور نے ان کو منع کیا اور فرمایا کہ ہر سورت کو اسکی ترتیب پر پڑھو (رعایۃ الترتیل ص۲۸۲)
اس زمانہ میں یہ دستور ہے کہ بعد ختم قرآن کچھ آیتیں ایک سورت کی ایک سورت کی پڑھتے ہیں۔ یہ نہیں چاہیئے۔ حلیمی نے اس کو ترک آداب میں شمار کیا ہے (اتقان فی علوم القرآن)
(۹) قرآن زبانی پڑھنا بغیر وضو جائز ہے۔
(۱۰) قرآن سواری پر اور پیادہ چلنے میں پڑھنا جائز ہے مگر مقام گذر نجس نہ ہو
(۱۱) سورہ فاتحہ اور کسی ایک سورت کا حفظ یاد کرنا فرض ہے۔ (فصل القراءۃ)
(۱۲) قبروں کے سرہانے قرآن پڑھنا مکروہ ہے۔ (خزینۃ الروایات)
(۱۳) جو فقیر بازاروں اور راستوں میں قرآن پڑھکر بھیک مانگتا ہو اس کو بھیک دینا مکروہ ہے۔ (نصاب الاحتساب)
(۱۴) چند اشخاص کا ایک جگہ بلند آواز سے قرآن پڑھنا جس طرح آجکل فاتحہ وغیرہ میں دستور ہے مکروہ ہے (خزینۃ الروایات و تاتار خانیہ و محیط و شرح سرخسی)
(۱۵) قرآن مجید کی تلاوت آہستہ ایسی آواز سے کرنا چاہیئے کہ ریا کا خیال پیدا نہ ہو کسی نماز پڑھنے والے کو نماز میں تشابہ نہ لگے کسی سونے والے کی نیند خراب نہ ہو (منحۃ الفکر فی الجہر بالذکر)
(۱۶) جو شخص کسی حرف کی جگہ دوسرا حرف ادا کرتا ہو جیسے ق کی جگہ ک تو اگر وہ ق کے ادا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی ورنہ نہیں۔

(۱۷) پورے قرآن کا حفظ کرنا فرض کفایہ اور عین سنت ہے۔

(۱۸) رسول کریم نے فرمایا ہے کہ وہ شخص اچھا ہے جو قرآن ختم کرے اور شروع بھی کرے اسی لئے تلاوت کرنے والوں کا قدیم سے یہ طریقہ ہے کہ ختم کرنے کے بعد سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقر کا پہلا رکوع پڑھتے ہیں (رعایۃ الترتیل) ہم نے اس کے متعلق ایک حدیث بھی نقل کی ہے۔

(۱۹) قرآن کو بوسہ دینا مستحب ہے۔ حضرت عکرمہ بن ابی جہل بوسہ دیتے تھے (اتقان)

(۲۰) قرآن کو خوشبو لگانا مستحب ہے

(۲۱) قرآن کو بلند جگہ رکھنا مستحب ہے۔

(۲۲) قرآن کو چاندی وغیرہ سے مزین کرنا جائز ہے۔

(۲۳) بوسیدہ قرآن کو جلا دینا جائز ہے (اتقان) جلا کر اسکی راکھ رواں پانی میں بہا دینا بہتر ہے

(۲۴) کتابت قرآن کی اجرت لینا مکروہ ہے۔

(۲۵) قرآن کی آیتوں یا سورتوں کو پاک برتن پر لکھکر دھو کر پینا جائز ہے۔

(۲۶) بحالت جنابت قرآن کو پڑھنا جائز نہیں۔

اعمال قرآنی

ہم صندل درد سر ہم سرمہ بینائی

قرآن مجید کی آیات و سور دفع بلا اور قضائے حاجات کیلئے اکسیر کا حکم رکھتی ہیں۔ مختلف آیات اور مختلف سورتوں کی علیحدہ علیحدہ خاصیتیں ہیں۔ یہ علم بھی بڑا وسیع علم ہے۔ اسپر بھی صدہا کتابیں تصنیف ہو چکی ہیں۔ ہندوستان کے علما اور مشائخ نے بھی اس پر تصانیف کی ہیں۔

اگر اعتقاد صحیح اور قواعد مقررہ کے ساتھ عمل کریں تو ان شاءاللہ تعالیٰ محروم نہ رہیں گے۔

عام شرائط یہ ہیں:-

(۱) عروج ماہ سے شروع کرے (۲) ایک وقت اور ایک جگہ پاک صاف معین کر کے پڑھے۔

(۳) جو تعداد عاملوں نے لکھی ہے اس تعداد کے موافق پڑھے۔ (۴) لباس و بدن پاک صاف رکھے

(۵) اول و آخر تعداد معین سے درود شریف پڑھے (۶) ختم عمل پر خشوع و خضوع سے دعا کرے۔

(۷) صغیرہ کبیرہ گناہوں سے بچے۔

بعض سور و آیات کے خواص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی منقول ہیں۔ باقی علماء و اولیاء و مشائخ

نے اپنے تجربہ سے لکھے ہیں۔

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من حفظ عشر آیات من اول سورۃ الکہف عصم من الدجال۔ (جو کوئی سورۂ کہف کی اوّل کی دس آیتیں پڑھے گا وہ دجال سے محفوظ رہے گا۔ مسلم)

عن ابی مسعود البدری قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الآیتان من اخر سورۃ البقرۃ من قرأ بہما فی لیلۃ کفتاہ۔ سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں جو رات کو پڑھے گا وہ اسکے لئے کافی ہیں (بخاری)

عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من قرأ سورۃ الواقعۃ فی کل لیلۃ لم تصبہ فاقۃ ابدًا (جو رات کو سورۂ واقعہ پڑھے گا اسکو کبھی فاقہ نہ ہوگا (مشکوٰۃ)

بعض بعض سورتوں کے متعلق مختصر طور پر کچھ لکھا جاتا ہے۔

سورۃ فاتحہ۔ دفع مرض کیلئے سات بار اور قضائے حاجت کیلئے صبح کی سنت اور فرض کے درمیان ۴۱ بار روزانہ چالیس دن تک پڑھے۔

سورۂ مزمّل۔ حصول غنا ظاہری و باطنی کیلئے چالیس مرتبہ روزانہ پڑھے

پنجسورہ۔ بزرگوں نے تجربہ کے بعد پانچ سورتوں کے خواص خصوصیت سے بیان فرمائے ہیں جو تمام حاجات وضروریات پر حاوی ہیں ؎

ہر کہ خواند پنج سورہ وقت پنج	او بیابد دولت بے رنج و رنج
صبح یٰسین ظہر فتح و عصر عم	واقعہ مغرب، عشا را ملک ہم

مُعوّذتین۔ سألت ابی بن کعب فقلت یا ابا المنذر ان اخاک ابن مسعود یقول کذا وکذا فقال انی سألتُ النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال لی جبریل فقلتُ فنحن نقول کما قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یعنی ابی بن کعب سے سوال کیا گیا کہ آپ کے بھائی ابن مسعود ایسا ایسا کہتے ہیں انہوں نے کہا کہ رسول کریم سے سوال کیا گیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ سے جبرائیل نے کہا کہ میں کہوں (ابی نے کہا کہ ایسا ہی ہم کہتے ہیں جیسا کہ رسول کریم نے کہا) یہ روایت معوذتین کے متعلق ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معوذتین کے متعلق ابی بن کعب اور ابن مسعود ہم خیال تھے۔ ابی اور ابن مسعود دونوں کی روایتیں اسماء سور کے بیان میں نقل کی گئی ہیں۔ اب اس روایت کا کیا مطلب ہے؟ اس روایت میں سائل نے خواص سور کا سوال کیا ہے کہ ابن مسعود ان سورتوں کے یہ خواص بیان کرتے ہیں انہوں نے

کہا کہ ایسا ہی رسول کریم نے کہا ہے وہ خواص اُن کے کیا ہیں کہ یہ دفع سحر کے لئے مجرب ہیں۔
عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری باب التفسیر میں بھی یہی ہے۔

اعمال قرآنی کے متعلق بہت کثرت سے ضخیم کتابیں تصنیف ہوئی ہیں۔ شائقین اُن کو مطالعہ کریں۔ یہاں سب کے خواص بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے حصن حصین وغیرہ کتابوں میں آیات بمع کے خواص اور ان کے ساتھ بعض خاص خاص دعائیں بھی جو حضور نے ارشاد فرمائی ہیں جمع کی گئی ہیں بعض دعائیں ایسی ضروری اور مجرب ہیں کہ انکو حضور نے صحابہ کو اسی اہتمام سے یاد کرایا تھا جس اہتمام سے قرآن یاد کرایا تھا۔ صحابہ بھی ان کا ایسا ہی اہتمام کرتے تھے۔ جیسے قنوت جو وتروں میں پڑھی جاتی ہے۔ اور امام شافعی کے مقلدین صبح کے فرضوں میں پڑھتے ہیں۔ قنوت کو حضرت ابی بن کعب بھی ایسا ہی ضروری سمجھتے تھے جیسا کہ شوافع نے سمجھا ہے

احکام قرآن

تاریخ شاہد ہے، کتب مذاہب عالم گواہ ہیں کہ نزول قرآن سے قبل ربع مسکون پر نہ علوم و فنون کا پتہ تھا۔ نہ عدل و انصاف و مساوات کا نشان تھا۔ قمار بازی، شراب خواری، زنا، لواطت، بت پرستی، دختر کشی، خودکشی اور دوسری بد اخلاقیاں محاسن بن کر رائج تھیں۔ ان کے ابطال و انسداد کیلئے جو قرآن اور صاحب قرآن کے احکامات ہیں اُن کی تفصیل و تشریح یا صرف اُن کے خالص بیان کے لئے ضخیم جلدوں کی ضرورت ہے ہم یہاں صرف بعض آیات اور ان کا حاصل لکھتے ہیں۔

(۱) اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا۔ تمہارا خدا ایک ہے۔ پس جو شخص اپنے رب سے ملنے کا اُمیدوار ہو تو وہ نیک کام کرے اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

(۲) لَا تَعْبُدُوا الْاَصْنَامَ۔ بتوں کو مت پوجو۔

(۳) لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ۔ زمین میں فساد مت کرو۔

(۴) اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ۔ اللہ تعالیٰ تم کو انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں سے سلوک کرنے کا حکم فرماتا ہے اور فحش اور بری باتوں اور بغاوت کو منع کرتا ہے۔

(۵) وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا ۔

وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ۔ ماں باپ، رشتہ داروں اور یتیموں اور غریبوں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اور لوگوں سے اچھی بات کہو۔ اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ ادا کرو۔

(۶) وَآتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهُ۔ حقداروں کو اُن کا حق دیدو۔

(۷) حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ۔ حرام کیا گیا ہے تم پر مردار جانور اور خون اور سور کا گوشت۔

(۸) وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ۔ پانسوں سے فال نکالو۔ یہ گناہ ہے۔

(۹) لَا تَأْكُلُوا الرِّبٰوا۔ سود مت کھاؤ۔

(۱۰) لَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ۔ جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہے اُن سے تم نکاح مت کرو۔

(۱۱) وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ۔ مسلمان غصہ کھانے والے معاف کر دینے والے ہوتے ہیں۔

(۱۲) هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ۔ مسلمان بیہودہ باتوں سے بچتے ہیں۔

(۱۳) لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلٰى أَلَّا تَعْدِلُوا اِعْدِلُوا۔ کسی کے ساتھ دشمنی کی بنا پر ناانصافی مت کرو۔ بلکہ انصاف کرو۔

(۱۴) فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِي النِّسَاءِ فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانِ اللّٰهِ۔ عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو کیونکہ انہیں تم نے خدا کے نام کی ضمانت پر قبضہ کیا ہے۔

(۱۵) وَأَنْ تُصْلِحُوا بَيْنَ النَّاسِ۔ لوگوں کے درمیان صلح کرایا کرو۔

(۱۶) إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسٰكِينِ وَالْعٰمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيلِ۔ خیرات کا مال غریبوں، فقیروں قرضداروں کا قرضہ ادا کرنے غلاموں کے آزاد کرانے اور مسافروں کی امداد اور نیک کاموں کیلئے ہے۔

(۱۷) وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا۔ اللہ کے نیک بندے جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں بلکہ میانہ روی اختیار کرتے ہیں۔

(۱۸) لَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ، قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ۔ محتاجی کے ڈر سے اولاد کو قتل نہ کرو۔ وہ لوگ بڑے بدنصیب ہیں جنہوں نے

جہالت سے اولاد کو قتل کر دیا۔

(۱۹) وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ۔ معاف دیا کرو اور درگذر کیا کرو۔ کیا تم نہیں پسند کرتے کہ اللہ تم کو بخش دے۔

(۲۰) إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ۔ سب مسلمان آپس میں بھائی ہیں۔

(۲۱) يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ۔ خدا نے ایمان والوں اور علم والوں کو بڑا مرتبہ دیا ہے۔

(۲۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ شراب، جوا۔ بت، پانسے، فال نکالنا یہ سب بُرے کام ہیں ان سے بچو۔

(۲۳) لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا۔ زنا کے پاس مت جاؤ یہ بےحیائی کا کام اور بہت بُرا راستہ ہے۔

(۲۴) ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا۔ مسلمان مرد عورتوں کا گمان ایک دوسرے کی طرف نیک ہوتا ہے۔

(۲۵) وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ۔ کاموں میں مشورہ کیا کرو۔

(۲۶) لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ۔ والدین اور قرابتداروں کے ترکہ میں مردوں عورتوں دونوں کا حصہ ہے۔

(۲۷) وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ۔ سچی گواہی کو نہ چھپاؤ۔ اور جو گواہی چھپائے گا تو وہ گنہگار ہوگا۔

(۲۸) أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نُهُوا عَنِ النَّجْوَى۔ تم کو ان لوگوں کا معلوم نہیں جنکو کانا پھوسی کرنے سے منع کیا گیا تھا۔

(۲۹) كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى۔ تم پر مقتول کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے

(۳۰) وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ۔ کسی کو ناحق قتل مت کرو۔

(۳۱) إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ جو لوگ پاکدامن عورتوں کو اتہام لگاتے ہیں وہ دونوں جہان میں ملعون ہیں۔

(۳۲) وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ۔ رشتہ داروں کو غریبوں کو راہ

مسافروں کو اُن کا حق دیا کرو۔

(۳۳) وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ۔ رشتہ داروں کو غریبوں کو یتیموں کو مسافروں کو مانگنے والوں کو اور مقروض کا قرض ادا کرو۔

(۳۴) وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ۔ بیوہ عورتوں غلاموں اور لونڈیوں سے نکاح کرو۔

(۳۵) وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ۔ عورتوں کو ضرر پہنچاؤ۔ ان کو تنگ کرنے کیلئے

(۳۶) لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا۔ کسی گھر میں بغیر اجازت حاصل کئے داخل نہو اور جب کسی گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرو۔

(۳۷) قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ۔ مسلمانوں سے کہدو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

(۳۸) اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ۔ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والے ناشکروں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔

(۳۹) اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ۔ ظالموں پر خدا کی لعنت اور پھٹکار ہے

(۴۰) وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ۔ مسلمان اپنی امانتوں کو ادا کرتے ہیں اور اپنے وعدے کی حفاظت کرتے ہیں۔

(۴۱) قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ۔ اللہ تعالیٰ بے حیائی اور بری باتوں کا حکم نہیں دیتا۔

(۴۲) وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ۔ اور ناپ تول انصاف کیساتھ پوری کرو۔

(۴۳) وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ۔ اور اگر تم تکلیف دو تو اسی قدر جتنی کہ تم کو تکلیف پہونچائی گئی ہے۔

(۴۴) وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا۔ اللہ کے نیک بندے زمین پر فروتنی سے چلتے ہیں۔

(۴۵) اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا۔ اترانے والے اور شیخی مارنے والے خدا کو ناپسندیدہ ہیں۔

(۴۶) اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ۔ بخل اور بخل کی ترغیب دینے والوں

کیلئے عذاب ہے۔

(۴۷) وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ۔ اپنے کپڑوں کو پاک صاف رکھو۔

(۴۸) إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ۔ اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

(۴۹) قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّن صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا أَذًى۔ اچھی بات کہنا اور معاف کر دینا اس سے بہتر ہے کہ خیرات کرنے کے بعد تکلیف دیجئے۔

(۵۰) وَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ۔ یتیم کی تحقیر نہ کر۔ سائل کو مت جھڑک

(۵۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُم بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ كَالَّذِي يُنفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ۔ احسان جتا کر صدقہ کا اجر ضائع نہ کرو۔ جیسے وہ شخص جو اپنے مال کو لوگوں کے دکھانے کیلئے خرچ کرتا ہے اور خدا پر ایمان نہیں رکھتا۔

(۵۲) إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ۔ خدا کے نزدیک معزز وہ ہے جو بڑا پرہیزگار ہے۔

(۵۳) حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً۔ جب جنگ میں تو دشمن کے سپاہیوں کو گرفتار کر لو۔ پھر ان کو یا تو احساناً چھوڑ دو یا فدیہ لیکر چھوڑ دو۔

(۵۴) هُوَ الَّذِي أَنشَأَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ۔ خدا نے تم سب کو تن واحد سے پیدا کیا ہے

(۵۵) وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا وَآتُوهُم مِّن مَّالِ اللّٰهِ۔ اگر تمہارے غلام تم سے کہیں کہ ہم کو آزادی کی دستاویز لکھ دو تو اگر تم ان میں بھلائی کے آثار پاتے ہو تو لکھ دو۔ اور آزاد کرتے وقت ان کو اس مال میں سے کچھ دیدو جو خدا نے تم کو دیا ہے۔

(۵۶) وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا۔ اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور آپس میں اختلاف مت کرو۔

(۵۷) وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ۔ اور جب پیٹھ پھیر جاتا ہے تو چلتا ہے زمین میں تاکہ اس میں فساد پھیلائے اور کھیتیوں اور نسل کو برباد کرے اور خدا نہیں پسند کرتا فساد کو۔

(۵۸) قُل لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ۔ اچھے اور برے برابر نہیں ہو سکتے۔

(۵۹) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ

اِعْدِلُوا وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ۔ مضبوطی کے ساتھ انصاف پر قائم رہو۔ خدا لگتی گواہی دو۔ اگرچہ تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کے خلاف ہو۔

(۲۰) اَلَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ۔ وہ بھی بربادی میں ہے جو مال کو گن گن کر جمع کرتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ وہ دنیا میں ہمیشہ رہے گا۔

(۲۱) هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ۔ نیکی کا بدلہ نیکی ہے

(۲۲) اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا۔ وعدہ کو پورا کیا کرو۔ وعدہ کا سوال ہوگا

تحریف قرآن

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو ہر طرح محفوظ کرا دیا تھا۔ آپ کے عہد میں قرآن بہت سے سفینوں اور لاکھ سے زیادہ سینوں میں محفوظ تھا۔ آپ کے بعد مسلمانوں نے بھی اس کے حفظ کرنے اور لکھنے میں کمال احتیاط سے کام لیا۔ یہ حدیث نقل کیجا چکی ہے کہ ابن زبیر نے حضرت عثمان سے ان لکھتے وقت ایک آیت کے متعلق کہا کہ یہ منسوخ ہے اس کو نہ لکھوں۔ حضرت عثمان نے کہا کہ میں کچھ بھی تغیر نہیں کر سکتا غرض قرآن کی ایسی بے نظیر حفاظت ہوئی ہے کہ دوسری قسم کے خیال کے لئے کوئی گنجائش باقی نہیں ہے اسی وجہ سے محققین مذاہب غیر کو بھی ماننا پڑا اور باوجود مخالفت کے لکھنا پڑا کہ قرآن تحریف سے پاک ہے۔ اس قسم کی رائیں نقل کیجائیں گی۔

سنہ ۱۹۱۴ء میں ایک یوروپین ڈاکٹر منگانا نے ایک کتاب شائع کی جس کا نام (لیوز فرام آنشنٹ قرآنز) ہے۔ یعنی تین قدیم قرآنوں کے اوراق۔ ان اوراق میں مختلف سورتوں کی آیات لکھی ہیں۔ گویا آیات وسور کی ترتیب موجودہ قرآن کے خلاف ہے۔ ڈاکٹر موصوف کا منشا اس سے تحریف قرآن ثابت کرنا ہے۔ ڈاکٹر موصوف تو اپنے قیاس سے انکو سنہ ۸ھ کے ابتدا کی تحریر قرار دیتے ہیں اور ڈاکٹر لیڈی آگنس سمتھ لوئیس ان کو جمع عثمانی سے قبل کی تحریر قرار دیتی ہیں لیکن لیڈی صاحبہ کا خیال تو سیدھے غلط ہے کہ ان اوراق میں نقطے ہیں اور نقطوں کا رواج آٹھویں صدی عیسوی کے ابتدائی زمانہ سے بعہد خلیفہ ولید بن عبد الملک حضرت عثمان کی وفات سے کم وبیش پچپن سال بعد ہوا۔ ڈاکٹر منگانا اس کو آٹھویں صدی کے اوائل کا تصور کرتے ہیں۔ یعنی حضرت عثمان سے پچپن سال بعد۔ اگر اس زمانہ کا کوئی نسخہ ایسا ملجائے جو مصحف عثمانی کے خلاف ہو تو اس سے تحریف قرآن ثابت نہیں ہو سکتی۔ تحریف تو جب ثابت ہو کہ وہ تحریر یا تو حضرت عثمان سے پہلے کی

یا کم از کم حضرت علی کے آخر عہد تک کی ہو اور عہد خلافت راشدہ کے بعد کی کوئی تحریر پیش کرنا حماقت ہے۔ وہ کسی شریر کی شرارت ہی سمجھی جائے گی۔ اور اس پر بحث کرنے سے کچھ فائدہ نہیں چونکہ اس پر نقطے ہیں اسلئے یہ اگر قدیم تحریر ہے اور کسی کی صناعی نہیں ہے تو ضرور مستشرقی ہوگی یا اس کے بعد کی اور کسی ناواقف شریر کی شرارت ہے کیونکہ اسمیں ایک چیز اور ایسی ہے جو اس کو نہ قرآن کا ورق ثابت کر سکتی ہے نہ کسی باعلم کاتب کی تحریر۔ وہ یہ کہ اس کا رسم الخط قرآن کے رسم الخط کے خلاف ہے۔ اسمیں کسی کو اختلاف نہیں کہ قرآن کا رسم الخط وہی ہے جو حضور کے زمانہ میں تھا۔ اور آج تک اسمیں تغیر نہیں ہوا۔ یہ رسم الخط کے خلاف تحریر یا تو کسی کم علم ناواقف غیر مسلم کی ہے یا کسی کی جعل سازی ہے۔ قرآن میں یوم الفصل لکھا ہے اسمیں اس کو یوم الفصل لکھا ہے۔ قرآن میں القیم لکھا ہے اسمیں القیم لکھا ہے۔ اس قسم کے اختلاف ایک دو ہی نہیں بلکہ کثرت سے ہیں۔

اس کے علاوہ یہ اوراق خود ڈاکٹر منگانا کے خیال کے موافق ایک شخص کے لکھے ہوئے نہیں بلکہ مختلف اشخاص کے لکھے ہوئے ہیں۔ اسلئے بھی یہ قابل اعتبار نہیں اور ان اوراق کی کیفیت یہ ہے کہ ان اوراق پر یکے بعد دیگرے تین قدیم تحریریں ایک دوسرے کے اوپر لکھی ہوئی تھیں اور سب سے نیچے کچھ آیات قرآنی جب اس کے بعد دوسری عبارتیں انہی اوراق پر لکھی گئیں۔ تو پہلی عبارت کو نرم چیز سے رگڑ کر محو کر دیا گیا۔ پھر مرور زمانہ سے قدیم تحریریں کچھ کچھ نظر آنے لگیں۔ اور اسمیں عبارت کے درمیان اکثر الفاظ محو بھی ہو گئے ہیں۔ ایسی مشکوک و مخلوط تحریر کو قرآن کہکر پیش کرنا ڈاکٹر منگانا کی ہٹ دھرمی اور تعصب کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ قدیم زمانہ میں کسی نے جعل کیا ہو اسپر نہ کوئی سن تحریر ہے نہ کاتب کا نام ہے نہ قرآن لکھا ہوا ہے۔ اگر کسی ہٹ دھرم کے اصرار سے اس پر کچھ توجہ کیجائے تو کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے کسی تفسیر کے اوراق ہوں، ممکن ہے وظائف کی کسی کتاب کے اوراق ہوں۔ وظائف کی کتابوں میں آیات و سور کی ترتیب نہیں ہوتی۔ آج بھی صدہا کتابیں وظائف کی دلائل الخیرات، حزب البحر، حزب الاعظم، پنج سورہ، ہفت سورہ، دہ سورہ وغیرہا رائج ہیں۔ اگر کوئی جاہل ان اوراق کے قدیم ماننے پر مجبور کرے تو میں وثوق کے ساتھ کہوں گا کہ یہ کسی کم علم صاحب ورد کی کتاب اوراد کے اوراق ہیں۔ ڈاکٹر منگانا کی اس حرکت پر مولانا شبلی نعمانی نے بھی اپنے ایک مضمون میں مختصر بحث کی ہے۔ لیکن مسٹر محمد علی قادیانی نے اسپر تفصیل سے بحث کی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس پر کسی بحث کی ضرورت نہیں کیونکہ اول تو اس کا بیحد مشکوک و مخلوط ہونا اس کو پایہ اعتبار سے ساقط کرتا ہے۔ دوسرے اس پر نقطے ہیں جو اس کو قرآن کی تیسری جمع و ترتیب (عہد عثمانی) سے کم و بیش ایک صدی

بعد کے ثابت کرتے ہیں۔ ان بحث کرنے والے حضرات نے اس طرف مطلق خیال نہیں کیا کہ اگر خلافت راشدہ کے بعد کسی نے کوئی تحریر ترتیب بھی کی ہو تو وہ قرآن کے مقابلہ میں پیش نہیں کی جا سکتی۔

سر ولیم میور لکھتے ہیں:۔ جہاں تک ہماری معلومات ہے دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو اس کی (قرآن کی) طرح بارہ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو (دیباچہ لائف آف محمد ص۱۲)

ڈاکٹر وان ہیمر لکھتے ہیں:۔ ہم ایسے ہی یقین کے ساتھ قرآن کو بعینہٖ محمدؐ کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ سمجھتے ہیں جیسا کہ مسلمان اسے خدا کا کلام سمجھتے ہیں (جمع قرآن مصنفہ مسٹر محمد علی ص۱۰)

جس حفاظت سے قرآن ہم تک پہونچا ہے اسکی نظیر دنیا میں نہیں (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام) کوئی جزو، کوئی فقرہ، اور کوئی لفظ ایسا نہیں سنا گیا کہ جس کو جمع کرنے والوں نے چھوڑ دیا ہو نہ کوئی لفظ یا فقرہ ایسا پایا جاتا ہے جو اس مسلم مجموعہ میں داخل کر دیا گیا ہو۔ (لائف آف محمدؐ)

اس کو ایک کم علم بھی جانتا ہے کہ عہد عثمانی کے بعد کی اگر کوئی تحریر قرآن کے خلاف ہو تو اس کا قرآن پر کوئی اثر نہیں وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آجکل کوئی آیات و سور کو الٹ پلٹ کر لکھکر کچھ فقرات ملا کر کوئی تحریر ترتیب کر دے۔ جس کتاب کی تلاوت ابتدا سے آج تک تمام اقطاع عالم میں چوبیس گھنٹے برابر جاری ہے جس کے حافظ ہر ملک میں کثرت سے ہیں جس کے ہر قسم کے مطبوعہ نسخے کثرت سے ہر ملک میں ہیں اسمیں کون کمی بیشی کر سکتا ہے اور کس طرح اسمیں کوئی کمی بیشی داخل پا سکتی ہے۔

مکہ میں نزول قرآن کی مصلحت

چونکہ تمام دنیا کی حالت خراب تھی اسلئے ہدایت کا مرکز شہر مکہ کو بنایا گیا اسمیں بہت سی مصالح ہیں۔ ان میں سے چند ایک لکھی جاتی ہیں۔

(۱) قرآن تمام دنیا کیلئے قیامت تک کیلئے نازل ہوا ہے۔ زمانہ نزول میں ذرائع خبر رسانی و اسباب نقل و حمل وغیرہ بسہولت میسر نہ تھے۔ ایک شہر کی دوسرے شہر تک خبر کا پہونچنا نہایت دشوار تھا۔ اہل عرب چونکہ تاریخ کی یاد سے پہلے تمام دنیا کا سفر کرتے تھے۔ چین، ہندوستان، شام اور بعض حصص یورپ سے اُن کے تجارتی تعلقات تھے اُن کے قافلے ہمیشہ ممالک غیر میں آتے جاتے رہتے تھے۔ اس لئے تبلیغ و اشاعت کیلئے ان سے زیادہ کوئی قوم موزوں نہ تھی اور یہی ہوا کہ دنیا میں قرآن کی اشاعت زیادہ تر سوداگروں، سیاح درویشوں کے ذریعے سے ہوئی۔ اس مضمون پر ایک ضخیم کتاب ڈاکٹر آرنلڈ نے لکھی ہے اس کا نام پریچنگ آف اسلام ہے۔

(۲) اُس زمانہ میں باعتبار ترقی ظاہری تین ملک سربرآوردہ تھے۔ ایک سلطنت روم، دوسرا ایران، تیسرے حبشہ، عرب کا ان تینوں سلطنتوں کا تعلق تھا۔ عرب کے شمالی حصہ پر روم کا، شرقی حصے پر ایران کا، جنوبی حصے پر حبشہ کا اثر تھا۔ قاعدہ ہے کہ زیر اثر ممالک میں مدبرین، علماء، عقلاء، اُمراء اکثر آمد و رفت رکھتے ہیں۔ اس لئے عرب میں ان تینوں متمدن ممالک کے با اثر اشخاص کی آمد و رفت تھی لہٰذا ان تینوں متمدن ممالک پر یکساں تبلیغ کیلئے یہی خطہ موزوں تھا۔

(۳) ایران میں آتش پرستی کا مذہب تھا۔ روم میں مسیحیت تھی، حبشہ میں بھی مسیحیت تھی، یورپ افریقہ کے بعض حصص میں یہود و نصاریٰ تھے، باقی وحشی اقوام، چین وغیرہ ممالک بت پرست تھے، غرض کسی ملک میں ایک کسی میں دو مذہب تھے، عرب میں تمام مذاہب جمع تھے۔ یہود نصاریٰ، بت پرست آتش پرست، دہریے غرضکہ عرب تمام مذاہب کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اس لئے سب پر یکساں تبلیغ و اتمام حجت کیلئے یہی مقام موزوں تھا۔

(۴) انسان کی خلقت کی ابتداء ناف سے ہوتی ہے۔ اس لئے اسکی اصلاح کی ابتداء بھی ناف زمین سے موزوں تھی۔ مکہ ناف زمین ہے۔ ناف جسم انسانی کے نصف سے کچھ زیادہ پر ہوتی ہے۔ اسی طرح دنیا کی آبادی جنوب میں (۴۰) درجہ عرض البلد اور شمالی میں (۸۰) درجہ تک ہے۔ دونوں کا مجموعہ (۱۲۰) ہوا۔ اس کا نصف (۶۰) ہوا۔ اگر (۶۰) کو (۸۰) میں سے تفریق کریں تو (۲۰) باقی بچتے ہیں۔ اگر (۶۰) سے (۴۰) کو تفریق کریں تو (۲۰) باقی بچتے ہیں۔ مکہ (۲۱½) درجہ پر آباد ہے۔ اس لئے ناف زمین ہے۔

(۵) ملک عرب (۱۵) سے (۳۵) درجہ تک عرض البلد شمالی پر واقع ہے۔ انہی خطوط کے اندر دنیا کی تمام مشہور نسلیں اس طرح آباد ہیں کہ مشرق میں آریہ و منگول، مغرب میں حبشی (ابنائے نسل حام) اور ریڈ انڈینز (امریکہ کے اصل باشندے) اسی وجہ سے بھی یہی مقام موزوں تھا۔

(۶) عرب، ایشیا، یورپ اور افریقہ کے براعظموں کے وسط میں واقع ہے۔ وہ خشکی اور تری کا دونوں راستوں سے دنیا کو اپنے داہنے اور بائیں ہاتھ سے ملا کر ایک رہے۔

(۷) دنیا کی آبادی کا آغاز مکہ سے ہوا۔ حضرت آدمؑ نے وہیں سکونت اختیار کی، وہیں اُن کی قبر ہے۔ وہاں پہلا مسجد بنا۔ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ۔

(۸) عرب کی زبان وسیع و فصیح اور تمام زبانوں سے زیادہ باقاعدہ اور اُم الالسنہ ہے ان امور پر نظر کی جائے تو اصلاح عالم کے آغاز کیلئے اس سے بہتر کوئی مقام نظر نہیں آئے گا۔

اور اگر کسی دوسری جگہ کتاب نازل کیجاتی تو معترض کا اعتراض جب بھی قائم رہتا۔ بہرحال نزول کتب کیلئے روئے زمین پر کسی مقام کا ہونا ضروری تھا۔

نسخ

قرآن مجید میں تین قسم کا نسخ واقع ہوا ہے۔

(۱) وہ آیت جس کا حکم بھی منسوخ ہو گیا۔ تلاوت بھی منسوخ ہو گئی جیسے سورہ بینہ کی آیت تھی لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيًا مِّنْ مَالٍ الخ۔

(۲) وہ آیت جس کی تلاوت منسوخ ہو گئی مگر حکم باقی ہے جیسے آیت الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموهما البتة نكالا من الله والله عزیز حکیم۔

(۳) وہ آیت جس کی تلاوت باقی ہے مگر حکم منسوخ ہو گیا ہے۔ جیسے اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ (اگر تم میں بیس صبر کرنے والے ہوں تو دو سو پر غالب آجائیں گے) یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہے اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ (اب اللہ نے تخفیف کر دی دیکھا کہ تم میں کمزوری پیدا ہو گئی، اب اگر تم میں سو ثابت قدم ہوں گے تو دو سو پر غالب آئیں گے)

نمبر دوم قسم کی آیات حسب الحکم حضور قرآن میں نہیں لکھی گئیں حدیثوں میں محفوظ ہیں۔

نمبر ۲۔ یہ آیت قرآن میں موجود ہے۔ نمبر ۱ کے تو کسی طرح باقی رہنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ نمبر ۲ کا حکم اس لئے باقی ہے کہ وہ دیگر آیات و احادیث سے بھی مستنبط ہوتا ہے۔ نمبر ۳ کو اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس سے دیگر احکام کے استنباط میں مدد ملتی ہے۔ نسخ وغیرہ جو کچھ قرآن میں ہوا ہے سب حضور کے امر سے اور حضور کے سامنے ہوا ہے۔ آپ کے بعد میں کوئی تغیر و ترمیم نہیں ہوئی اس لئے کوئی منکر اعتراض کی گنجائش نہیں ہے۔ آپ کے بعد صحابہؓ نے کمال احتیاط سے لکھا ہے ایک حرف بھی ادھر سے ادھر ہونے نہیں دیا۔

قال ابن الزبیر قلت لعثمان بن عفان والذین یتوفون منکم الخ قال قد نسختها الآیة الاخری الخ فلم تکتبها او تدعها قال یا ابن اخی لا اغیر شیئا منه من مکانه۔ (یعنی ابن زبیر نے عثمان سے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہے اس کو نہ لکھوں۔ عثمان نے کہا میں کچھ بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹا سکتا۔ (بخاری مغازی)

مندرجہ ذیل سورتوں میں ناسخ و منسوخ دونوں ہیں

بقر - آل عمران - نساء - مائدہ - انفال - توبہ - انبیاء - ابراہیم - مریم
نور - حج - فرقان - شوریٰ - طور - ذاریات - احزاب - سبا - مؤمن - مجادلہ
شعرا - عصر - تکویر - مزمل - واقعہ - مدثر -

مندرجہ ذیل سورتوں میں منسوخ ہے، ناسخ نہیں

رعد - انعام - ہود - یونس - حجر - اعراف - نحل - کہف - طٰہٰ - عنکبوت -
مؤمنون - اسریٰ - نمل - قصص - ن - روم - سجدہ - ص - لقمان، فاطر - صافات
دخان - حم سجدہ - زمر - ق - جاثیہ - زخرف - احقاف - محمد - نجم - ممتحنہ -
قمر - معارج - دھر - طارق - قیامہ - تین - غاشیہ - عبس - کافرون -

مندرجہ ذیل سورتوں میں ناسخ ہے، منسوخ نہیں

فتح - طلاق - اعلیٰ - حشر - تغابن - منافقون -

باقی سورتوں میں نہ ناسخ ہے نہ منسوخ - میں نے ان سورتوں کے نام لکھ دیئے ہیں جنہیں ناسخ و منسوخ کے متعلق بحث پیش آتی ہے - بعض علما نسخ کے قائل ہی نہیں ہیں - جو لوگ نسخ کے قائل ہیں وہ آیت مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا سے استدلال کرتے ہیں لیکن ابو مسلم کہتے ہیں کہ آیت سے مراد آیت قدرت ہے - یہی سیاق و سباق کلام سے ثابت ہے، آیت قرآن مراد نہیں - امام رازی نے بھی اس آیت سے نسخ آیات قرآنی پر استدلال کرنے میں کلام کیا ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی، صرف پانچ جگہ نسخ کے قائل ہوئے ہیں (فوز الکبیر)

دو چیزیں ہیں ایک نسخ - ایک بدا -

بدا یعنی کوئی چیز پہلے سے معلوم نہ ہو بعد کو معلوم ہو جائے - یہ بات خداوند ذوالجلال کی شان کے خلاف ہے - مسلمان اس کے قائل نہیں نہ یہ قرآن میں ہے

نسخ - یہ کہ پہلے سے علم تھا - مگر زمانہ اور مصلحت اس کے مساعد نہ تھا - اسلئے اول حکم اس وقت کی مصلحت کے موافق دیا گیا - یہ نسخ قرآن میں ہے - یہ طبیب حاذق کی تبدیلی نسخہ جات کی طرح ہے -

یہی نسخ کتب سابقہ کے متعلق ہے یعنی قرآن مجید نے توریت، زبور، انجیل کے احکام فرعیہ کو منسوخ کیا ہے - باقی اصول وحدانیت، رسالت حشر و نشر اور اصولی احکام عملیہ نماز روزہ حج، زکوٰۃ میں کوئی نسخ نہیں ہوا - یہ ویسے ہی ہیں جیسے انبیاء سابقین کے عہد میں تھے -

چنانچہ حضرت آدم نے چالیس حج کئے۔ (شعب الایمان) ہود و صالح پیغمبر وادی عسفان (مکہ سے دو منزل) میں تلبیہ کہتے تھے۔ اور موسیٰ وادی ازرق (مکہ سے ایک میل) میں (ابن جریر)

گویا اسلام کا رکن حج ابتداہی سے تھا اور ہر پیغمبر کے زمانہ میں رہا۔ آیات قرآنی سے ثابت ہے کہ انبیاء سابقین اپنی امتوں کو صلوٰۃ و زکوٰۃ وغیرہ کی تاکید کرتے رہے۔ غرض یہ شریعت قدیم شریعت ہے نسخ اسمیں ہوا ہے صرف احکام عملیہ فروعیہ میں۔ باقی اُصول وہی ہیں شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ (یعنی تمہارے واسطے وہی شریعت قایم کی ہے جس کا نوح ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو حکم دیا گیا تھا)

خود حضور علیہ السلام کے عہد میں بعض مسائل میں تغیرات ہوتے رہے۔ پہلے نماز میں کلام کرنا جائز تھا پھر منسوخ ہوگیا۔ شروع اسلام میں میراث کے حکم سے پہلے وصیت لازمی تھی۔ جیسا کہ سورہ بقرہ میں كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ الخ یہ حکم آیت میراث سے منسوخ ہوگیا۔

ابتدائے اسلام میں عورت کو حسب رواج عرب ایک سال عدت کرنی ہوتی تھی۔ آیت اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا سے یہ منسوخ ہوگیا۔

ابتداء اسلام میں دہ چند کفار سے مقابلہ کرنے کا حکم تھا۔ آیت وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ سے یہ حکم منسوخ ہوگیا۔

اس تغیر سور و قوالب کو اصطلاح شرع میں نسخ کہا ہے۔ اور اسی کا وقوع ہوا ہے۔ میں نے پہلے جو نسخ کی تعریف بیان کی ہے اُس کے متعلق اسقدر اور عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حکم شرعی اُس حکم الٰہی کو کہتے ہیں جو افعال مکلفین سے متعلق ہو اور نسخ انتہائے حکم شرعی کا بیان کر دیتا ہے، لہٰذا نسخ حکم کے یہ معنی ہوئے کہ وہ اس حکم الٰہی کا انتہائی بیان ہے جو افعال مکلفین سے متعلق ہے اور یہ بیان انتہا اس غرض سے ہے کہ مکلفین منتہائے حکم کی تعمیل کر کے وہ مقاصد قصویٰ مدارج اعلیٰ حاصل کریں جو بموجب علم و حکم ازلی اللہ سبحانہٗ کے بصورت نسخ ظاہر ہوتے ہیں نہ یہ کہ نسخ کے معنی یہ ہیں کہ پہلا حکم غلط تھا اور پھر بوجہ غلطی اس کو بدل دیا۔ تاکہ مکلفین اس غلطی سے نجات حاصل کریں پس نسخ احکام نہ بوجہ غلطی وسقم ہے بلکہ بمقتضائے ظہور اُن کمالات کے ہے جس کے حصول کیلئے خود یہ زمانہ نسخ باقتضائے استعداد اور فطرت انسانی متقاضی ہے اور جس کے وقوع پر کوئی گنجائش چون و چرا کی نہیں ہو سکتی۔ ناسخ و منسوخ دونوں حکم الٰہی ہیں جو اپنے اپنے زمانہ میں بتقاضائے

فطرت انسانی مکلفین سے متعلق ہو کر ان کے لئے موجب کمال اور باعث سہولت ہوتے ہیں

تکرار مطالب وقصص

جس زمانہ میں قرآن نازل ہوا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ لوگوں کے قلوب سیاہ اور سخت ہو گئے تھے شر و معاصی انسانوں کی طبیعت ثانیہ ہو گئے تھے۔ اس زنگ کا چھڑانا آسان نہ تھا۔ جبتک بار بار کئی تنبیہ و یاددہانی نہ کی جاتی پورا اثر ہونا مشکل تھا۔

سامع کو افادہ کرنے کی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ سامع کو ایک چیز کا علم دیا جائے تاکہ وہ واقف ہو جائے دوسرے یہ کہ سامع کے ذہن میں وہ علم راسخ ہو جائے اور اس کا رنگ اُس کے تمام قویٰ پر غالب آجائے اور یہ امر بغیر بار بار تعلیم کے پیدا نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید میں بعض جگہ بطور ترجیع بند ایک خاص جملہ کا اسلئے بھی اعادہ کیا گیا ہے کہ حسن کلام و لذت کلام میں اضافہ ہو جائے۔ شعرا و فصحا اس خوبی سے واقف ہیں

قرآن کا طرز استدلال مطالب پر ایسا سہل الماخذ ہے کہ جس کو ایک بڑے سے بڑا حکیم اور ایک جاہل دونوں سمجھ سکتے ہیں اور ہر ایک اپنے فہم و مذاق کے بموجب اُس دلیل سے مستفید ہو سکتا ہے بیان احکام میں ایسا سہل اور موثر طریقہ اختیار کیا ہے کہ جس سے بندوں کے دلوں پر اثر ہو اور وہ تعمیل احکام کے لئے آمادہ ہو جائیں۔ کہیں تو اپنی ذات و صفات کے اثبات کے بعد بیان کیا ہے تاکہ اس کی شان شفقت عمل پر آمادہ کر دے۔ کہیں حشر و نشر سے ملا کر تاکہ اعمال کا نتیجہ تعمیل پر آمادہ کرے کہیں گذشتہ قوموں کے حالات کے بعد کہ باعث عبرت بھی ہو اور نافرمانی سے باز رہیں۔ گذشتہ زمانے سے عبرت و نصیحت حاصل نکرنا، گذشتہ زمانہ کو بیکار اور نیست محض سمجھ کر واقعات گذشتہ اور نیک و بد کاموں کے نتائج سے کانوں کو بند کر لینا اور عبرت حاصل نکرنا ایسا ہے جیسا کہ موجودہ اشیاء سے آنکھ بند کر لینا اور کوئی سبق حاصل نکرنا۔ عقلا کے نزدیک علم تاریخ ایک بڑا مفید علم ہے۔ اور امم سابقہ اور انبیائے سالفین کے سچے واقعات کو یہود و نصاریٰ نے مسخ کر دیا تھا جس کی وجہ سے لوگ سخت گمراہی میں مبتلا تھے اسلئے قرآن میں ضروری تھا کہ ان کو صحت کے ساتھ بیان کر دیا جائے تاکہ صرف نفع اور فائدہ پہنچے۔ وَنَقُصُّ عَلیٰ بَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ اَکْثَرَ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ

جب کسی واقعہ سے متعدد فائدے مقصود ہوں تو اس واقعہ کو ہر مقصد کے محل پر بیان کیا جاتا ہے مثلاً حضرت موسیٰ اور فرعون کا واقعہ اس سے کہیں تو فرعون کے مظالم سے بنی اسرائیل کو نجات دلانے اور بنی اسرائیل کو آزادی کی نعمت سے بہرہ ور کرنے کا ذکر مقصود ہے۔ کہیں فرعون کی سرکشی اور نبی سے مقابلہ

کر کے سزا پانے کا ذکر بخیال عبرت ہے۔ کہیں خدا پرستوں کی مظلومی و صبر کا نتیجہ بیان کر کے مومنین کو ترغیب و تسلی دینی مقصود ہے۔

نزول تدریجی

تدریجی نزول پر کفار نے اعتراض کیا تھا۔ کہ قرآن یکدم سے کیوں نازل نہ ہوا۔ قرآن مجید نے اس اعتراض کا خود ہی جواب دیا ہے۔ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا (تاکہ ہم اس سے تمہارے دلوں کو مضبوط کرتے ہیں اور اس کو باقاعدہ سُنایا ہے)

جس زمانہ میں قرآن نازل ہوا ہے اس صدی کی تاریخ عالم بالخصوص تاریخ عرب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا سے عدل و تہذیب، تمدن، علم اور اخلاق حسنہ کا جنازہ نکل چکا تھا۔ اور فساد و شر بداخلاقی، ظلم و جور، جہالت انسانوں کی طبیعت ثانیہ ہو گئی تھی۔ روئے زمین پر کوئی خدائے واحد کا نام لیوا نہ تھا، تمام دنیا میں بت پرستی، آتش پرستی، تثلیث، توہم پرستی رائج تھی۔ اسلئے اہل عالم کی ظاہری و باطنی، دینی و دنیوی ہر قسم کی اصلاح کی ضرورت تھی۔ اگر یکدم اصلاحات کا طومار اُن کے حوالے کر دیا جاتا۔ اور دفعتاً اُن کو تمام مالوفات کے ترک پر مجبور کیا جاتا تو گھبرا جاتے اور کبھی نہ مانتے اسلئے ضرورت تھی کہ اصلاحات کو رفتہ رفتہ نافذ کیا جائے۔

پھر یہ بھی مصلحت تھی کہ دوران اصلاح میں سوالات اعتراضات پیدا ہوں گے بعض چیزوں اور امور کا انکار کرنا ہوگا۔ بعض کی تحسین کرنی ہوگی۔ اسکی تکمیل تدریجی نزول ہی سے ہو سکتی تھی۔

جیسا کہ تاریخ عالم سے ثابت ہے کہ دنیا جہالت اور شر و فساد کا مخزن تھی اور فواحش و مفاسد لوگوں کی گھٹی میں پڑے تھے۔ تکبر و نخوت سے وہ کسی کے خلاف مزاج و معمولات سننے کے عادی نہ تھے، اب جو اُن کے خلاف کہے اُس کے لئے یہ لازمی نتیجہ تھا کہ وہ اُس کو ستائیں، ایذا پہنچائیں۔ ایسی حالت میں اگر اصلاحات کا مجموعہ یکدم رسول کو دیدیا جاتا اور آگے کو سلسلہ کلام مسدود کر دیا جاتا تو لوگ جب رسول کو ستاتے، دُکھ پہنچاتے تو رسول کی تسلی و تشفی کا کوئی ذریعہ نہ تھا، ضرورت تھی کہ وقتاً فوقتاً رسول کی ہمت افزائی کی جاتی رہے اس کے لئے بھی بہترین ذریعہ سلسلۂ کلام تھا۔ قرآن مجید کی آیات پر نظر کرنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بار بار رسول کو تسلی دیجاتی ہے اور ہمت افزائی کیجاتی ہے۔

ان سب باتوں کے علاوہ دو باتیں اور بھی خاص ہیں ایک یہ کہ ارشاد ہے اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (ہم نے یہ کلام تیرے اسلئے نازل کیا

کہ تم لوگوں کو خوب واضح کرکے سمجھا دو)۔

اگر مکمل کتاب نازل ہوتی تو اُس کے سمجھانے اُس کورس کو پُورا کرانے کیلئے رسول کو ایک مدرسہ کھولنا پڑتا اور تاریخ بتلاتی ہے کہ لوگوں کو ایک آیت بھی سننی گوارا نہ تھی۔ اس صورت میں اس کورس کو پُورا کرنے کیلئے کون آتا۔ اور سب کی توضیح و تشریح اکٹھے کیونکر سمجھائی جاتی۔ قرآن دنیا کا مکمل اور دائمی قانون ہے جو تمام دنیوی اور دینی اصطلاحات وعلوم کا منبع ہے۔ اُس کے الفاظ وکلمات میں بڑے بڑے نکتے ہیں، اُن پر کافی غور کا موقع بغیر تدریجی نزول کے ممکن نہ تھا۔

دوسرے یہ کہ قرآن پڑھنے کے قواعد ہیں، ہر حرف کے ادا کرنے کا خاص طریقہ ہے، وحی اسی طرح نازل ہوتی تھی کہ رسول کریم ہر حرف کو صحیح مخرج سے ادا کرنے پر قادر ہو جاتے تھے۔ پھر آپ صحابہ کو یاد کرا دیتے تھے۔ مخارج سے حروف کا ادا کرنا بغیر مشق ممکن نہیں۔ مشق کرانا ایک مشقت کا کام ہے۔ قرا، اس طرح شاگردوں کو سکھاتے ہیں کہ گویا وہ خود اُن کے حلق میں اُتار رہے ہیں جس طرح کبوتر اپنے بچوں کو بھراتا ہے یہ محنت و مشقت اور مشق تدریجی نزول ہی سے آسان ہو سکتی تھی۔ وَرَتَّلْنَٰهُ تَرْتِيلًا سے اسی طرف اشارہ ہے

عہد جاہلیّت

عہد جاہلیت کا لفظ عرب کے متعلق سُنکر بعض کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ اہل عرب نوشت وخواند سے بالکل بے بہرہ تھے، ان کو یہ معلوم نہیں کہ زمانہ کفر و شرک کے متعلق یہ اسلامی اصطلاح ہے، مسلمانوں نے زمانہ قبل از اسلام کو عہد جاہلیت کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اُس زمانہ میں جیسا بھی علم وفن کا رواج تھا اُس سے اہل عرب بے بہرہ نہ تھے۔ وہ تو ایسے فصیح و زبان آور تھے کہ اپنے سوا تمام جہاں کو اعجم (گونگا) کہتے تھے۔ سبع معلقہ کے نادر ولاجواب قصائد جن سے کسی مورخ کو انکار نہیں اسی عہد کی تصنیف ہیں اسی زمانہ میں لکھکر کعبہ کے دروازے پر آویزاں کئے گئے اور اُن کی عبادت کیجاتی رہی عرب میں صدہا ادیب شاعر تھے۔ مسیحی فاضل نوفل نے لکھا ہے ان العرب اقامت تسجد لهذہ المعلقات نحو مائة وخمسين سنة الى ان ظهر الاسلام وابطل القرآن بطلوة فصاحته اعتبار العرب بهذه المعلقات (اہل عرب معلقات سبعہ کو ڈیڑھ سو برس تک سجدہ کرتے رہے یہاں تک کہ اسلام ظاہر ہوا اور قرآن نے اپنی فصاحت و بلاغت سے اُن کو رتبہ سے گرا دیا)

(صناجۃ الطرب ص ۴۷)

بہت سے لوگوں کے متعلق کتب تاریخ میں موجود ہے کہ وہ عہد جاہلیت میں لکھنا پڑھنا جانتے

تھے۔ سعد بن عبادہ کے متعلق ہے کان فی الجاھلیۃ یکتب بالعربیۃ (طبقات قسم ثانی جلد سوم ص ۱۴۲)
بہت سے کتبات و آثارات ایسے برآمد ہوئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نوشت وخواند میں عرب
اقوام عالم سے پیچھے نہ تھے بلکہ وہی سب کے اُستاد ہیں۔ ہماری کتاب زبان وقلم ملاحظہ ہو۔
عرب ساری دنیا سے تجارت کرتے تھے۔ تمام دنیا کا سفر کرتے تھے۔ ان میں حکومتیں قایم تھیں۔
ہمسایہ حکومتوں سے ان کے تعلقات تھے۔ کیا کوئی عقل باور کرسکتی ہے کہ ایسی قوم نوشت وخواند سے
بالکل نابلد ہو گی۔

عہد جاہلیت سے یہ مطلب ہے کہ ان میں کفر و شرک اور مراسم و رواج ایسے نازیبا اور ظالمانہ
جاری تھے۔ جن کو عقل سلیم قبول نہیں کرتی۔ اور اہل علم اُن سے نفرت رکھتے ہیں اسلئے زمانہ قبل از اسلام
کو اصطلاح شریعت میں عہد جاہلیت کہا جاتا ہے

اُمّی

معنی قرآن مجید کی آیت هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا (خدا نے اُن پڑھوں میں سے
رسول بھیجا انہی میں سے) سے سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اہل عرب تمام اَن پڑھ تھے۔ ان میں کوئی پڑھا لکھا نہ تھا
مضمون عہد جاہلیت میں یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ مثل دیگر ممالک کے اُس زمانہ میں عرب میں بھی علم کا
چرچا کم تھا۔ چونکہ خواندہ اشخاص خال خال تھے اسلئے باعتبار اکثریت سب کو اُمّی کہا گیا۔ ورنہ کون عقل
قبول کرسکتی ہے کہ کسی ملک میں کسی زمانہ میں اور مرکزی شہروں میں کوئی پڑھا لکھا نہ ہو خاص کر عرب جیسے
ملک اور مکہ جیسے شہر میں جو زیارت گاہ عالم تھا جو تاجروں کا مسکن تھا۔
عرب میں حکومتیں قایم تھیں، روم، حبشہ، ایران کی حکومتوں سے اُن کے تعلقات تھے۔ عرب تمام
دنیا کا سفر کرتے تھے۔ تو کیا ایسی قوم ایسے ملک ایسے شہر میں پڑھے لکھے لوگ نہ ہوں گے۔ عرب کے عہد
جاہلیت کے شعرا مشہور ہیں، اُن کے قصائد معلقہ موجود ہیں جن کو سُن کر آج تک فصحاء عالم سر دھنتے
ہیں۔ تاریخ سے ثابت ہو چکا ہے کہ مکہ میں پڑھے لکھے لوگ بھی تھے۔ اور مشہور مذاہب کے بڑے بڑے علما بھی
جیسے ورقہ بن نوفل جو کتب سابقہ کے جید اور مشہور علماء میں سے تھے۔ ہاں یہ ضرور تھا کہ بہ نسبت روم، ایران،
حبشہ ممالک کے عرب میں پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد کم تھی۔ اُن کو اکثریت ہی کی وجہ سے اُمّی کہا گیا ہے۔
عرب آج بھی بمقابلہ یورپ، ایران، ہندوستان، مصر، جاپان کے اُمّی ہے۔

عہدِ رسالت میں کتابت

میں نے اپنی کتاب زبان و قلم میں ثابت کیا ہے کہ فن کتابت سے کے موجود تھے۔ اور وہی مدنی دُنیا کے اُستاد تھے۔ جیسا آج زمانہ میں تمام اقطاعِ عالم میں پڑھے لکھے لوگوں کی کمی تھی۔ ایسے ہی مکہ میں بھی ان کی اقلیت تھی۔ مکہ اور مدینہ کے لوگ تاجر تھے۔ جو دور دراز ممالک تک سفر کرتے اور سامان تجارت لاتے تھے، داد و ستد کرتے، مکہ ایک مقدس مقام تھا۔ جہاں دُور دُور شہروں سے زائر آتے۔ اسکے علاوہ اہل عرب کے حکومت حبشہ، حکومت ایران، حکومت قسطنطنیہ سے تعلقات تھے۔ عرب میں بھی ریاستیں قائم تھیں، ایسی قوم، ایسا ملک کس طرح بالکل نوشت و خواند سے نابلد ہو سکتا ہے۔ خط قیراموز قریش مکہ کی ایجاد تھا جو بعد کو خط عراقی مشہور ہوا۔ اسی اساس سے خط نستعلیق نکالا گیا (علم الحروف حصہ اوّل ص ۳۶)

تقریباً ۵۰۰ء میں قصائد سبعہ معلقہ کو لکھ کر اہل مکہ نے کعبہ کے دروازے پر آویزاں کیا (حتیٰ العرب مصنفہ سیمی ناصر نوفل) اسی مصنف نے کئی جگہ اس کتاب میں لکھا ہے کہ عرب میں اسلام سے قبل نوشت و خواند کا رواج تھا۔

ایک دستاویز حضرت عبدالمطلب جد رسول کریم (۵۰۰ء) کی لکھی ہوئی برآمد ہوئی ہے۔ کتب تاریخ سے ثابت ہے کہ مکہ میں صرف ایک خاندان یعنی قریش میں سترہ آدمی لکھنا جانتے تھے (طبقات ابن سعد) قریش کے بعض غلام بھی لکھنا جانتے تھے جیسے عامر بن فہیرہ غلام ابی بکر (بخاری) قریش میں ابو سفیان ابن حرب فن کتابت کے اُستاد تھے حضرت عمر اور حضرت علی اُن کے شاگرد تھے۔ سب سے پہلے جس شخص نے اسلام قبول کیا وہ خواندہ تھے یعنی ابوبکر صدیق، اُن کے بعد جو مسلمان ہوئے یعنی عثمان بن عفان اور عبدالرحمن بن عوف و سعد بن وقاص و خالد بن سعید یہ سب لکھے پڑھے تھے حضرت عمر چالیسویں مسلمان تھے یہ بھی پڑھے لکھے تھے۔ ان سے پہلے جو لوگ مسلمان ہوئے۔ ان میں دو چار کے سوا سب خواندہ تھے، خباب ابن الارت، شرحبیل بن حسنہ مشہور کاتب تھے۔

طبقات ابن سعد قسم ثانی جلد سوم میں اُن اصحاب کی ایک مختصر فہرست ہے جو اسلام سے قبل لکھنا پڑھنا جانتے تھے جیسے اوس بن خولی۔ اسید بن حضیر، سعد بن عبادہ، رافع بن مالک وغیرہ وغیرہ۔ رافع بن مالک اور ایک صحابی عبداللہ بن سعید مشہور خوشنویس اور اہل کمال تھے۔ جیسے جیسے اسلام ترقی کرتا گیا خواندہ اور ناخواندہ سبھی مسلمان ہوتے گئے۔ لاکھوں اصحاب تھے، اب کون بتا سکتا ہے کہ ان میں کتنے ہزار خواندہ تھے۔ چالیس اصحاب ایسے تھے جن سے رسول کریم کتابت کی خدمت لیتے تھے

صحابیات میں ام المؤمنین حضرت حفصہ و شفا بنت عبداللہ لکھنا جانتی تھیں اور لڑکیوں کو سکھاتی تھیں (ابوداؤد) جب کفار کے مظالم سے تنگ آ کر رسول کریم نے ہجرت فرمائی تو کفار مکہ نے آپ کی گرفتاری پر انعام کا اعلان کیا۔ سراقہ نام ایک شخص انعام کے لالچ میں تلاش میں چلا اور آپ تک پہنچ گیا مگر حافظ حقیقی نے اس کو آپ پر قادر نہ ہونے دیا اور مجبور کر دیا تو اس نے عرض کی کہ میں واپس چلا جاؤں گا آپ مجھکو ایک تحریر لکھ دیجئے کہ اگر آپ غالب رہے تو مجھکو امان ہے۔ آپ نے حضرت ابوبکر کے غلام عامر بن فہیرہ سے ایک چمڑے کے ٹکڑے پر امان نامہ لکھوا دیا۔ (بخاری)

مسلمانوں کے لکھے پڑھے ہونے پر قرآن کی اندرونی شہادت بھی ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰی اَجَلٍ فَاکْتُبُوْهُ (اے مسلمانو! لین دین کے معاملات و روپے کو لکھ لیا کرو) وہی لکھے گا جو لکھنا پڑھنا جانتا ہوگا۔

حدیث کی شہادت من سرہ ان یحب اللہ و رسولہ فلیقرا فی المصحف (جسے خدا و رسول کی محبت خوش کرے وہ قرآن دیکھ کر تلاوت کرے۔ کنز العمال جلد اول ص۔)

رسول کریم نے عبداللہ بن سعید بن العاص کو جو مشہور خوشنویس تھے، لڑکوں کو لکھنا پڑھنا سکھلانے پر مامور فرمایا (استیعاب جلد اول ص ۳۹۳) عبادہ بن صامت اصحاب صفہ کو قرآن اور کتابت کی تعلیم دیتے تھے (ابوداؤد جلد ۲ ص ۱۳۳)

رسول کریم صحابہ کو خوشنویسی کی طرف توجہ دلاتے تھے، آپ کا ارشاد ہے علیکم بحسن الخط فانہ من مفاتیح الرزق۔ (یعنی اچھا لکھنے کو لازم پکڑو۔ یہ رزق کی کنجی ہے)

حضرت علی نے حضرت عبداللہ بن عباس کو ہدایت فرمائی یا عبداللہ وسع بین السطور واجمع بین الحروف وراع المناسبۃ فی صورھا واعط کل حرف حقھا (اے عبداللہ! سطروں کے درمیان فاصلہ چھوڑ، حرفوں کو ملا کر لکھ۔ شکلوں کی مناسبت کا خیال رکھ ہر حرف کو اس کا حق عطا کر)۔ سر ولیم میور نے لکھا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ محمد کے دعوی نبوت سے بہت پہلے کا یہ فن تحریر مروج تھا۔ (دیباچہ لائف آف محمد)

سامان کتابت

عرب کی قدیم تحریرات پتھروں، روغنی کپڑوں وغیرہ پر برآمد ہوئی ہیں۔ مسیحی فاضل نوفل نے لکھا ہے کہ اہل عرب ایک کپڑے کو روغن دیکر لکھنے کیلئے بناتے تھے اسکو مہرق کہتے تھے (صناجۃ الطرب)

قرطاس کا رواج بھی عرب میں اسلام سے پہلے تھا - قرآن مجید میں کئی جگہ قرطاس کا ذکر ہے
وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ الآية

سفید پتھر کی تیلی تیلی چکنی چکنی چوکور تختیاں بنائے تھے ان کو لخاف کہتے تھے - کھجور کے درخت کی شاخوں کی جڑ کے پاس مثل چمڑے کے ایک کھال ہوتی ہے اسکو گوند وغیرہ سے چکنا کرکے ورق بناتے تھے اس کو عسیب کہتے تھے - لکڑی کی تختی لکھنے کیلئے بناتے تھے - اونٹ کے شانہ کی چوڑی ہڈیوں کو ہموار و صاف کرکے تختی بناتے تھے - ہرن کی کھال کے ورق بنائے تھے - انہی چیزوں پر قرآن لکھا گیا یہ نہیں کہ اچھے دو انچ کے پرزوں پر -

سامان کتابت کے بہت سے نام تھے - صحف، کتف، اسفار - زبر - الواح - رق
قلم - مداد (روشنائی) نون (دوات) سفرۃ (لکھنے والے لوگ) کاتبین (لکھنے والے لوگ)
جب یہ سامان موجود و مستعمل تھا جبھی تو اصطلاحیں تھیں -

رق (چمڑے کا ورق) کتف (اونٹ یا بکرے کے شانے کی چوڑی ہموار و صاف شدہ ہڈی) -
لخفہ (پتھر کی تیلی تختیاں) قتب (پالان کی لکڑی) کاغذ کی جگہ یہ چیزیں مستعمل تھیں -

قسمہائے قرآن مجید

قرآن زبان عرب میں ہے - فصحائے عرب کے طرز کی موافق کلام ہے - فصحاء عرب قسم کے ساتھ کلام کو مؤکد کرتے تھے - یہ ایک زبان کا محاورہ اور طرز ہے - انجیر - زیتون، گھوڑے وغیرہ کی قسمیں جو قرآن میں ہیں بلحاظ حسب قاعدہ فصحاء عرب لفظ رب محذوف ہے یعنی ان مفید اشیاء کے رب کی قسم - ہمارے اُردو میں بھی رواج ہے کہتے ہیں - اپنے سر کی قسم، لہو کی قسم، تیرے سر کی قسم -

اشیاء مذکورہ کو اہل عرب واجب الاحترام سمجھتے تھے - اسلئے قسم کے ساتھ بیان کیا گیا کہ جب تم ان کو واجب الاحترام سمجھتے ہو تو ان کے رب پر ایمان لاؤ - وہ خالق جس نے تم کو ایسی کثیر النفع اشیاء عطا کیں - لائق عبادت ہے - جہاں پر جس چیز کی قسم ہے وہاں اس چیز کو اس مضمون سے مناسبت ہے
قسمہائے قرآن مجید کے متعلق بہت سی ضخیم کتابیں لکھی جا چکی ہیں - یہاں اس سے زیادہ گنجائش نہیں -

کتاب اللہ اور کلام اللہ

کتاب اللہ - وہ کتاب جس کے معنی و مطلب خدا کی طرف سے ہوں اور الفاظ و عبارت فرشتے کے

کے ہوں یا نبی کے۔ کلام اللہ وہ کتب جس کے حروف و الفاظ و عبارت و معنی و مطالب سب خدا کی طرف سے ہوں، فرشتہ یا نبی کو اسمیں دخل نہ ہو۔

توریت، زبور، انجیل اور دیگر صحف انبیاء کتاب اللہ ہیں، کلام اللہ نہیں۔ انہیں الفاظ و عبارت انبیاء علیہم السلام کی تھی یا الواح موسوی میں الفاظ و عبارت فرشتے کی تھی۔ اسی وجہ سے توریت وغیرہ صحف کی حفاظت اُمت کے ذمہ تھی۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِن كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ

یعنی ہم نے توراۃ نازل کی جسمیں ہدایت اور روشنی ہے۔ حکم کرتے تھے پیغمبر جو کہ حکمبردار تھے اللہ کے یہود اور حکم کرتے تھے درویش اور عالم اسواسطے کہ وہ نگہبان ٹھہرائے گئے تھے اللہ کی کتاب پر اور اسکی خبرگیری پر مقرر تھے۔ (مائدہ پارہ ششم)

تمام انبیاء کو خدا کی طرف سے وحی عربی میں ہوتی تھی۔ انبیاء اُس مطلب کو قوم کی زبان میں ادا کرتے تھے۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ (کوئی رسول نہیں بھیجا ہم نے مگر وہ بولی بولتا تھا اپنی قوم کی کہ اُس کے آگے کھولے (سورہ ابراہیم پارہ سیزدہم)

قال سفیان الثوری لم ینزل وحی الا بالعربیۃ ثم ترجمہ کل نبی لقومہ وکان یترجم ذلک جابریل علیہ السلام (وحی عربی میں نازل ہوتی تھی نبی یا جبریل اس کا ترجمہ قوم کی زبان میں کر دیتے تھے (روح المعانی جلد سیزدہم ص ۱۲۴)۔

قرآن مجید کلام اللہ ہے اُس کے حروف الفاظ، عبارت وغیرہ سب اللہ کی طرف سے ہیں، ملک یا نبی کا اسمیں کوئی دخل نہیں۔

کتب مقدسہ چونکہ بندوں کا کلام تھا۔ اس لئے بندوں کا کلام اسمیں مل سکا۔ ان کی حفاظت بھی بندوں ہی کے ذمہ کی گئی تھی۔ اُنہوں نے حفاظت میں کوتاہی کی اور خود اپنی دُنیاوی ضرورتوں سے اُن کی تحریف پر آمادہ ہو گئے۔ اور یہ تمام کتاب اور اُن کے احکام ایک مُدت معین کیلئے تھے اور قرآن ہمیشہ کیلئے ہے اس لئے قرآن ایسی زبان میں نازل کیا گیا اور فصاحت و بلاغت کے اُس اعلیٰ درجہ پر رکھا گیا کہ کوئی انسان اسمیں تحریف کرنے پر قادر ہی نہ ہو سکے۔ اور اسی وجہ سے خدا نے اسکی حفاظت اپنے ذمہ لیلی۔

وحی کے طریقے

حسب ذیل طریقے نزول وحی کے احادیث سے ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) فرشتہ وحی لیکر آئے اور ایک آواز شل گھنٹی کے معلوم ہو۔
(۲) فرشتہ دل میں کوئی بات ڈال دے۔
(۳) فرشتہ آدمی کی صورت میں آکر کلام کرے۔
(۴) اللہ تعالیٰ بیداری میں رسول کریم سے کلام فرمائے جیساکہ معراج میں ہوا۔
(۵) حق تعالیٰ خواب میں کلام فرماتے۔
(۲) فرشتہ خواب میں کلام کرے۔
مثہ و قسم کی وحی قرآن میں نہیں۔

اشاعت قرآن

سابقہ بیانات سے ثابت ہو چکا ہے کہ قرآن حضور علیہ السلام کے عہد میں تمام عرب اور بعض اور اقطاع عالم میں پہونچ چکا تھا اور عہد خلافت راشدہ میں تو گویا دنیا کے ہر حصے میں پہونچ چکا تھا۔ خلافت راشدہ کے بعد حکومت پسند اور اکثر عیش پسندوں کی سلطنت رہی اشاعت قرآن و اسلام میں کسی حکمران نے نمایاں حصہ نہیں لیا۔

ڈاکٹر لیبان لکھتے ہیں کہ فی الواقع دین اسلام بعوض اس کے کہ بزور شمشیر شائع کیا گیا ہو محض بہ ترغیب اور بزور تقریر شائع کیا گیا۔ خلفاء اسلام نے ملکی اغراض کے مقابل میں ہرگز بزور شمشیر دین کو پھیلانے کی کوشش نہیں کی (نگارستان کشمیر ۲۶۳ بحوالہ تمدن عرب)

خلافت راشدہ کے بعد اشاعت قرآن علماء و صوفیاء و تاجروں نے کی۔ ڈاکٹر آرنلڈ نے اس تحقیقات کے متعلق ایک ضخیم کتاب لکھی۔ اس کا نام پریچنگ آف اسلام ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے مستند تاریخی حوالوں سے ہر ملک کے متعلق تمام تر ثابت کیا ہے کہ قرآن کی اشاعت علماء اور درویشوں اور سوداگروں نے کی اور بھی محققین نے ایسا ہی لکھا ہے۔ مسٹر ڈیون پورٹ نے لکھا ہے کہ۔ ایک سبب ترقی اسلام کا یہ ہے کہ مسلمانوں نے قرآن کو تجارت کے ذریعہ سے اشتہار دیا اسواسطے کہ جو مسلمان ممالک مشرقیہ میں آکر بسے انہوں نے یہ کتاب ان بادشاہوں تک پہونچائی جو پیشتر کوئی خاص مذہب نہ رکھتے تھے (نگارستان کشمیر ۲۶۳ بحوالہ اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن)۔ ڈاکٹر آرنلڈ صاحب ایک موقع پر لکھتے ہیں ہر مسلمان تاجر دنیا میں سب زیادہ کامیاب مبلغ ثابت ہوئے ہیں۔ (حوالہ مذکور بحوالہ پریچنگ آف اسلام)

اعتراضات کی حقیقت

قرآن مجید اور رسول کریم اور اسلام پر غیر مسلموں نے بہت سے اعتراضات کئے ہیں۔ اِن اعتراضات کی بنیاد یہودیوں نے قائم کی مگر وہ کچھ زیادہ فروغ نہ دے سکے۔ پھر متعصب عیسائیوں نے اُن کو سنبھالا اور خوب اچھالا۔ یہ اعتراضات اکثر اتہامات اور مغالطے تھے۔ ایک مدت تک اہلِ یورپ اس دلدل میں پھنسے رہے۔ جب انہوں نے اسلامی علوم حاصل کرکے تحقیقات کی تو اُن کی آنکھیں کھل گئیں اور بے اختیار بول اُٹھے کہ ہمارے علماء نے ہم کو مغالطہ دیا۔ ہندوستان میں اُن مردودہ اعتراضات کو آریوں نے نمک مرچ لگا کر شائع کیا۔ حق گو اور حق پسند انسانوں سے کوئی زمانہ، کوئی ملک، کوئی قوم خالی نہیں۔ آخر انہی کے ہم مذہبوں نے اُن کی قلعی کھولی۔

اول یہودیوں نے مشہور کیا کہ مسلمان تثلیث کے قائل ہیں اور اُن کے تین دیوتا ہیں۔ عیسائیوں نے یہ اُڑا دیا کہ محمد اپنے طلائی بت کی پرستش کرتا تھا (ترجمہ کتاب ہنری دی کاستری عربی ص۹)

ایسے ہی اور اعتراضات تھے، کہیں آیتوں کے غلط ترجمے، کہیں حدیثوں کا غلط مفہوم، کہیں ظلم و ستم اور جبر کی فرضی داستانیں گھڑ کر پھیلائیں۔ آخر انہی میں سے پھر محققین کی ایک جماعت نے ان کا سارا تار پود شکست کر دیا۔ اور صاف لفظوں میں لکھا کہ:-

• "جو الزام یورپ کے متعصب پادریوں اور سرگرم وقائع نگاروں نے اسلام اور بانیِ اسلام
• پر لگائے ہیں آج اُن کی تحقیق پر پتہ چل گیا کہ یہ الزام خود ہماری روسیاہی کا باعث ہیں"

(ہیروز اینڈ ہیرو شپ ص۶۰)

پنڈت دیانند کے متعلق گاندھی جی نے لکھا کہ:- انہوں نے جین دھرم، اسلام، مسیحیت اور خود ہندو دھرم کے متعلق بہت سی غلط بیانیاں کی ہیں۔ (غازیانِ ہند ص۱۵ بحوالہ ینگ انڈیا)

پنڈت ستیہ کیتو پرشاد پروفیسر تاریخ گروکل کانگڑی رسالہ بھارت متر میں لکھتے ہیں:-

"بیشک دیگر مذاہب کی تردید کرنے میں سوامی جی نے ناانصافی کی ہے اور صحیح ترجمے اور مفہوم کو بگاڑ دیا ہے" (رسالہ مذکورہ ۱۹۲۲ء)

ہندو فاضل بی۔ ایس اندرا واہوشیارپوری لکھتے ہیں کہ بانیان مذاہب میں سے سب سے زیادہ ناانصافی اور ظلم اگر کسی پر کیا گیا ہے تو بانیِ اسلام پر اور کوشش کی گئی ہے کہ پیغمبر اسلام کو ایک خونخوار اور بے رحم انسان دکھلایا جائے اور خواہ مخواہ دوسروں کو آپ سے نفرت دلائی جائے۔ اس کا بڑا سبب

یہ ہوا کہ محمد کی لائف پر تنقید کرنے والوں نے اسلامی تاریخ اور بانیٔ اسلام کی سیرت کا صحیح طور پر مطالعہ کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کی بلکہ سنی سنائی اور بے بنیاد باتوں کو سرمایہ بنا کر اعتراضات کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ اگر وہ اسلامی روایات کو سمجھ لیتے اور سچائی کے اظہار کیلئے اپنے اندر کوئی ہمت و جرأت پاتے تو یقیناً وہ اپنی رائے تبدیل کرنے پر مجبور ہو جاتے (رسالہ رسولی ربیع الاول ۱۳۵۲ھ)

لالہ رام چندر مچندہ نے اسلام اور آنحضرت کے متعلق منصفانہ رائے ظاہر کی (ان کے مضمون کے چند فقرے اب بھی یہیں ہیں) اس پر اخبار گرو گھنٹال نے لالہ صاحب کو برا بھلا کہا وہ لکھتا ہے کہ (لالہ رام چند مچندہ نے محمد صاحب کو لاثانی اور یکتا ہی قرار نہیں دیا بلکہ اُن کی تعلیم کو بھی پاک عالمگیر اور برگزیدہ قرار دے کر اس پر الہامی ہونے کی مُہر لگا دی ہے۔ اب کون ہے جو مچندہ صاحب کے اس تسلیم کردہ برگزیدہ اور الہامی تہذیب و تعلیم کی مخالفت کر سکتا ہے۔ اگر ہندو قوم کے لیڈر ایسے ہی ہیں جیسے یہ جانی بھوشن صاحب تو پھر ہم کو یہ کہنے میں ذرا بھی تأمل نہیں کہ ہندوؤں کو دشمنوں کی ضرورت نہیں (گرو گھنٹال ۱۲ اگست ۱۹۳۳ء)

یہ حالت و ذہنیت ہے اُن لوگوں کی جو اسلام پر اعتراضات کرتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ اُن کے اعتراضات میں صدق و راستی کا پتہ نہیں اور ان کو حق بات سُننے کی تاب نہیں۔

حدیث

حدیث حکم خدا اور کلام رسول ہے۔ حدیث پر عمل کرنے کی خداوند ذوالجلال کی طرف سے تاکید ہے جبریل حدیث بھی نازل کرتے تھے (کان جبریل تنزل علی النبی بالسنۃ کما تنزل علیہ بالقرآن (سنن دارمی)

حدیث کے متعلق رسول کریم کا ارشاد ہے عن الحسین قال قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذا کتبتم الحدیث فاکتبوہ باسنادہ یعنی حدیث کو سند کے ساتھ لکھا کرو (بغیۃ الوعاۃ سیوطی)

الا ادلکم علی الخلفاء منی ومن اصحابی ومن الانبیاء من قبلی ھم حملۃ القرآن والاحادیث عنی وعنہم یعنی میرے اور میرے اصحاب اور انبیاء سابقین کے خلفاء وہ ہیں جو خدا کی رضا کے لئے قرآن حفظ کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں اور میری حدیثوں کی روایت کرتے ہیں (جامع صغیر)

من کتب عنی اربعین حدیثا رجاء ان یغفر اللہ لہٗ غفرلہ رواہ ابن الجوزی یعنی

جو شخص میری چالیس حدیثیں بامید مغفرت لکھے گا خدا اُس کو بخش دے گا۔ (مسند احمد بن حنبل جلد رابع و منتخب کنز العمال بر حاشیہ)

ابتدائی زمانہ میں حضورؐ نے حدیث لکھنے کی ممانعت کی تھی۔ عن ابی سعید ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لا تکتبوا عنی غیر القرآن ومن کتبہ فلیمحہ (یعنی مجھ سے قرآن کے سوا کچھ نہ لکھو اور جس نے لکھا ہو مٹا دے)۔

رسول کریمؐ نے بعض معاملات میں بمقتضائے مصلحت تغیر و تبدل بھی فرمایا ہے اور حدیثوں میں ناسخ و منسوخ بھی ہے۔ اسلئے ہمارے ائمہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ حضورؐ کے آخری زمانہ کی حدیثیں حجت ہیں۔ مذکورہ بالا حدیث ابتدائی زمانہ کی ہے۔ چونکہ قرآن نازل ہو رہا تھا۔ نیا نیا معاملہ تھا صحابہ اچھی طرح تعلیم نہ پائے تھے۔ آپ نے بنظر احتیاط یہ فرمایا تھا تاکہ کہیں غلطی سے قرآن و حدیث کو نہ ملا دیں۔ جب صحابہ میں ایک بڑا گروہ اس قابل ہو گیا کہ دوسروں کو تعلیم کرنے لگا تو آپ نے تحریر حدیث کی اجازت دیدی اس لئے یہ حدیث اجازت کی حدیث سے منسوخ ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں یہی لکھا ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کے متعلق اچھا فیصلہ کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث موقوف ہے اور اجازت کتابت کی حدیث مرفوع ہے اس لئے اجازت والی حدیث کو ترجیح ہے۔

حدیث موقوف کے متعلق امام نووی نے مقدمہ شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک لائق حجت نہیں۔ علامہ سید شریف جرجانی اور علامہ محمد طاہر صاحب مجمع البحار اور قاضی شوکانی صاحب نیل الاوطار نے بھی لائق حجت قرار نہیں دیا۔ مگر احتیاط کا مسلک یہ ہے کہ جو موقوف حدیثیں آیات قرآنی یا احادیث مرفوعہ کے موافق ہیں وہ لائق حجت ہیں اور جو مخالف ہیں قابل حجت نہیں رسول کریمؐ نے خود حدیثیں لکھائیں۔ اور آپ کی لکھائی ہوئی حدیثیں آج تک موجود ہیں ان میں سے بعض کے فوٹو بھی شائع ہوئے ہیں۔ اور صحابہ نے آپ کی حیات میں حدیثیں لکھیں اور کتابیں مرتب کیں۔

ائمہ حدیث نے حدیث کی قسمیں مقرر کی ہیں۔ کتب احادیث کے چار طبقے مقرر کئے ہیں۔ راویان حدیث کے بھی چار درجے مقرر کئے ہیں۔ راویوں کے درجات باعتبار علم و فضل، زہد و تقدس، فہم و صحت وغیرہ قائم کئے گئے۔ جو راوی علم و فضل میں سب سے کم، عقل و فہم میں کم، حفظ و اتقان میں کم ہیں اور کسی مرض میں مبتلا ہیں یا اُن کے صحیح حالات معلوم نہیں اُن کو درجہ چہارم میں رکھا گیا ہے۔

کتب احادیث میں درجہ اول کی کتابیں تین ہیں۔ موطا امام مالکؒ۔ صحیح بخاریؒ۔ صحیح مسلمؒ۔ آخر الذکر دونوں کتابوں کو صحیحین کہتے ہیں۔ ان میں جو حدیثیں مرفوع متصل ہیں وہ سب یقیناً صحیح ہیں

ان کتابوں میں دو ثلث کے قریب درجۂ اوّل و دوم کے راویوں کی روایتیں ہیں اور ایک ثلث میں درجہ سوم کے راوی بھی ہیں۔ ادنیٰ درجہ یعنی درجہ چہارم کے راویوں کی روایتیں ان میں نہیں ہیں۔ ان کے متعلق بھی شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا ہے کہ صحیحین کو صحیحین باعتبار اغلبیت کہا جاتا ہے ورنہ حسن و ضعاف ان میں بھی ہیں۔ صحیحین ہی صحاح ستہ میں اوّل درجہ کی کتابیں ہیں۔ صحیحین میں علت ظاہری سے حفاظت کا کامل التزام ہے۔ علت معنوی کا کم التزام ہے۔ بخاری میں رسول کریمؐ کی عمر ۶۰ سال مذکور ہے جو صحیح نہیں۔ مگر بخاری کا التزام بجائے خود قائم ہے۔ ان کی روایت ابن عباس سے ہے۔ ابن عباس نے عمر ۶۵ سال بیان کی۔ ابن عباس سے شمار یا حساب میں غلطی ہوئی ہو۔ یا ان کی معلومات اس باب میں صحیح نہ ہو۔ اس کا بار بخاری پر نہیں۔ روایت بالکل صحیح ہے

صحاح ستہ میں یہ چھ کتابیں ہیں۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی۔ سنن ابی داؤد۔ سنن نسائی سنن ابن ماجہ۔ ان میں صحیحین اوّل درجہ کی ہیں لیکن ان میں حسن و ضعاف روایات ہیں اور درجہ سوم کی روایات بھی ہیں

صحاح ستہ میں جامع ترمذی نمبر سوم اور طبقات کتب حدیث میں طبقہ دوم کی کتاب ہے۔ اسمیں نصف کے قریب درجہ سوم کے راویوں کی روایتیں ہیں۔ اور باقی نصف میں سے دو ثلث میں درجہ اوّل و دوم کے راویوں کی اور ایک ثلث میں درجہ چہارم کے راویوں کی روایتیں ہیں۔ ترمذی کے متعلق علماء متقدمین نے لکھا ہے کہ امام ترمذی نے بعض ایسی حدیثوں کی تحسین کی ہے کہ جن کی نہ کرنی چاہئے تھی

سنن ابی داؤد۔ سنن نسائی۔ یہ دونوں کتابیں طبقات کتب حدیث میں طبقہ دوم کی کتابیں ہیں اور صحاح ستہ میں بہ ترتیب نمبر چہارم و پنجم کی۔ باقی ان کی کیفیت بھی مثل جامع ترمذی کے ہے۔

سنن ابن ماجہ۔ یہ صحاح ستہ میں درجہ ششم کی اور طبقات کتب حدیث میں طبقہ سوم کی کتاب ہے۔ اسمیں ایک ثلث سے کم درجہ اوّل و دوم کے راویوں کی روایتیں ہیں اور ایک ثلث سے زیادہ درجہ سوم کی اور ایک ثلث درجہ چہارم کے راویوں کی روایتیں ہیں۔

کتب حدیث کا طبقۂ چہارم جو ادنیٰ درجہ کا طبقہ ہے۔ اس طبقہ کی کتابوں میں ضعیف مجہول و مجروح راویوں کی روایتیں زیادہ ہیں۔ اس طبقہ کی خاص خاص کتابیں یہ ہیں۔

تصانیف ابن مردویہ۔ تصانیف حاکم۔ تصانیف فردوس دیلمی۔ تصانیف جوزقانی۔ تصانیف ابن عساکر۔ روضۃ الاحباب وغیرہ۔ اس طبقہ کے کتابوں کی کوئی حدیث اسوقت تک قبول نہیں کیجا سکتی جب تک وہ شرائط شیخین پر ثابت نہ ہو۔ انہی کتابوں کی روایتوں کے متعلق حضرت

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں:۔

"احادیثے کہ نام و نشان آنہا در قرون سابقہ معلوم نبود و متاخرین آں را روایت کردہ اند پس حال آنہا از دو شق خالی نیست یا سلف تفحص کردند و آن را اصلے نیافتہ اند تا مشغول بروایت آنہا می شدند یا یافتند و در آں قدحے و علتے دیدند کہ باعث شد ہمہ آنہارا بر ترک آنہا و علی کل تقدیر این احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملے بانہا تمسک کردہ شود۔ و درین قسم احادیث کتب بسیار تصنیف شدہ اند و جمع تر رسالہ ہا و وضع احادیث و اکثر رسائل نادرہ از ہمیں کتب می برآید۔ و اکثر تصانیف شیخ جلال الدین سیوطی در رسائل و نوادر خود ہمیں کتابہا است" (عجالۂ نافعہ)

حدیثوں کی جانچ کیلئے علم الروایۃ و علم الدرایۃ ایجاد ہوئے ہیں وہ علوم جن سے حدیثوں کی جانچ ہوتی ہے انہیں عظیم الشان علم اسماء الرجال ہے۔

ڈاکٹر اسپرنگر نے لکھا ہے کہ کوئی قوم دنیا میں آج تک ایسی نہیں گذری جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال جیسا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ اشخاص کا حال معلوم ہو سکتا ہے، (انگریزی مقدمہ اصابہ)۔

اسلئے حدیث جب تک اصول روایت و اصول درایت کی موافق صحیح ثابت نہ ہو قبول نہیں کیجائیگی۔ کم علم، کج فہم، متعصب، دریدہ دہن مستشرقین ادنی درجہ کی کتابوں اور ضعیف، مجہول یا موضوع کی بناء ڈھونڈا کرتے ہیں۔

کتب احادیث کی تعداد اٹھارہویں صدی عیسوی تک (۱۴۶۵) بیان کی گئی ہے (احادیث اہل اسلام مصنفہ پادری ڈبلیو گولڈ بحوالہ ایسلاعت النبلاء و ڈکشنری آف اسلام) اس کے بعد اور اضافہ ہوتا رہا۔ کسی کتاب کی روایت بغیر جانچ قبول نہیں کی جاسکتی۔

تحریراتِ عہدِ رسالت

بعض تاریخ سے ناواقف اور معاند کہدیتے ہیں کہ عہد رسول کریم میں کوئی تحریر نہیں ہوئی کیونکہ عرب جاہل اور فن کتابت سے ناواقف تھے۔ سامان کتابت بھی نہ تھا۔ اور بعض وہ مسلمان جن کی معلومات محدود ہیں کہدیتے ہیں کہ عہد رسول کریم میں قرآن کے سوا حدیث نہیں لکھی گئی۔ اس بیان میں اجمال کے ساتھ حضور کے عہد مبارک کی تیرہ سو کے قریب تحریرات کا ذکر ہے اور ان کے متعلق کافی

ثبوت پیش کیا گیا ہے۔

صاحب مفتاح الافکار نے رسول کریم کے (۳۶) خطوط نقل کئے ہیں۔ حضور کی تمام تحریرات کو صاحبزادہ عبدالرحیم خان مظفر جنگ ہوم ممبر ریاست ٹونک نے مع عبارت و ترجمہ و حوالہ اپنی کتاب بنام مراسلات نبویہ میں جمع کیا ہے جن کی تعداد (۲۵۰) سے زیادہ ہے۔

اخی محترم مولانا الحاج ابوالقاسم محمد حفظ الرحمٰن صاحب و اخی محترم مولانا الحاج عبدالصبیر آزاد رحمانی نے اپنی تصانیف میں بعض مراسلات کا ذکر کیا ہے۔

میرے شمار کے موافق کل تعداد تین سو کے قریب ہے۔ میں سب کا ذکر بوجہ طوالت نہیں کرسکتا بعض بعض کا ذکر کرتا ہوں۔ بالخصوص وہ جن کا تعلق حدیث سے ہے۔ یوں تو حضور کی ہر تحریر حدیث ہے اور ہر ایک سے کچھ نہ کچھ مسائل کا استنباط ہوتا ہے۔ مگر میں صرف اُن کا ذکر کروں گا جن کا کھلا ہوا تعلق حدیث سے ہے دو چار اس شرط سے مستثنیٰ بھی ہیں۔

(۱) معاہدات حدیبیہ وغیرہ (ابن ماجہ۔ طبقات ابن سعد)

(۲) فرامین قبائل کے نام۔ (ابن ماجہ۔ طبقات ابن سعد)

(۳) خطوط اُمراء و سلاطین کے نام (بخاری و تذکرۃ الحفاظ)

(۴) فہرست اسماء صحابہ (بخاری)

(۵) فتح مکہ کے بعد حضور نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ ایک صحابی ابوشاہ یمنی نے عرض کیا کہ مجھکو لکھا دیجئے حضور نے فرمایا اکتبوا لابی شاہ (ابوشاہ کیلئے لکھدو) یہ لکھکر اُن کو دیدیا گیا (بخاری کتاب العلم، ابوداؤد کتاب المناسک)

(۶) کتاب الصدقہ۔ حضور نے ابوبکر بن حزم صحابی حاکم بحرین کو احکام زکوٰۃ لکھ کر بھیجے اور اسکی نقل دیگر عمال کو بھی بھیجی گئی۔ یہ دو صفحے تھے (مسند احمد بن حنبل۔ دارقطنی) یہ تحریر خلیفہ عمرو بن عبدالعزیز نے آل حزم سے ۹۹ھ میں لے لی تھی۔ (دارقطنی)

(۷) عمرو بن حزم صحابی کو ایک ضخیم رسالہ لکھا دیا تھا جسمیں تلاوت قرآن، نماز، زکوٰۃ۔ طلاق۔ عتاق قصاص۔ دیت، فرائض۔ سنن۔ مس مصحف وغیرہ کے احکام تھے۔ اس رسالہ کا ذکر نسائی، موطا امام مالک، مستدرک حاکم و تاریخ خطیب بغدادی وغیرہ وغیرہ نفیس کتابوں میں ہے۔ علامہ ابن قیم نے اس رسالہ کے متعلق لکھا ہے۔ ھو کتاب عظیم (زاد المعاد جلد اول)

(۸) عبداللہ بن حکیم صحابی کے پاس حضور کا ایک نامہ تھا جسمیں مردہ جانوروں وغیرہ کے متعلق

احکام تھے۔ (معجم صغیر للطبرانی)

(۹) وائل بن حجر صحابی کو نماز، ربوا، شراب وغیرہ کے احکام لکھائے تھے (معجم صغیر)

(۱۰) ضحاک بن سفیان صحابی کے پاس حضور کی تحریر کرائی ہوئی ایک ہدایت تھی جسمیں شوہر کی دیت کا حکم تھا (ابوداؤد۔ دارقطنی)

(۱۱) معاذ بن جبل صحابی کو ایک تحریر بھیجی گئی جس میں سبز ترکاریوں پر زکوٰۃ نہ ہونے کا حکم تھا (دارقطنی)

(۱۲) مدینہ بھی مثل مکہ کے حرم ہے اسکے متعلق حضور کی تحریر رافع بن خدیج کے پاس بھی (مسند احمد)

(۱۳) حذیفۃ الیمان کو ایک فرمان لکھایا جسمیں زکوٰۃ کے فرائض کا بیان تھا۔ (طبقات ابن سعد)

(۱۴) علاء بن الحضرمی کو زکوٰۃ کے مسائل لکھائے۔

(۱۵) حضرت ابوبکر صدیق کو ۹ ہجری میں جب امیر الحج بنا کر بھیجا تو سنن حج لکھا دیئے (بیہقی)

(۱۶) عمیر بن افصی سلمی کو فرمان لکھایا۔ اسمیں صدقہ اور جانوروں کی زکوٰۃ کے احکام تفصیلاً تحریر تھے۔

(۱۷) غالب بن عبداللہ لیثی کو فرمان لکھایا اسمیں غنیمت کا حکم تھا۔

(۱۸) وفد تمامہ کو ایک تحریر لکھائی اسمیں فرائض وصدقات کا بیان تھا۔

(۱۹) ابی وسمہ کو ایک تحریر لکھائی اسمیں دفینہ کے احکام تھے۔

(۲۰) ابی راشد الازدی کو نماز کے احکام لکھائے۔

(۲۱) اسقف اہل نجران کو فرمان لکھایا اسمیں دعوت اسلام اور جزیہ کا حکم تھا۔

(۲۲) اساقفہ نجران کو ایک دوسرا فرمان لکھایا اسمیں صرف جزیہ کی تفصیل تھی۔

(۲۳) حکام حضرموت کو نماز، زکوٰۃ، خمس کے احکام لکھائے۔

(۲۴) اہل دومۃ الجندل کو جزیہ وزکوٰۃ کے احکام لکھائے۔

(۲۵) اہل طائف کو حرمت نبیذ کھجور کا حکم لکھایا۔

(۲۶) دومۃ الجندل وقطن قبائل کو احکام عشر لکھائے۔

(۲۷) قبائل عربیا عاذرح کو جزیہ کی تفصیل لکھائی۔

(۲۸) بنی نہد کو زکوٰۃ کے جانوروں کے متعلق ہدایات لکھائیں۔

(۲۹) بنی حنیفہ کو جزیہ کے مسائل لکھائے۔

(۳۰) وفد بنی بارق کو پھلوں اور چراگاہوں کے متعلق احکام لکھائے۔

(۳۱) تمیم داری کو قبول ہدیہ کا مسئلہ اور شہری اشیاء کے استعمال کے احکام لکھائے۔

(۲۲) جنادہ ازدی کو مال غنیمت کا مسئلہ لکھایا۔
(۲۳) جیفر و عبد ملوک عمان کو عشر وغیرہ کے احکام لکھائے۔
(۲۴) حارث بن کلال و معافیر و ہمدان کو خمس وغیرہ کے احکام لکھائے۔
(۲۵) حارثہ و حصن و بنی قطن کو عشر کے احکام لکھائے۔
(۲۶) خالد بن ضماد ازدی کو ارکان اسلام لکھائے۔
(۲۷) ذرعہ بن سیف کو جزیہ و زکوٰۃ کے احکام لکھائے۔
(۲۸) ربیعہ بن ذی مرحب حضرمی کو محصول وغیرہ کے احکام لکھائے۔
(۲۹) شرجیل، حارث و نعیم بنی عبد کلال کو مال غنیمت و عشر و زکوٰۃ کے مسائل لکھائے۔
(۳۰) عام مسلمانوں کے لئے ایک تحریر لکھائی جس میں پکنے سے قبل کھجور کی فروخت اور خمس سے حصہ لینے کے احکام تھے۔
(۳۱) عدا بن خالد کو بیع سے قبل شے کے عیوب ظاہر کر دینے کے احکام تھے۔
(۳۲) حضرت عمر کو مسائل صدقہ لکھائے۔
(۳۳) حضرت ابوبکر صدیق کو مسائل صدقات لکھائے۔
(۳۴) عمائد کلب کو مع قطن مسائل زکوٰۃ لکھائے۔
(۳۵) عہدنامہ درمیان مہاجرین و انصار و یہود لکھایا اس میں دیت و فدیہ کا حکم تھا۔
(۳۶) مالک بن احمر کو خمس کے مسائل لکھائے۔
(۳۷) مجاعہ بن مرارہ سلمی کو خمس و حصص ذوی القربیٰ کے احکام لکھائے۔
(۳۸) مصعب بن زبیر کو نماز جمعہ کا حکم لکھایا۔
(۳۹) مطرف بن کاہن باہلی کو مسائل زکوٰۃ لکھائے۔
(۵۰) معاذ بن جبل کو قبول ہدیہ کا مسئلہ لکھایا۔
(۵۱) منذر بن ساوی کو جزیہ کے مسائل لکھائے۔
(۵۲) منذر بن ساوی کو مجوس کے متعلق احکام لکھائے۔
(۵۳) آل اکیدر کو ایک فرمان لکھا اس زمانہ تک آپکی مہر تیار نہیں ہوئی تھی اسپر آپنے انگوٹھا لگایا۔ (حکماء یورپ کو اٹھارویں صدی میں فنگر اسپرنٹس کا علم ہوا ہے۔ نبی امی کو چودہ سو برس پہلے معلوم تھا) اسکی تخریج ابن مندہ نے کی ہے۔ (اصابہ واسد الغابہ)

(۵۴) جنیدہ الجہنی (بعض نے ہندی لکھا ہے) کو فرمان لکھا یا اس کا راوی ضعیف الحدیث ہے (اصابہ)

(۵۵) سرباتک ہندی نے بیان کیا کہ رسول کریم نے حذیفہ اور اسامہ اور صہیب وغیرہ کو میرے پاس نامہ دے کر بھیجا۔ میں نے اسلام قبول کیا۔ اس کی تخریج موسیٰ نے مسیحی بن احمد اسفرائینی سے کی ہے۔ یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوری کے شاگرد کے طریقے سے کہا۔ حدیث بیان کی ہم سے مکی بن احمد بردعی نے کہا میں نے سنا اسحٰق بن ابراہیم طوسی سے وہ کہتے تھے اور ان کی عمر (۹۷) برس کی تھی کہ دیکھا میں نے سرباتک بادشاہ ہند کو کہ ذکر کیا یہ قصہ۔ (اصابہ)

(۵۶) مسعود بن وائل نے کہا کہ رسول کریم نے میری قوم کو دعوت نامے لکھائے، آپ نے معاویہ سے کہا لکھو انہوں نے کہا کس طرح لکھوں، آپ نے فرمایا لکھ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم الخ (اصابہ، اسد الغابہ)

(۵۷) مسیلمہ کذاب کو فرمان لکھایا۔ اس کا فوٹو ۱۹۶۲ء میں لندن کے بکچر میگزین میں شائع ہوا تھا

(۵۸) یہود خیبر کو ایک مسلمان مقتول کی دیت کے متعلق خط لکھایا (صحاح ستہ)

(۵۹) جرشی والوں کو مسئلہ نبیذ لکھا کر روانہ کیا (مسلم)

(۶۰) ہجر والوں کو مسئلہ نبیذ لکھا کر روانہ کیا۔

(۶۱) مسلم بن حارث تمیمی کو کچھ وصایا لکھائیں (ابوداؤد)

(۶۲) یمن عاملوں کو لکھایا کہ شہد کی پیداوار سے زکوٰۃ ادا کی جائے۔ (نصب الرایہ للزیلعی)

(۶۳) تمام قبائل کو دیت کے مسائل لکھا کر بھیجے۔ (مسلم و ابی داؤد)

(۶۴) ارض خیبر کا تقسیم نامہ لکھایا کہ (۳۶) حصوں پر منقسم ہو۔ نصف حصص حضور نے اسلامی ضروریات کیلئے اپنے پاس رکھے۔ باقی نصف صحابہ میں تقسیم کر دئے۔ (کتاب الخراج یحییٰ بن آدم محدث)

(۶۵) منذر بن ساوی کو خط لکھایا۔

(۶۶) مقوقس شاہ مصر کو خط لکھایا۔

(۶۷) تمیم الداری کو فرمان جاگیر لکھایا۔

(۶۸) شاہ اسپین کو خط لکھایا۔

(۶۹) قطن بن حارث کو فرمان لکھایا۔

(۷۰) نجاشی حبشہ کے نام خط لکھایا۔

(۷۱) مقوقس شاہ مصر کے نام خط لکھایا۔

(۷۲) ایک عہدنامہ جو عیسائیوں کیلئے لکھایا گیا۔

(۷۳) وفد تجیب جب حاضر خدمت ہوا تو انہوں نے کچھ سوالات کئے، آپؐ نے ان کے جوابات لکھا دیئے۔

قرآن مجید کے علاوہ کہ حضور بر وقت نزول فوراً تحریر کرا دیتے تھے۔ رسول کریمؐ کی کم و بیش تین سو تحریرات ہیں سے (۷۳) کا ذکر میں نے کیا۔ ان میں سے سوائے نمبران ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵۳ و ۵۴ و ۵۵ و ۵۶ و ۶۵ و ۶۶ و ۶۷ و ۶۸ و ۶۹ کے جن کی تعداد کل (۱۳) ہے باقی (۶۰) نمبر خالص حدیثیں ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلاطین کے نام جو نامے لکھائے وہ عامر بن فہیرہ نے لکھے تھے۔ اور امرائے عمان کے نام خطوط اُبی بن کعب نے۔ اور قطبی بن حارث کے نام ثابت بن قیس نے۔ ۵۲ معاویہ بن ابی سفیان عنہ حضرت علی نے لکھے تھے قرآن مجید کی کتابت بہت سے اصحاب کرتے تھے ان میں خاص زید بن ثابت و شرجیل بن حسنہ و عثمان بن عفان تھے۔

۶۷ کا ذکر امام ابو یوسف (م ۱۸۲ھ) نے کتاب الخراج میں کیا ہے اور اس کی حیثیت کیفیت ابن فضل اللہ العمری نے کتاب مسالک الابصار جلد اوّل ص ۱۷ میں لکھی ہے۔ گویا یہ تحریر چوتھی صدی ہجری تک موجود تھی۔ ۶۷ کا ذکر گیارہویں صدی ہجری تک کے مصنفین نے کیا ہے۔ (التراتیب الادارہ مطبوعہ رباط ۱۳۴۶ ہجری جلد اوّل ص ۱۵۹)

نمبران ۵۷ و ۶۵ و ۷۰ و ۷۱ و ۷۲، اب تک موجود ہیں۔

۵۷ کا فوٹو ۱۹۰۶ء میں لندن کے پکچر میگزین میں شائع ہوا تھا۔

۶۵ کا فوٹو جرمن مجلس مشرقیات کے رسالہ مرگنگ جلد ۱۷، ۱۸۶۳ء میں طبع ہوا۔ یہ اصل خط خواجہ کمال الدین قادیانی نے دمشق میں بچشم خود دیکھا (اسلامک ریویو ۱۹۱۱ء)

۷۶ کا فوٹو سب سے پہلے فرانسیسی مستشرق موسیو لور نے رسالہ ژورنال آزیاتیک ۱۸۵۴ء میں شائع کیا تھا۔ جو اس کو ایک سیاح موسیو بارتلمی سے ملا تھا۔ جس کو سیاح مذکور نے مصر کے ایک عیسائی خانقاہ سے حاصل کیا تھا۔ اب اس کے فوٹو تمام دنیا میں شائع اور فروخت ہو رہے ہیں۔

۷۰ حبشہ کے دارالسلطنت عدیس ابابا کے شاہی خزانہ میں محفوظ ہے۔ حبشہ اور اٹلی کی جنگ کے موقع پر اس کے متعلق یورپین اخبارات نے کثرت سے مضامین شائع کئے تھے۔ اور ہندوستان کے اخبارات میں اُن کے ترجمے شائع ہوئے تھے۔

۷۱ قاہرہ کے کنیسہ انبا ارقوس میں یہ خط محفوظ ہے۔

۷۲ قاہرہ کے کنیسہ انبا ارقوس میں محفوظ ہے۔ چند سال ہوئے یہ خدیو مصر کے سامنے

چھپا ہوا تھا۔ اور اُس کے متعلق تمام اخبارات میں مضامین شائع ہوئے تھے۔

شہادتیں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطوط سلاطین کو لکھے تھے اُن کی تعداد اب تک ۲۶ تک تحقیق ہوئی ہے (اعلام السائلین مؤلفہ ابن طولون، روکیوان سیرۃ مولوی سلمان مطبوعہ پیرس ۱۹۲۳ء حصہ دوم ص ۱۷ و منشآت السلاطین مؤلفہ احمد فریدی مطبوعہ استنبول ۱۲۷۴ء ص ۳ تا ص ۳۱)

اکثر مکاتیب یوم الجماجم میں بعہد حجاج بن یوسف (۸۲ھ کے بعد) جل گئے (کتاب الخراج و بلاذری) یہ بھی مشہور ہے کہ ایک خط سلطان صلاح الدین کے خاندان میں محفوظ ہے۔ اس کے متعلق بھی چند اخبارات میں مضامین شائع ہوئے ہیں۔

حضرت عمرو بن حزم صحابی نے رسول کریم کے بیس مکاتیب جمع کر کے ایک رسالہ مرتب کیا تھا۔ (روکیوان جلد اول ص ا)

یہاں تک تو رسول کریم کی تحریرات اور آپ کی لکھائی حدیثوں کا ذکر تھا۔ اب حدیث کے اُن مجموعوں کا بیان ہے جو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جمع کئے تھے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے ہزار حدیثیں جمع کر کے اُس مجموعہ کا نام صادقہ رکھا۔ یہ حضور کے عہد میں مرتب ہوا تھا۔ یہ صحیفہ دوسری صدی ہجری تک موجود تھا (تاریخ الحدیث ص ۹۹)

(۲) حضرت علی نے حدیثیں لکھی تھیں۔ اُن کا ارشاد ہے کہ ہم نے رسول کریم سے قرآن اور اس صحیفہ کے سوا اور کچھ نہیں لکھا (ابوداؤد کتاب الحدود)

(۳) حضرت انس نے حدیثیں لکھی تھیں (بخاری تقیید العلم۔ تدریب الراوی)

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعود نے ایک مجموعہ مرتب کیا تھا جو اُن کے لڑکے کے پاس تھا (جامع صغیر)

(۵) حضرت ابوہریرہ کے پاس دفتر حدیث لکھا ہوا تھا (فتح الباری)۔ اس میں (۵۳۷۴) سے زیادہ حدیثیں لکھی ہوئی تھیں (تدوین حدیث ص ۱) یہ بصورت طومار تھا جیسے قدیم زمانہ میں بزرگوں کے خطوط کو عرض کی طرف سے جوڑ کر لپیٹ لیتے تھے۔

(۶) حضرت سعد بن عبادہ نے ایک مجموعہ مرتب کیا تھا۔ وہ کئی پشت تک اُن کے خاندان میں محفوظ رہا۔ اس کا نام کتاب سعد بن عبادہ تھا (مسند احمد بن حنبل)

(۷) حضرت سعد بن ربیع بن عمرو بن ابی زہیر انصاری نے حدیثیں جمع کی تھیں (اُسد الغابہ)

(۸) حضرت سمرہ بن جندب صحابی نے ایک نسخہ حدیث مرتب کیا تھا (تہذیب التہذیب)
(۹) حضرت عبداللہ بن ربیعہ بن فرضا سلمی نے حدیثیں جمع کی تھیں (تہذیب التہذیب)
(۱۰) حضرت ابو موسیٰ اشعری نے حدیثیں لکھی تھیں (شرح بلوغ المرام)

اس تمام بیان سے عہد رسول کریم کی قریب چار سو تحریرات کا پتہ چلتا ہے۔ بعد وفات رسول کریم حضرت عبداللہ بن عباس صحابی نے قرآن کی تفسیر لکھی جس کے متفرق نسخے آج تک مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ کریب ہمارے پاس ایک اونٹ کی برابر ابن عباس ؓ
حضرت ابی بن کعب صحابی نے تفسیر لکھی اس تفسیر سے امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں امام ابن جریر طبری نے تفسیر میں۔ حاکم نے مستدرک میں بہت کچھ کام لیا ہے۔ امام حاکم نے ۴۰۵ھ میں وفات پائی اسلئے یہ تفسیر پانچویں صدی ہجری تک موجود تھی۔ (تاریخ التفسیر ص۳۵)
اور بھی حدیث کا ذخیرہ تھا جو قرن اوّل میں جمع ہو چکا تھا تفصیل کیلئے تاریخ الحدیث تاریخ التفسیر ملاحظہ ہو۔ ہمام ابن منبہ تابعی نے ایک صحیفہ جمع کیا تھا۔ جو اب تک برلن کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

الباب الرابع فی الرجال

قرون ثلاثہ

قرون ثلاثہ (تین زمانے) ان کو خیر القرون (بہترین زمانے) کہا جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم یعنی تمام زمانوں میں سب سے بہتر زمانہ کے لوگ اچھے ہیں پھر اُس کے بعد والے پھر اُس کے بعد والے۔

سلف صالحین نے قرون ثلاثہ کی اس طرح تقسیم کی ہے۔

قرن اوّل۔ بعثت رسول کریم سے ۱۱۰ ہجری تک یہ زمانہ عہد رسالت و عہد صحابہ کہلاتا ہے

قرن دوم۔ ۱۱۰ھ سے ۱۷۰ھ تک، یہ عہد تابعین کہلاتا ہے۔

قرن سوم۔ ۱۷۰ھ سے ۲۲۰ھ تک، یہ عہد تبع تابعین کہلاتا ہے۔

قرن ثالث کے متعلق اختلاف ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے قرن ثالث کو ۲۶۰ھ تک وسعت دی ہے ۲۲۰ھ تک تو کچھ شبہ نہیں۔ آگے بوجہ اختلاف ۲۲۱ھ سے ۲۶۰ھ تک کے

ع م کی کتابیں رکھیں (طبقات جلد ۵ ص۲۱۶) ابن عباس کی کتابوں کی نقول اُن کی زندگی میں دور دور پہنچ گئی تھیں۔ امام طحاوی نے عبداللہ بن عباس کا بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ طائف کے کچھ لوگ میرے پاس میری تصنیف کی نقل تصحیح کی غرض سے لائے (شرح معانی الآثار ج۲ ص۳۸۴)

زمانے کو ہم نے عہد اختلافی سے تعبیر کیا ہے۔

قرون ثلاثہ کے بعد کے زمانہ کو حضور نے فرمایا ہے۔ ثم یفشوا الکذب یعنی پھر جھوٹ پھیل جائیگا۔ میں نے اس کتاب میں علما و مفسرین و محدثین و ائمہ و قراء و کاتبین کے ذکر میں یہ اصول رکھا ہے کہ قرن اوّل کے رجال قرن دوم کے شروع ہونے تک یعنی سنہ ۱۱۰ھ تک جن کی وفات ہوئی۔ اسی طرح قرن دوم کے رجال سنہ ۱۷۰ھ تک۔ قرن سوم کے رجال سنہ ۲۲۰ھ تک۔ عہد اختلافی کے رجال سنہ ۳۱۰ھ تک اسلئے رجال خیر القرون کا خاتمہ سنہ ۲۲۰ھ تک ہے۔ اگر تلاش کیا جائے تو اس کے خلاف کم مثالیں مل سکیں گی۔ صحابہ کے بیان رجال میں ترتیب باعتبار سن وفات رکھی ہے۔

رجال قرن اوّل

حفظ قرآن، قرارت، تفسیر، کتابت وغیرہ میں عہد رسول کریم سے آج تک لاکھوں آدمی گذرے ہیں۔ میں نے ہر عہد کے دو دو چار چار بزرگوں کا تذکرہ مختصر طور پر کیا ہے۔ ان میں قراء بھی ہیں مصنفین بھی ہیں۔ کاتبین بھی ہیں۔ ان میں سے اکثر بزرگوں کا تذکرہ میں تاریخ الحدیث و تاریخ التفسیر میں اس سے زیادہ لکھ چکا ہوں اور والد ماجد نے تاریخ الفقہ میں لکھا ہے۔ باقی تفصیل طلب حضرات کتب سیر و تاریخ کی طرف رجوع کریں یہاں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں۔ خلفاء راشدین کے بعد صحابہ کا ذکر ہے۔ پھر صحابیات کا، ہر بزرگ کے تذکرہ میں باعتبار سن وفات ترتیب قائم کی گئی ہے۔

صحابہ و صحابیات رضی اللہ عنہم

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

عبداللہ نام۔ ابوبکر کنیت۔ صدیق و عتیق لقب۔ ان کا سلسلہ نسب چھٹی پشت میں رسول کریم کے سلسلے سے مل جاتا ہے۔ یہ سب سے پہلے مسلمان ہیں (۳۸) سال کی عمر میں مشرف باسلام ہوئے۔ اصحاب بدر و احد و بیعت الرضوان میں سے ہیں۔ رسول کریم کے خسر یعنی ام المومنین عائشہ صدیقہ کے باپ ہیں۔ ان سے ۱۴۲ حدیثیں مروی ہیں۔ رسول کریم کے بعد سنہ ۱۱ھ میں خلیفہ ہوئے اور (۶۳) برس کی عمر میں سنہ ۱۳ھ میں وفات پائی۔ رسول کریم کے یار غار تھے۔ احباب بھی یار غار ہیں سے

دیکھو تو رفاقت ہے ابوبکر و عمر کی ۔۔۔۔ چھوڑا نہ پس مرگ بھی پہلوئے محمد

اگر حضرت ابوبکر کی جان نثاریوں اور خدمات اسلامی پر نظر کیجائے تو صحابہ میں ان کا مثل و نظیر نظر نہیں آئے گا۔ احادیث میں ان کے بے حد فضائل مذکور ہیں۔ ان کی بہت سی سوانح عمریاں لکھی جا چکی ہیں۔ صفحات تاریخ ان کے شاندار کارناموں سے مزین ہیں۔ غیروں نے بھی ان کو قابل توصیف قرار دیا۔ مشہور محقق لارنس بی بول نے لکھا ہے۔ ابوبکر کی شخصیت کو دیکھکر دھوکا ہوتا ہے کہ اس شخص کو نبی ہونا چاہیئے تھا۔ مگر معلوم نہیں کہ مسلمانوں نے اسے نبی کا جانشین کرکے اسکو بلندی سے پستی میں کیوں گرا دیا۔ (انجم جولائی ۱۹۳۶ء)

ایڈورڈ گیبن سل لکھتے ہیں۔ آپ کی سخاوت کی انتہا نہ تھی۔ آپ نے اپنا تمام مال و اسباب محمد اور اسلام کی مدد کیلئے خرچ کر ڈالا۔ اسلام بہت کچھ ابوبکر کا احسان مند ہے۔ شروع اسلام میں اس شخص کی زبردست شخصیت نے تمام مصیبتیں دور کر دیں اور تمام مشکلیں آسان کر دیں۔ ورنہ بہت ممکن تھا کہ تباہ و برباد ہو جاتا (خلفاء راشدین)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

عمر نام۔ ابوحفص کنیت، فاروق لقب، ان کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں رسول کریم کے سلسلہ نسب سے ملتا ہے۔ عشرہ مبشرہ، اصحاب بدر و احد و بیعۃ الرضوان میں تھے۔ رسول کریم کے خسر یعنی ام المومنین حضرت حفصہ کے باپ تھے اور حضور کے ہم زلف بھی تھے کہ ام المومنین ام سلمہ کی بہن قریبہ ان کے عقد میں تھیں۔ حضرت مرتضیٰ کے داماد تھے۔ ۱۳ھ ہجری میں حضرت ابوبکر کے بعد خلیفہ ہوئے۔ ۲۳ھ میں شہید ہوئے۔ ان سے (۵۳۹) حدیثیں مروی ہیں۔ مسلمانوں میں ترویج تعلیم کے لئے مدارس قایم کئے۔ معلمین و متعلمین کے وظائف مقرر کئے۔ جبری تعلیم رائج کی۔ ایک شخص ابوسفیان کو مقرر کیا کہ دورہ کرے اور مسلمانوں کا امتحان لے جس کو قرآن نہ آتا ہو سزا دے۔ (اغانی و اصابہ)

ان کی بہت سی سوانح عمریاں لکھی گئی ہیں۔ ایڈورڈ گیبن سل لکھتے ہیں۔ ہم اس کا اقرار کرتے ہیں کہ جو وقت عمر خلیفہ بنائے گئے تھے وہ وقت ایسے ہی شخص کیلئے موزوں تھا۔ عمر کی سیاسی اور مذہبی قابلیت کی وجہ سے ہم اسکی جس قدر توقیر کریں کم ہے۔ وہ صحیح طور پر ابوبکر کے جانشین تھے۔ اسلام ان دو جلیل القدر خلفاء کا ہمیشہ احسان مند رہے گا (خلفاء راشدین)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

عثمان نام - ابوعبداللہ و ابوعمر کنیت - ذوالنورین و غنی لقب - ان کا سلسلۂ نسب پانچویں پشت میں رسول کریم کے نسب سے مل جاتا ہے - واقعہ فیل کے چھٹے سال پیدا ہوئے - (۳۴) سال کی عمر میں مسلمان ہوئے - عشرۂ مبشرہ، اصحاب بدر و احد و بیعت الرضوان میں تھے - رسول کریم کی دو صاحبزادیاں کے بعد دیگرے ان کے نکاح میں آئیں - سنہ ۲۴ھ میں حضرت عمر کے بعد خلیفہ ہوئے - سنہ ۳۵ھ میں شہید ہوئے - ان سے (۱۴۶) حدیثیں مروی ہیں -

ایورینڈ کیشن سل لکھتے ہیں :- عثمان نے احکام قرآن سے کبھی ذرا سا بھی تجاوز نہیں کیا ہے گو کہ وہ حملہ آور کی مدافعت کے وقت انتہائی بہادر تھے - لیکن وہ کبھی مسلمانوں کے خون کو بے دریغ بہانے کو تیار نہیں ہوئے (خلفاء راشدین)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

علی نام - ابوتراب و ابوالحسن کنیت، حیدر لقب، رسول کریم کے چچازاد بھائی اور داماد تھے - عشرہ مبشرہ، اصحاب بدر و بیعۃ الرضوان میں تھے - بعثت سے دس سال قبل پیدا ہوئے - دس برس کی عمر میں ایمان لائے - سنہ ۳۵ھ میں حضرت عثمان کے بعد خلیفہ ہوئے سنہ ۴۰ھ میں کوفہ میں شہید ہوئے - ان سے (۵۸۶) حدیثیں مروی ہیں - حضرت علی کی بہت سی سوانح عمریاں لکھی گئی ہیں - تاریخ الحدیث میں اس سے زیادہ بیان ہے -

ایورینڈ کیبن سل لکھتے ہیں :- علی اسلامی علم و فضل کا بحر نا پیدا کنار تھا - وہ مسلمانوں کا سچا رہنما تھا وہ ایک نڈر بہادر سپاہی تھا - جو میدان جنگ سے کبھی پیٹھ نہیں موڑتا تھا - (خلفاء راشدین)

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ

طفیل بن عبداللہ بن سخرۃ کے غلام تھے - جب یہ مسلمان ہو گئے تو اُن کے آقا اور دیگر لوگوں نے اُن کو سخت اذیت پہونچانی شروع کی - حضرت ابوبکر نے ان کو خرید لیا - ہجرت میں رسول کریم کے ساتھ تھے - بروز ہجرت کفار مکہ نے سراقہ کو رسول کریم کی گرفتاری پر مامور کیا تھا - سراقہ سراغ لگا کر حضور تک پہونچ گیا - لیکن خداوند ذوالجلال نے اُس کو حضور پر قادر نہ ہونے دیا اور مجبور ہوا اُس نے حضور کو درخواست

کی کہ مجکو امان نامہ لکھدیجئے۔ تو حضور نے امان نامہ عامر ہی سے تحریر کرایا تھا۔
عامر بن طفیل رسول کریم کے پاس آیا۔ اور عرض کیا کہ چند قراء تعلیم قرآن کیلئے میری قوم میں بھیجئے۔ آپ نے قراء کو روانہ فرمایا انہیں عامر بھی تھے۔ کفار نے دغا کر کے بمقام بیر معونہ اُن کو شہید کر دیا۔ یہ واقعہ سنہ ۴ ہجری میں ہوا۔ یہ غزوات بدر و احد میں بھی شریک تھے۔ حضرت عمر ان کے بڑے مداح تھے۔

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ

بنی امیہ کے خاندان سے تھے۔ سعد بن وقاص کے بعد مسلمان ہوئے۔ ۵ ربیع الاول سنہ ہجری یوم پنجشنبہ کو مشرف باسلام ہوئے۔ یہ پانچویں مسلمان تھے اور قرآن کے پہلے کاتب تھے۔ بہت سے غزوات میں شریک ہوئے۔ رسول کریم نے ان کو صنعاء کا حاکم صدقہ مقرر کیا تھا۔ خلیفہ اول نے ایک لشکر کا سردار بنا کر شام کی طرف بھیجا تھا۔ جنگ اجنادین میں ۲۸ جمادی الاول روز شنبہ سنہ ۱۳ ہجری کو شہید ہوئے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

معاذ نام۔ ابو عبدالرحمن کنیت۔ قبیلہ خزرج سے تھے۔ نبوت کے بارہویں سال (۱۸) سال کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ بنو سلمہ کے محلہ میں مسجد تعمیر ہوئی تو رسول کریم نے ان کو اُس کا امام بنایا تھا۔ فتح مکہ کے بعد اہل مکہ کی تعلیم پر مامور ہوئے تھے۔ سنہ ۹ ہجری میں یمن کے گورنر بنائے گئے۔ حضرت ابوبکر کے عہد میں مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ حضرت عمر کے عہد میں سنہ ۱۸ھ میں سپہ سالار بنائے گئے۔ اسی سال وفات پائی۔

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ

یہ قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ ان کے متعلق لکھا ہے کہ ہجرت حبشہ میں شامل تھے۔ لیکن حبشہ کی پہلی ہجرت جو جب سنہ ۵ ہجری نبوی میں ہوئی۔ اسمیں گیارہ مرد تھے۔ اُس فہرست میں ان کا نام نہیں۔ چند ماہ بعد جب سورۃ النجم کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں اور دوبارہ حبشہ کو مسلمانوں نے ہجرت کی (غالباً ابتدائے سنہ ۶) ان میں یہ شامل ہوئے ہوں گے۔ اس لئے یہ غالباً سنہ ۵ نبوی میں شرف باسلام ہوئے۔ رسول کریم کے کاتب تھے۔ حضرت عمر کے عہد خلافت میں ایک لشکر کے سردار تھے۔ بیسان (نواح طبریہ) انہوں ہی نے فتح کیا تھا۔ سنہ ۱۸ ہجری میں انہوں نے اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے طاعون سے ایک ہی دن وفات پائی۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ

عویمر نام۔ ابوالدرداء کنیت۔ حکیم الامۃ لقب۔ قبیلہ خزرج کے خاندان عدی بن کعب سے تھے سنہ ۲ ہجری میں مشرف باسلام ہوئے۔ بدر کے علاوہ اکثر غزوات میں شریک رہے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو شام میں تعلیم پر مامور کیا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے دمشق کا قاضی مقرر کیا۔ امیر معاویہ جب کبھی باہر جاتے انکو اپنا قائم مقام بناتے۔ یہ قراء صحابہ میں سے تھے۔ سنہ ۳۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

یہ چھٹے مسلمان تھے۔ خلوت و جلوت میں رسول کریمؐ کے پاس رہتے تھے۔ صحابہ میں بڑے زیرک اور ذی علم تھے۔ رسول کریمؐ نے فرمایا ہے کہ ابن مسعود سے حدیث سیکھو (ترمذی) اور فرمایا ہے کہ ابن مسعود میری امت کیلئے جو مسائل تجویز کریں میں اسپر رضامند ہوں (کنز العمال) اور فرمایا ہے کہ چار آدمیوں سے قرآن سیکھو ابن مسعود۔ سالم مولیٰ ابی حذیفہ۔ معاذ بن جبل، ابی بن کعب (بخاری) حضرت عمرؓ ان کو خزینۃ العلم کہا کرتے تھے۔ حضرت حذیفہؓ کا قول ہے کہ رسول کریمؐ سے طرز و روش میں قریب تر ابن مسعود تھے۔ حضرت مسروق تابعی کا قول ہے کہ میں نے صحابہ کو دیکھا تو تمام صحابہ کے علوم کا سرچشمہ ان چھ کو پایا۔ علی بن ابی طالب، ابن مسعود، عمر فاروق۔ زید بن ثابت، ابوالدرداء۔ ابی بن کعب اسکے بعد دیکھا تو ان چھ کے علم کا خزانہ ان دو کو پایا۔ علی بن ابی طالب و ابن مسعود (اعلام الموقعین)

صحابہ میں ابن مسعود پہلے شخص تھے جنہوں نے مکہ میں علی الاعلان کفار کو قرآن پڑھ کر سنایا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں ان کو کوفہ میں معلم اور قاضی مقرر کیا تھا۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں بھی اسی عہدے پر رہے۔ اور بیت المال کے خازن رہے۔ جس طرح ان کے شاگردوں نے ان کے فتاویٰ اور مذہب فقہ کو مدون کیا ہے اس طرح دیگر صحابہ کے فتاویٰ اور مذاہب مرتب نہیں ہوئے (اعلام الموقعین)

سنہ ۳۲ھ میں وفات پائی۔ ساٹھ سال کی عمر پائی۔ ان سے (۸۴۸) حدیثیں مروی ہیں۔

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ

اُبی نام۔ ابوالمنذر و ابوالطفیل کنیت، اقرأ القوم لقب، حضرت عمرؓ ان کو سید المسلمین کہا کرتے تھے۔ بدر سے لیکر طائف تک تمام غزوات میں شریک رہے۔ حضورؐ نے اُن کو عامل صدقہ

مقرر کیا تھا۔ حضرت ابوبکر نے ان کو جمع قرآن پر مامور کیا تھا۔ حضرت عمر کے عہد میں مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ حضرت عثمان نے بھی ان کو جمع قرآن پر مامور کیا تھا۔ ان سے (۴۲) حدیثیں مروی ہیں سنہ ۲۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت لبید رضی اللہ عنہ

لبید بن ربیعہ عرب کے مشہور شاعر اور نہایت شریف النفس انسان تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد شاعری چھوڑ دی اور کتابت قرآن کا شغل اختیار کیا۔ خدا جانے کتنے قرآن لکھے۔ ایکسو چالیس برس کی عمر میں سنہ ۴۱ھ میں وفات پائی۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

زید بن ثابت نام۔ ابوسعید و ابوخارجہ و ابوعبدالرحمن کنیت۔ انصار مدینہ کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنو نجار سے تھے۔ ہجرت سے چھ سال قبل پیدا ہوئے۔ گیارہ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ غزوۂ تبوک میں مالک بن النجار کا علم رسول کریمؐ نے ان کو دیا تھا۔ یہ علم عمارہ بن حزم کے پاس تھا۔ عمارہ نے حضورؐ سے دریافت کیا! مجھ سے لیکر ان کو علم کیوں دیا گیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ یہ قرآن تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ غزوہ خندق اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک رہے، کاتب وحی تھے انہوں نے قرآن جمع بھی کیا تھا۔ حفظ بھی کیا تھا۔ رسول کریمؐ نے تین مرتبہ ان کو اپنا جانشین بنایا۔ ایک مرتبہ جب شام کی جانب تشریف لیجانے لگے۔ دو مرتبہ دو حجوں میں۔ حضرت عمر نے بھی ایک مرتبہ ان کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ حضرت عثمان بھی اپنے عہد خلافت میں جب حج کو جاتے ان کو اپنا جانشین بناتے۔ حضرت ابوبکر و حضرت عثمان نے اپنے عہد خلافت میں ان کو جمع قرآن پر مامور کیا۔ حضرت ابوبکر کے عہد میں جماعت شوریٰ کے رکن تھے۔ حضرت عثمان کے عہد میں افسر بیت المال تھے۔ سنہ ۴۵ھ میں بعمر ۵۶ سال وفات پائی۔

صحابہ میں عبداللہ بن عمر، ابوسعید، ابوہریرہ، انس، سہل بن سعد، سہل بن حنیف، عبداللہ ابن زید خطمی نے، تابعین میں سے سعید بن المسیب، قاسم بن ابوبکر بن صدیق، سلیمان بن یسار، ابان بن عثمان اور خود ان کے دونوں بیٹوں خارجہ و سلیمان نے ان سے روایت کی ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

جلیل القدر صحابہ میں سے تھے۔ (قاریاً عالماً بالفرائض شاعراً کاتباً فصیح اللسان جامع القرآن) یعنی قاری تھے، علم فرائض کے متبحر عالم تھے شاعر تھے، رسول کریم کے کاتب تھے فصیح تھے۔ انہوں نے بھی قرآن جمع کیا تھا۔ ان کا لکھا ہوا قرآن سنہ [illegible]ھ میں ابن یونس مصری نے دیکھا تھا۔ سنہ ۵۸ھ میں وفات پائی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

حسین نام۔ ابو عبداللہ کنیت۔ سید و شہید لقب۔ سنہ ۴ ہجری میں پیدا ہوئے حضرت علیؓ کے دوسرے صاحبزادے اور رسول کریم کے نواسے تھے۔ سنہ ۶۱ھ میں کربلا میں شہید ہوئے۔ ان سے (۸) روایتیں براہ راست رسول کریم سے ہیں۔ باقی روایات حضرت علی، حضرت عمر وغیرہ سے ہیں۔

ایک مرتبہ امام حسین مسجد میں تشریف لائے۔ بہت سے آدمی بیٹھے تھے۔ انہوں نے سلام کیا۔ سب نے جواب دیا۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص خاموش بیٹھے رہے۔ جب سب لوگ خاموش ہوگئے تو عبداللہ نے پکار کر کہا السلام علیك ورحمة الله وبركاته اور لوگوں سے کہا کہ میں تمہیں بتا دوں کہ زمین و آسمان کے رہنے والوں میں محبوب ترین کون شخص ہے یہی ہیں جو جا رہے ہیں (اسد الغابہ)

ایک عراقی نے حضرت عبداللہ بن عمر سے دریافت کیا کہ مچھر کا خون کپڑے پر لگ جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔ ابن عمر نے لوگوں سے کہا کہ ان کو دیکھو رسول کے نواسے کو تو شہید کر دیا۔ مچھر کے خون کا سوال کرتے ہیں۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

رسول کریم کے چچا زاد بھائی تھے۔ ہجرت سے تین سال قبل شعب ابی طالب میں پیدا ہوئے حضور نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی کہ خدا اس کو دین کا فہم عطا فرما اور قرآن کی تفسیر کا علم دے۔ خدا نے یہ دعا قبول فرمائی اور یہ ایسے ہی ہوئے سلطان المفسرین، ترجمان القرآن اور حبر الامۃ ان کے لقب تھے۔ باوجود کم عمر ہونے کے حضرت عمر اپنے عہد خلافت میں ان سے مشورہ لیا کرتے اور آیات کی تفسیر دریافت کیا کرتے تھے۔ ابن عباس ایک دن تفسیر ایک ہی وقت

ایک دن سیر و مغازی، ایک دن ادب، ایک دن تاریخ کا درس دیا کرتے تھے۔ حضرت عثمان کے عہد خلافت میں فتوحات افریقہ میں جو حرب العبادلہ مشہور ہے یہ اس کے رکن اعظم تھے۔ جنگ صفین میں حضرت علی کی طرف سے سپہ سالار تھے۔ حضرت علی کے عہد میں بصرہ کے گورنر رہے۔ آخر عمر میں بصارت جاتی رہی تھی۔ (۷۱) سال کی عمر میں طائف میں وفات پائی۔ سنہ ۶۸ ہجری۔

شیخ ابوبکر محمد بن موسیٰ نے ان کے فتاووں کو بیس جلدوں میں جمع کیا ہے۔ ابن عباس رض نے (۱۶۶۰) حدیثیں روایت کی ہیں ان میں سے (۲۵) براہ راست حضور سے ہیں باقی صحابہ سے ہیں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

عمر فاروق کی بیٹی اور رسول کریم کی زوجہ تھیں۔ بعثت سے پانچ سال قبل پیدا ہوئیں۔ سنہ ۳ھ میں رسول کریم سے عقد ثانی ہوا۔ (۶۳) سال کی عمر میں وفات پائی۔ ان کے فتاوی کی تعداد ایک رسالہ کے قریب ہے۔ ان سے (۶۰) حدیثیں مروی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

ابوبکر صدیق کی بیٹی اور رسول کریم کی زوجہ تھیں۔ بعثت سے چار سال بعد پیدا ہوئیں۔ چھ سال کی عمر میں ان کا نکاح ہوا اور نو سال کی عمر میں رخصتی ہوئی (۱۸) سال کی عمر میں بیوہ ہو گئیں (۶۶) سال کی عمر میں سنہ ۵۸ ہجری میں وفات پائی۔ ان سے (۲۲۱۰) حدیثیں مروی ہیں، ان کو کل قرآن حفظ تھا۔ یہ عورتوں کی امام بنا کرتی تھیں۔ صحابہ ان سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔ ان کا علم و فضل مسلم تھا۔ تاریخ الحدیث میں ان کا تذکرہ میں نے مفصل لکھا ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

ہند نام۔ ام سلمہ کنیت، ان کے باپ ابی امیہ سہل بن المغیرہ قریش کے قبیلہ بنی مخزوم سے تھے۔ یہ ابتداء اسلام میں اپنے شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئیں۔ اور حبشہ کو ہجرت کی۔ سنہ ۳ھ میں ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا۔ سنہ ۴ھ میں رسول کریم نے ان سے نکاح کر لیا۔ یہ کامل العقل اور صائب الرائے تھیں۔ خلفائے راشدین کے عہد میں فتوے دیتی تھیں۔ رسول کریم کے طرز پر قرآن پڑھتی تھیں۔ (۸۴) برس کی عمر میں سنہ ۶۳ھ میں وفات پائی۔ ان سے (۳۷۸) مروی ہیں۔

تابعین و تبع تابعین رضی اللہ عنہم

ابوالاسود

ظالم بن عمرو بن سفیان نام، ابوالاسود کنیت۔ ان کا نسب کنانہ میں رسول کریمؐ سے مل جاتا ہے۔ یہ دیل بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کی نسل سے ہیں۔ اس لئے ان کا قبیلہ دؤلی اور دیلی مشہور تھا ہجرت سے سو برس قبل پیدا ہوئے۔ ابوعبیدہ نے لکھا ہے کہ یہ صحابی تھے مگر صحیح یہ ہے کہ حضورؐ کے دیدار مبارک سے بحالت اسلام مشرف نہیں ہوئے۔ محققین اور کبار تابعین میں سے ہیں حضرت عمرؓ کے عہد میں مدینہ آئے۔ عمر بن الخطابؓ، علیؓ، ابن عباسؓ، ابوذرؓ وغیرہم صحابہ سے علم حاصل کیا۔ عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ تینوں خلفاء کے عہد میں ممالک کے والی رہے۔ جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے۔ محدث، فقیہ، مفسر، ادیب، قاری تھے۔ دانشمند اور حاضر جواب تھے، کفایت شعار دولتمند تھے۔ علم نحو کے موجد تھے۔ کفایت شعاری کی وجہ سے بخیل مشہور ہو گئے تھے۔ سر کے گنجے تھے، گندہ دہنی کے مرض میں مبتلا تھے۔ حضرت علیؓ نے ابن عباسؓ کو جب بصرہ کا والی مقرر کیا تو ان کو میر منشی بنایا مگر دونوں میں موافقت نہیں ہوئی۔ اور انہوں نے ابن عباسؓ کی شکایتیں لکھنا شروع کیں اس پر حضرت علیؓ و ابن عباسؓ میں خط و کتابت ہوئی۔ آخر ابن عباسؓ ناراض ہو کر مستعفی ہو گئے حضرت علیؓ نے ابن عباسؓ کی جگہ ابوالاسود کو والی مقرر کیا اور ابوالاسود کی جگہ زیاد بن امیہ (جو زیاد بن ابی سفیان مشہور ہے۔ عبید اللہ سپہ سالار لشکر یزید قاتل امام حسینؓ کا باپ) کا تقرر کیا (عبید اللہ بن زیاد ابوالاسود کا شاگرد تھا)

ابوالاسود اور زیاد میں بھی موافقت نہیں ہوئی۔ زیاد نے ان کی شکایتیں حضرت علیؓ کو لکھیں۔ لیکن حضرت علیؓ نے ایک نہ سنی۔ جب ان کو معلوم ہوا تو انہوں نے زیاد کی ہجو لکھی جو اب تک موجود ہے ان کو حکومت کرتے ہوئے ایک ہی سال ہوا تھا کہ حضرت علیؓ شہید ہو گئے۔ حضرت امام حسنؓ نے ان کو بدستور قائم رکھا۔ جب امیر معاویہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے کچھ دنوں تک ان کو بحال رکھا پھر بسر بن ارطاۃ کو گورنر بصرہ مقرر کیا۔ ابوالاسود نے سنہ ۶۹ھ میں وفات پائی۔ ان کو حضرت عمرؓ نے قرآن پر اعراب لگانے کا حکم دیا تھا۔ انہوں نے عرصے کے بعد اعراب بصورت نقاط قائم کئے۔ اور اس کے متعلق ایک رسالہ لکھا اور حضرت علیؓ کے حکم سے قواعد نحو مدون کئے اور ایک رسالہ لکھا۔

خلیفہ عبدالملک بن مروان

مروان بن الحکم کا بیٹا تھا۔ سن ۲۶ھ میں پیدا ہوا۔ اکیس سال کی عمر میں سن ۶۵ھ میں تخت نشین ہوا اس کے افسر فوج مشہور ظالم و ادیب و قاری حجاج بن یوسف نے مکہ پر چڑھائی کر کے حضرت عبداللہ بن زبیر صحابی کو سن ۷۳ھ میں شہید کر دیا۔

عبدالملک نے مدتوں تک مسجد نبوی میں عوام کی طرح تحصیل علم کی۔ یہ بہت بڑا ادیب و فقیہ تھا اس نے حکم دیا کہ قرآن مجید پر نقاط لگائے جائیں مگر یہ کام اس کے عہد میں نہ ہو سکا۔ اس کے عہد میں سلطنت بنی امیہ کو استحکام اور ترقی ہوئی۔ سن ۸۶ھ میں وفات پائی۔

نصر بن عاصم لیثی

ابوالاسود کے شاگرد تھے۔ قراءت حجاج بن یوسف میں ہیں۔ انہوں نے یحییٰ بن یعمر کے ساتھ اپنے استاد کے ایجاد کردہ نقاط قرآن میں اصلاح کی اور حرکات ایجاد کیں سن ۹۰ھ میں وفات پائی۔

سعید بن جبیر

ابن مسعود، ابن عباس، ابن عمر و عدی بن حاتم طائی کے شاگرد تھے۔ خلیفہ عبدالملک ابن مروان کی فرمائش سے انہوں نے تفسیر لکھی تھی۔ عطاء بن ابی رباح ان کے شاگرد تھے حضرت ابن عباس کے پاس کوئی استفتا لیکر جاتا تو فرماتے کیا تمہارے یہاں سعید نہیں ہے۔ پچاس برس کی عمر میں حجاج بن یوسف نے سن ۹۵ھ میں شہید کیا۔

خلیفہ ولید بن عبدالملک

اپنے باپ کے بعد سن ۸۶ھ میں تخت نشین ہوا۔ اس کے وقت میں بہت سے ممالک فتح ہوئے ترکستان کا کچھ حصہ ہندوستان میں سندھ، اسپین میں اندلس اسی کے عہد میں فتح ہوئے۔ حجاج ابن یوسف کے مظالم اس کے عہد میں اور بھی زیادہ ہو گئے تھے۔ حجاج نے صحابہ پر ظلم کئے۔ تابعین میں سے بزرگوں کو قتل کیا۔ حجاج سن ۹۵ھ میں مرا۔ خلیفہ ولید نے اپنے باپ کے حکم کی تجدید کی یعنی حجاج کو حکم دیا کہ قرآن مجید پر نقاط وغیرہ لگائے جائیں۔ یہ کام اس کے عہد میں مکمل ہوا۔ اس نے سن ۹۶ھ میں انتقال کیا۔

عکرمہ

حضرت عبداللہ بن عباس کے موالی اور شاگرد تھے۔ ابن عباس نے ان کو بہت محنت سے تفسیر سکھائی تھی۔ عباس بن مصعب مروزی کا قول ہے کہ ابن عباس کے تلامذہ میں عکرمہ تفسیر کے سب سے بڑے ماہر تھے۔ امام شعبی اور مفسر قرآن قتادہ نے بھی ان کی تعریف کی ہے۔ سعید بن جبیر اور مجاہد نے بھی ان سے استفادہ کیا تھا۔ عکرمہ جب تک بصرہ میں رہے۔ امام حسن بصری فتوی نہ دیتے تھے۔ سنہ ۱۰۵ھ میں وفات پائی۔

امام حسن بصری

سنہ ۲۱ھ میں پیدا ہوئے حضرت انس اور حضرت امام حسن کے شاگرد تھے۔ احنف بن قیس اور قیس بن عباد شاگرد ان حضرت علی سے بھی استفادہ کیا تھا۔ ان کی والدہ خیرہ نام ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ تھیں۔ ایک دن ان کی والدہ کسی کام میں مشغول تھیں۔ یہ شیر خوار تھے رو رہے تھے۔ ام المؤمنین نے ان کو چپ کرانے کیلئے پستان مبارک منہ میں دیدی۔ خدا کی شان دودھ نکل آیا۔ یہ پی گئے۔ یہ فضیلت ان کو ایسی حاصل ہوئی کہ کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ قرآن مجید کے ربع نصف ثلث مقرر کرنے اور نقاط لگانے کیلئے ان قرار کو حجاج بن یوسف نے مامور کیا تھا ان میں یہ بھی تھے۔ ان کا شمار قراء بدر میں ہے۔ امام مجتہد تھے۔ حمید الطویل ان کے شاگرد تھے۔ سنہ ۱۱۰ھ میں وفات پائی۔

امام باقر

محمد نام۔ ابوجعفر کنیت۔ باقر لقب، امام زین العابدین کے صاحبزادے اور امام حسین شہید کربلا کے پوتے تھے۔ بروز جمعہ صفر سنہ ۵۷ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد، جد اور صحابہ میں ابوہریرہ، ابو سعید خدری اور ابن عباس کے شاگرد تھے۔ حضرت جابر صحابی نے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا تھا۔ انہوں نے قرآن کی تفسیر لکھی تھی۔ امام زہری۔ امام مالک، امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری، امام اوزاعی ان کے شاگرد تھے سنہ ۱۱۴ھ میں وفات پائی۔

ابن عامر

عبداللہ بن عامر بن یزید بن تمیم قراء سبعہ میں سے ہیں۔ حضرت ابوالدرداء صحابی اور حضرت معاذ بن جبل صحابی کے شاگرد تھے۔ دمشق کے رہنے والے تھے۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک کے عہد حکومت

میں دمشق کے قاضی تھے - حافظ ابن حجر نے ان کو طبقہ سادسہ میں شمار کیا ہے - حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے تھے (۹۷) برس کی عمر میں سنہ ۱۱۸ھ میں وفات پائی ان کی قرات کے دو راوی ہیں - ایک ابن ذکوان القرشی الدمشقی سنہ ۲۴۲ھ - دوسرے ہشام بن عمار بن نصیر السلمی -

ابن کثیر

عبداللہ بن کثیر الداری مولی عمر بن علقمۃ الکنانی - مکہ کے رہنے والے تھے - حافظ ابن حجر نے ان کو طبقہ سادسہ میں شمار کیا ہے - حضرت عبداللہ بن السائب المخزومی صحابی و مجاہد بن جبیر کے شاگرد حضرت ابی بن کعبؓ اباس مولی حضرت عبداللہ بن عباس ان کے اساتذہ میں تھے - ان کی قرات کے دو راوی ہیں - ایک ابو عمر محمد عبدالرحمن مکی مخزومی المعروف قنبل سنہ ۲۹۱ھ - دوسرے احمد بن محمد مکی المعروف بزی - بزی اور ابن کثیر کے درمیان دو اور قنبل اور ابن کثیر کے درمیان چار واسطے ہیں ابن کثیر قراء سبعہ میں سے ہیں سنہ ۱۲۰ھ میں وفات پائی -

عاصم

عاصم بن ابی النجود قراء سبعہ میں سے ہیں انہوں نے اخذ قرات ابوعبدالرحمن بن حبیب السلمی و ابو رزین سے کیا - ابوعبدالرحمن حضرت زید بن ثابت و حضرت ابی بن کعب و حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت علی کے شاگرد تھے - ابو رزین حضرت ابن مسعود - حضرت علی - حضرت عثمان کے شاگرد تھے عاصم کی قرات سنداً بہت صحیح تسلیم کی جاتی ہے - امام اعظم بھی قرات میں ان کے شاگرد تھے - کوفہ میں سنہ ۱۲۸ھ میں وفات پائی - ان کی قرات کے دو راوی ہیں - ایک حفص بن سلیمان بن مغیرہ سنہ ۱۸۰ھ دوسرے ابوبکر بن سالم سنہ ۱۹۳ھ -

ابو سلیمان یحییٰ بن یعمر عدوانی

حضرت عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن عباس و ابوالاسود کے شاگرد تھے - قتادہ نے ان سے روایت کی ہے - خراسان کے قاضی تھے - انہوں نے نصر بن عاصم کے ساتھ اپنے استاد ابوالاسود کے نقاط قرآن میں اصلاح کی اور حرکات ایجاد کئے - حجاج بن یوسف نے ان کو شہر بدر کر دیا تھا - سنہ ۱۲۹ھ میں وفات پائی -

ابو عمر

ابو عمرو ابن العلاء بن العمار - قراء سبعہ میں سے ہیں - بصرہ کے رہنے والے تھے - ۸۶ برس کی عمر میں بزمانہ خلافت منصور عباسی ۱۵۴ھ یا ۱۵۵ھ میں کوفہ میں وفات پائی - حافظ ابن حجر نے ان کو طبقہ خامسہ میں شمار کیا ہے - اور سعید بن جبیر و حسن بصری وغیرہ کے شاگرد تھے -

ان سے ابو شعیب صالح بن زیاد بن عبداللہ مشہور سوسی (سوس ایک موضع ہے) ۲۶۱ھ اور ابو عمر حفص بن عمر دوری (دور بغداد کے قریب ایک موضع ہے) ۲۴۶ھ - ابو عمرو کے بواسطت ابو محمد یحییٰ بن المبارک الیزیدی راوی ہیں -

حمزہ کوفی

ابو عمارہ بن حبیب الزیات مولیٰ بنی تیم ۸۰ھ میں پیدا ہوئے - ۱۵۶ھ میں بمقام حلوان وفات پائی - قراء سبعہ میں سے ہیں - یہ امام جعفر صادق کے شاگرد تھے - اس طرح ان کا ایک سلسلہ حضرت علی پر منتہی ہوتا ہے اور دوسرا سلسلہ حضرت عبداللہ بن مسعود پر -

انہوں نے عاصم و اعمش اور منصور بن المعتمر وغیرہ سے بھی استفادہ کیا ہے - ان کی قراءت کے دو راوی ہیں ایک ابو عیسیٰ خلاد بن خلاد الکوفی الصیرفی ۲۲۰ھ - دوسرے محمد بن خلف معروف بزار ۲۲۹ھ یہ محدث تھے امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے تھے - امام مسلم نے ان سے تخریج کی ہے -

خلیل بن احمد

ابو عمرو بن العلاء (شاگرد نصر بن عاصم) کے شاگرد تھے - سیبویہ، نضر بن شمیل، ابو فید مورج علی بن نصر جہضمی ان کے شاگرد تھے - انہوں نے خط نسخ میں اصلاح کی اور ہمزہ اور تشدید وغیرہ ایجاد کئے - ۱۷۰ھ میں وفات پائی -

نافع

نافع ابن عبدالرحمن بن ابی نعیم مولیٰ بنی لیث - بعض ان کو دادا کی نسبت سے ابی نعیم بھی لکھتے ہیں - ان کی کنیتیں چار مشہور ہیں - ابو رویم - ابو عبداللہ - ابو عبدالرحمن - ابوالحسن - تبع تابعین میں سے تھے

اصل ان کی اصفہان سے ہے مگر مدینہ میں رہتے تھے۔ خلیفہ ہادی عباسی کے عہد میں سنہ ۱۶۹ھ یا ۱۹ ۱ھ
میں وفات پائی۔ قراء سبعہ میں سے ہیں۔ انہوں نے ستر قراء تابعین سے اخذ قراءت کیا۔ ابوجعفر یزید
ابن قعقاع مولی مخزومی، ابوعبداللہ عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج، شیبہ بن النصاح مدنی۔ ابوعبداللہ مسلم
بھی ان کے اساتذہ میں سے ہیں یہ سب شاگرد تھے ابن ابی ربیعہ اور حضرت عبداللہ بن عباس کے اور
یہ دونوں شاگرد تھے حضرت ابی بن کعب کے۔ حافظ ابن حجر نے ان کو تقریب التہذیب میں طبقہ سابعہ
میں شمار کیا ہے۔ ان کی قراءت کے دو راوی ہیں۔ ایک عثمان بن سعید المعروف ورش سنہ ۱۹۷ھ دوسرے
قالون سنہ ۲۳۶ھ۔ امام سیوطی نے لکھا ہے کہ از روئے سند نافع اور عاصم کی قراءت اصح ہے۔

رجال قرن ثانی

(سنہ ۱۷۱ھ سے سنہ ۲۲۰ھ تک)

ضحاک بن عجلان

مشہور کاتب اور مصلح خط تھا۔ قرآن مجید کثرت سے لکھا کرتا تھا۔ خلیفہ ابوالعباس سفاح کے عہد
میں تھا۔ سنہ ۱۵۴ھ میں وفات پائی۔

کسائی

ابوالحسن علی بن حمزہ بن عبداللہ بن بہمن قراء سبعہ میں سے ہیں۔ ابو عمارہ حمزہ کے شاگرد تھے
.... خلیفہ ہارون رشید کے مصاحب تھے۔ اور استاد بھی تھے۔ علم قراءت، علم نحو،
علم ادب، علم خط ان چاروں علوم کے امام تھے۔ انہوں نے خط حمیری سے خط کوفی ایجاد کیا۔ امام سیوطی نے
لکھا ہے کہ ابو عمرو کسائی کی قراءت تمام قراءتوں میں زیادہ فصیح ہے۔ سنہ ۱۸۹ھ میں وفات پائی۔
ان کی قراءت کے دو راوی ہیں۔ ایک ابو عمر حفص معروف دوری، دوسرے ابوالحارث بن
خالد البغدادی۔

امام ابوبکر

سنہ ۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔ سنہ ۱۹۳ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔ امام احمد بن حنبل و شیخ ابن مبارک
نے ان کی بہت تعریف کی ہے۔ انہوں نے اپنی عمر میں چوبیس ہزار بار قرآن ختم کیا۔

نضر بن شمیل

خلیل بن احمد کے شاگرد تھے۔ ابو عبید قاسم بن سلام ان کے شاگرد تھے۔ کتاب القراءۃ کتاب المدخل کتاب المعانی وغیرہ ان کی تصانیف ہیں۔ سنہ ۲۰۳ھ میں وفات پائی۔

الفریابی

محمد بن یوسف بن واقد بن عثمان الضبی نام۔ یونس ابن ابی اسحاق کے شاگرد تھے۔ امام احمد بن حنبل اور امام بخاری نے ان سے روایت کی ہے۔ ان کی تفسیر کا نام تفسیر الفریابی ہے۔ سنہ ۲۱۲ھ میں وفات پائی۔

رجال قرن ثالث

شیخ ابن راہویہ

اسحاق ابن ابراہیم نام۔ شیخ فضیل بن عیاض و شیخ فضل بن دکین کے شاگرد تھے۔ شیخ عبد اللہ بن مبارک سے بھی روایت کرتے تھے۔ شیخ یحییٰ بن معین نے ان سے روایت کی ہے۔ امام بخاری انکے شاگرد تھے۔ (۷۷) سال کی عمر میں ۲۳۸ھ میں وفات پائی۔

امام احمد بن حنبل

سنہ ۱۶۴ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ امام ابو یوسف، امام محمد بن الحسن، امام زفر، امام شافعی کے شاگرد تھے۔ امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ احمد بن حنبل سب سے زیادہ صحیح حدیث جاننے والے ہیں۔ مجتہد صاحب مذہب تھے۔ ان کا مسند ضخیم و مشہور ہے۔ اس میں پچاس ہزار حدیثیں ہیں۔ سنہ ۲۱۳ھ میں خلیفہ کا عقیدہ ہوا کہ قرآن مخلوق ہے۔ اس پر محدثین و علماء سے جواب لیا گیا۔ خلاف رائے ظاہر کرنے والوں میں سے بعض قتل کئے گئے۔ بعض کو اور سزائیں دی گئیں۔ اسی سلسلہ میں امام صاحب قید ہوئے اور مصائب میں مبتلا ہوئے۔ سنہ ۲۴۱ھ میں امام صاحب نے وفات پائی۔

امام بخاری

محمد بن اسمٰعیل نام۔ ابو عبد اللہ کنیت۔ امیر المؤمنین فی الحدیث و ناصر الاحادیث النبویہ

وناشر المواریث المحمدیہ لقب، سنہ ۱۹۴ھ میں بخارا میں پیدا ہوئے۔ امام اعظم کے شاگردوں کے شاگرد تھے۔ ان کی کتاب صحیح بخاری صحاح ستہ میں اوّل درجہ کی کتاب ہے۔ سنہ ۲۵۶ھ میں وفات پائی۔

رجال عہد اختلافی
(سنہ ۲۶۱ھ سے سنہ ۳۱۰ھ تک)

امام ابن ماجہ

ابو عبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی سنہ ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے۔ امام ترمذی کے شاگرد تھے ان کی کتاب سنن ابن ماجہ صحاح ستہ میں شامل ہے۔ کثیر التصانیف اور صاحب تفسیر ہیں۔ سنہ ۲۷۳ھ میں وفات پائی۔

امام ابن جریر طبری

ابو جعفر ابن جریر نام۔ سنہ ۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے۔ شیخ اسمٰعیل بن موسیٰ سدی سے روایت کرتے تھے۔ ان سے طبرانی نے روایت کی ہے۔ مجتہد صاحب مذہب تھے۔ ان کا مذہب سنہ ۵۰۰ھ تک چل کر معدوم ہوگیا۔ کثیر التصانیف مشہور مورخ و مفسر ہیں۔ سنہ ۳۱۰ھ میں وفات پائی۔

ایک ابن جریر طبری فرقہ کرامیہ میں بھی گذرا ہے۔ وہ بھی صاحب تفسیر و تاریخ ہے۔ دونوں میں باعتبار سنین ولادت و وفات میں فرق ہے۔ بعض لوگ اس ابن جریر کے اقوال امام ابن جریر کی طرف منسوب کرکے دھوکہ دیتے ہیں۔ کوہستان شام میں ایک فرقہ جریری مشہور ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ امام ابن جریر کا مقلد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ابن جریر کرامیہ کا پیرو ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

رجال قرون ثلاثہ کے بعد
(سنہ ۳۱۱ھ سے سنہ ۱۳۵۷ ہجری تک)

اسحاق

ابو الحسین اسحاق بن ابراہیم تیمی مشہور کاتب تھا۔ اس نے رسم الخط پر ایک کتاب تحفۃ الوامق نام تصنیف کی تھی۔ قرآن لکھا کرتا تھا۔ خلیفہ المقتدر باللہ کے عہد میں تھا جس نے سنہ ۳۲۰ھ تک حکومت کی

ابن مقلہ

ابوعلی محمد بن علی بن الحسین بن مقلہ۔ خلیفہ القاہر باللہ عباسی کا وزیر تھا۔ اس نے خط حیری سے خط نسخ ایجاد کیا۔ اور پھر خط نسخ سے پانچ خط اور نکالے۔ خط محقق۔ خط ریحان۔ خط ثلث۔ خط توقیع خط رقاع۔ اس کے عہد سے قرآن کی کتابت خط نسخ میں ہونے لگی۔ سنہ ۳۲۸ھ میں وفات پائی۔

ابن بواب

ہلال نام۔ ایک شخص امیر بویہ کے دروازے پر چوکیدار تھا۔ جس کو عربی میں بواب کہتے ہیں۔ اس کے بیٹے ابوالحسین علی بن ہلال بواب نے محمد بن اسد اور سمسانی تلامذہ ابن مقلہ سے فن کتابت سیکھا اور ابن مقلہ کے ایجاد کردہ خط نسخ کی اصلاح و تزئین کی۔ یہ قرآن مجید کے مشہور کاتبوں میں سے تھا۔ سنہ ۴۲۳ھ میں وفات پائی۔

علامہ دانی

ابوعمر عثمان ابن سعید الدانی نام۔ معروف ابن صیرفی۔ سنہ ۳۷۱ھ میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید کے متعلق ان کی متعدد محققانہ تصانیف ہیں۔ سنہ ۴۴۴ھ میں وفات پائی۔

سجاوندی

ابوعبداللہ محمد بن محمد بن طیفور سجاوندی (سجاوند غزنی کے قریب بخارا کے راستہ میں ایک ضلع ہے) علامہ عصر و کثیر التصانیف تھے۔ علامات رموز و اوقاف و رکوع وغیرہ ان کی ایجاد ہیں۔ آخر صدی ششم میں وفات پائی۔ بعض علما نے رموز و اوقاف کے متعلق لکھا ہے کہ علماء غزنی کی ایجاد ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ علماء ماوراء النہر کی ایجاد ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ سجاوندی کی ایجاد ہیں۔ لکھنے والوں نے مشہور مقام کا نام لکھا ہے اور یہ علاقہ ماوراء النہر بھی ہے۔

فخر الکتاب

عماد جوینی نام۔ سلطان صلاح الدین کا کاتب تھا۔ کتاب خریدہ اسکی تصنیف ہے۔ قرآن کا کاتب تھا۔ سنہ ۵۹۷ھ میں وفات پائی۔ فخر الکتاب خطاب تھا۔

یاقوت رقم اول

امین الدولہ ابو الدر یاقوت ابن عبد اللہ الملکی الموصلی نام۔ یہ ملک شاہ سلجوقی کا کاتب تھا۔ قرآن لکھتا تھا سنہ ۶۱۸ھ میں وفات پائی۔

یاقوت رقم ثانی

ابن عبد اللہ رومی الحموی۔ قرآن کا مشہور کاتب تھا۔ سنہ ۶۲۶ھ میں وفات پائی۔

قاضی بیضاوی

ابو سعید ناصر الدین عبد اللہ بن عمر البیضاوی نام۔ شافعی المذہب تھے۔ شیراز کے قاضی تھے۔ آخر عمر میں ترک منصب کر کے شیخ محمد بن محمد کتحاتی کی خدمت میں رہے۔ شیخ کے ایما سے تفسیر لکھی۔ ان کی تفسیر مشہور و مقبول ہے۔ سنہ ۶۹۲ھ میں وفات پائی۔

یاقوت رقم ثالث

ابو المجد خواجہ عماد الدین رومی۔ قرآن کا کاتب، فن کتابت کا امام تھا۔ خلیفہ مستعصم باللہ کا درباری تھا۔ سنہ ۶۹۸ھ میں وفات پائی۔ اس کا لکھا ہوا قرآن نوابزادہ سعید الظفر خان آف بھوپال کے کتب خانہ میں ہے۔ اس نے خط تیرا موز سے خط نستعلیق ایجاد کیا۔

امام سیوطی

عبد الرحمن بن ابی بکر کمال بن محمد بن سابق الدین بن عثمان نام۔ ابو الفضل کنیت، جلال الدین لقب۔ موضع سیوط علاقہ مصر کے باشندے تھے۔ سنہ ۸۴۹ھ میں پیدا ہوئے۔ شیخ الاسلام علم الدین بلقینی، شیخ تقی الدین شمنی، شیخ محی الدین کافیجی سے علم حاصل کیا۔ ان کے والد ان کو بخیال برکت ایک مرتبہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے درس میں لے گئے تھے۔ اس وقت یہ تین برس کے تھے۔ اس لئے بعض نے ان کو حافظ کا شاگرد لکھا ہے۔ ان کی کل تصانیف کی تعداد پانسو ہے ان میں سے (۹۰) کتابیں فن حدیث میں ہیں سنہ ۹۱۱ھ میں وفات پائی۔ بعض علماء نے ان کو حاطب اللیل (اندھیرے میں لکڑیاں جمع کرنے والا) لکھا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے بغیر کسی امتیاز اور جانچ کے جو حدیث بھی سنی لکھ دی۔ ان کی کتابوں میں

ضعیف، مضطرب وغیرہ اقسام کی حدیثیں بہت ہیں۔ لیکن سب کچھ جمع کر گئے۔

میں کہتا ہوں کہ اس امر میں سیوطی کے ساتھ علما نے انصاف نہیں کیا۔ یہ خطاب ان کے لئے جب مناسب و موزوں تھا کہ انھوں نے یہ دعویٰ کیا ہوتا کہ میں نے جس قدر حدیثیں لکھی ہیں سب قابلِ قبول کی ہیں اور شیخین کی شرائط پر ہیں۔ اور میری نظر سے شیخ کا ایسا دعویٰ نہیں گذرا۔ اس لئے شیخ کا مسلمانوں پر احسان ہے کہ جو کچھ مناسب لکھا اور تحقیق کو آیندہ آنے والوں پر چھوڑ دیا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو احادیث میں جعل کا سلسلہ آج تک بھی ختم نہ ہوتا۔ اور خدا جانے کس کس قسم کی روایتیں گڑھی جاتیں اور ان روایتوں میں بھی کیا کیا تغیرات ہو جاتے۔ اسی وجہ سے شیخ ابوالحسن بکری نے فرمایا ہے کہ سیوطی کا تمام عالم پر احسان ہے (تاریخ الحدیث ص۱۱۱) ان کی تصانیف میں اتقان و درمنثور وغیرہ زیادہ مشہور ہیں۔

قبلۃ الکتاب

مرزا سلطان علی مشہدی نام۔ میر علی تبریزی کے شاگرد تھے۔ قرآن کے کاتب تھے۔ قبلۃ الکتاب خطاب تھا۔ بابر بادشاہ نے اپنی تزک میں ان کی تعریف کی ہے۔ سنہ ۹۲۲ھ میں وفات پائی۔

میر علی ہروی

مرزا سلطان علی کے شاگرد تھے۔ قرآن کے کاتب تھے۔ شاعر بھی تھے مجنون تخلص تھا شیعہ مذہب تھے۔ صاحب تصنیف تھے۔ قرآن لکھنے کے شائق تھے۔ ان کی تصانیف لندن اور کتب خانہ پٹنہ میں موجود ہیں۔ سلاطین بخارا کے دربار میں تھے۔ سنہ ۹۵۰ھ میں وفات پائی۔

شعبان

شیخ زین الدین شعبان بن محمد بن داؤد الآثاری۔ یہ مصر سے مکہ معظمہ اور یمن گئے پھر ہندوستان آئے۔ قرآن لکھتے تھے۔ غالباً دسویں صدی ہجری میں وفات پائی۔

شیخ علی قاری

نورالدین علی بن محمد سلطان القاری الہروی نام۔ تصانیف میں یہ امام سیوطی سے کچھ ہی کم ہیں۔ اور ہر علم و فن پر ان کی تصانیف ہیں۔ سنہ ۱۰۱۴ھ میں وفات پائی۔

میر عماد قزوینی

فن نستعلیق کے امام فن تھے۔ شاہ ایران عباس صفوی کے درباری تھے۔ بادشاہ نے ان سے شاہنامہ لکھنے کی فرمائش کی۔ انہوں نے ستر اشعار لکھکر پیش کئے۔ بادشاہ نے ستر تومان (ایران کا چاندی کا سکہ) انعام دیا۔ میر صاحب نے خلاف شان سمجھکر واپس کردیا۔ بادشاہ نے غضبناک ہوکر ۱۰۲۴ھ میں ان کو قتل کرا دیا۔ جب یہ خبر ہندوستان پہنچی تو شہنشاہ جہانگیر نے رو کر کہا کہ اگر عباس انکو میرے پاس بھیجدیتا تو میں اُن کو ان کے ہموزن سونا دیتا۔ یہ بھی قرآن لکھا کرتے تھے۔

شاہ ولی اللہ

دہلی وطن تھا۔ شاہ عبدالرحیم کے صاحبزادے۔ محدث تھے، مفسر تھے، فقیہ تھے، قاری تھے سرحلقہ سلاسل طریقت تھے۔ قرآن اور علوم دینیہ کی ظاہری و باطنی عظیم الشان خدمات آپ نے اور آپکے صاحبزادوں شاہ عبدالعزیز (۱۲۳۹ھ) شاہ رفیع الدین (۱۲۳۳ھ) شاہ عبدالقادر (۱۲۳۰ھ) اور آپکے دیگر اعزا، اور اہل خاندان نے جنمیں سے ہر ایک امام وقت تھا۔ انجام دی ہیں۔ آپ کی اور آپ کے صاحبزادوں کی ہر علم وفن پر تصانیف ہیں۔ جو نہایت محققانہ ہیں اور کثیر التعداد ہیں۔ آپ کی تصانیف عرب و مصر میں بھی مقبول ہوئی ہیں۔ ہندوستان میں علم دین کے تقریباً تمام سلاسل آپ کی ذات والاصفات سے وابستہ ہیں۔ ۱۱۷۶ھ میں وفات پائی۔

آپ کے صاحبزادگان کے تلامذہ میں شاہ عبدالغنی مجددی عمری مہاجر مدنی (۱۲۹۶ھ) قاضی ثناء اللہ پانی پتی (۱۲۲۵ھ) نواب قطب الدین خان (۱۲۸۹ھ) حاملان علم و عمل تھے۔

قاری کرم اللہ

اصل باشندہ امروہہ کے تھے۔ دہلی میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ فن قرات کے امام تھے۔ محدث تھے۔ سلسلہ طریقت میں شاہ غلام نقشبندی کے خلیفہ تھے۔ ۱۳۰۵ھ میں وفات پائی۔

قاری کرم اللہ عن شاہ عبدالمجید دہلوی عن قاری غلام مصطفےٰ تھانیسری عن قاری عبدالملک ابن نواب حبش خان عن قاری محمد فاضل عن شیخ عبدالخالق منوفی عن شیخ شمس الدین محمد ابن اسماعیل ازہری مصری عن شیخ عبدالرحمن بن شیخ شحاذہ عن شہاب الدین احمد بن شیخ سنباطی عن شیخ شحاذہ یمنی (شیخ کا سلسلہ اس کتاب میں لکھا جا چکا ہے)

قاری سید امام الدین

امروہہ کے رہنے والے تھے۔ قاری کرم اللہ کے شاگرد تھے۔ سنہ ۱۲۹۵ھ میں وفات پائی۔

قاری عبدالرحمن محدث پانی پتی ان کے خاص شاگرد تھے۔ راقم سطور کے خاندان کے ایک بزرگ حافظ احمد حسن بن قاضی جلال الدین (المتوفی سنہ ۱۳۰۹ھ) ان کے شاگرد تھے انھوں نے قرات سبعہ مکررہ متواترہ بقاعدہ جمع الجمع مع الضبط کی تحصیل کی تھی۔

محدث پانی پتی کے ایک شاگرد ان کے ہمنام قاری عبدالرحمن اعمیٰ تھے۔ اُن کے شاگرد مولوی لقاء اللہ پانی پتی موجود ہیں۔ ایک مخلص قومی کارکن ہیں۔ وجیہ و شکیل ہیں۔ ساٹھ برس کا سن ہے مگر اب بھی سینکڑوں میں ایک ہیں ؎

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ   آثار پدید است صنا دید عجم را

حضرت محدث پانی پتی سے والد ماجد کے برادر عم زاد حافظ حاجی محمد ابراہیم ڈپٹی کلکٹر سیوہارہ اور والد ماجد کے برادر خالہ زاد حافظ احمد علی بن قاضی بنیاد علی سیوہاروی نے بھی استفادہ کیا تھا۔ حافظ احمد حسن سے استفادہ کیا والد ماجد کے ماموں زاد بھائی حافظ قاضی وقار علی منصوری مرحوم نے اور راقم سطور کے پھوپھا حافظ قاضی نجم الہدیٰ نگینوی مرحوم نے اور عم مکرم حافظ حاجی نورالحسن مدظلہ نے (عم مکرم سے بعض سورتوں کی مشق راقم سطور نے بھی کی ہے)

حافظ نجم الہدیٰ سے بعض سورتوں کی تعلیم حاصل کی اُن کے فرزند اکبر آنریبل حافظ محمد ابراہیم بی اے ایل ایل بی علیگ سابق وزیر صوبہ یوپی نے۔

طنطاوی

علامہ طنطاوی جوہری قاہرہ مصر کے باشندے تھے۔ اس عہد میں عالم اسلام کے سب سے بڑے عالم تھے۔ کثیر التصانیف تھے۔ ان کی تفسیر الجواہر نام (۲۵) جلدوں میں ہے۔ عجیب و غریب تفسیر ہے۔ اردو زبان میں بھی اس کا ترجمہ شروع ہوا ہے۔ سنہ ۱۹۴۰ء میں وفات پائی۔

راقم سطور نے حضرت مرحوم سے تقریباً دو سال تک استفادہ کیا ہے۔ دور حاضر کے دیگر بزرگوں کا تذکرہ متفرق طور پر اس کتاب میں آچکا ہے۔

الباب الخامس فی شہادۃ الاقوام

علےٰ

فضل القرآن والنبیؐ والاسلام

اس باب میں غیر مسلم محققین و مورخین اور فضلا کی رائیں جمع کی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی رائیں تھیں، جنکو میں نے بخوف طوالت چھوڑ دیا ہے۔ ہر مذہب کے فضلا کی رائیں درج ہیں۔ بعض فضلا کی رائیں کئی کئی جگہ درج ہیں اس لئے کہ انہوں نے مختلف اوقات یا مختلف مضامین اور تصانیف میں جدا جدا رائیں ظاہر کی ہیں۔

چونکہ رسول کریم۔ قرآن مجید، اسلام اور شریعت ان چاروں کے متعلق علیحدہ علیحدہ رائیں نقل کی ہیں اسلئے بعض فضلا کے مضامین سے جو فقرات جس مضمون کے متعلق تھے اُسی موقع پر درج کئے گئے ہیں ؎

خوشتر آن باشد کہ سرِ دلبراں   گفتہ آید در حدیث دیگراں

قرآن کے متعلق فضلاءِ یورپ کی رائیں

ڈاکٹر وکٹر عمانوئیل ڈیلوس

اس کتاب (قرآن) کی مدد سے عربوں نے سکندر اعظم کی اور رومیوں کی سلطنتوں سے بڑی دنیا فتح کر لی۔ فتوحات کا جو کام رومیوں سے سینکڑوں برس میں ہوا تھا۔ عربوں نے اُسے دس ہی حصہ وقت میں انجام پر پہونچایا۔ اسی قرآن کی مدد سے سامی اقوام میں صرف عرب ہی یورپ میں شاہانہ حیثیت سے داخل ہوئے۔ جہاں اہل فنیشیا بطور تاجروں کے اور یہودی لوگ پناہ گزینوں اور اسیروں کی حالت میں پہونچے۔ ان عربوں نے بنی نوع انسان کو روشنی دکھلائی۔ جبکہ چاروں طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی ان عربوں نے یونان کی عقل و دانش کو زندہ کیا اور مغرب و مشرق کو فلسفہ طب اور علم ہیئت کی تعلیم دی اور موجودہ سائنس کے جنم لینے میں انہوں نے حصہ لیا۔ (رسالہ پیشوا دہلی جنوری ۱۹۳۲ء)

ڈاکٹر راڈویل

قرآن میں ایک نہایت گہری سچائی ہے۔ جو اُن الفاظ میں بیان کی گئی ہے جو باوجود مختصر ہونے .

قوی اور صحیح رہنمائی اور الہامی حکمتوں سے مملو ہیں"۔ (دیباچہ قرآن)

ڈاکٹر راڈویل

قرآن نے اوّل تو جزیرہ نما عرب کے مختلف صحرائی قبیلوں کو ایک مشاہیر کی قوم میں تبدیل کر دیا اس کے بعد اُس نے اسلامی دنیا کی وہ عظیم الشان سیاسی و مذہبی جمعیتیں قائم کیں جو آج یورپ اور مشرق کے لئے ایک بڑی طاقت کا درجہ رکھتی ہیں۔ قرآن کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اس جدید علمی اور فلسفی تحریک کا آغاز کرنے والا ہے جس نے ازمنہ وسطیٰ میں بہترین دل و دماغ رکھنے والے یہودی اور عیسائیوں پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ تحقیقات سے یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ یورپ میں علم کے دور جدید سے کئی صدیوں پیشتر یورپ کے علماء فلسفہ، ہندسہ، ہیئت اور دیگر علوم کے متعلق جو کچھ جانتے تھے وہ تقریباً سب کا سب اصلی عربی کتابوں کی لاطینی ترجموں کے ذریعہ انہیں حاصل ہوا تھا۔ قرآن ہی نے شروع میں کتا بتا ان علوم کے حاصل کرنے کا ذوق شوق عربوں اور ان کے دوستوں میں پیدا کیا تھا (حوالہ مذکور)

یہ ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کا جو تخیل بلحاظ صفات قدرت، علم، عام ربوبیت اور وحدانیت کے قرآن میں موجود ہے۔ اس بنا پر قرآن بہترین تعریف و توصیف کا مستحق ہے۔ قرآن نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس کتاب کی تعلیم میں ایسے عناصر موجود ہیں جن کے ذریعہ سے زبردست اقوام اور فتوحات کرنے والی سلطنتیں بن سکتی ہیں۔ اس کی تعلیم میں وہ اصول موجود ہیں جو عملی قوتوں کا سرچشمہ ہیں۔ (حوالہ مذکور)

یہ (قرآن) تحریف سے پاک ہے (حوالہ مذکور)

■ قرآن ایک عام مذہبی، تمدنی، ملکی، تجارتی، دیوانی، فوجداری وغیرہ کا ضابطہ ہے اور ہر ایک امر پر حاوی ہے۔ مذہبی عبادات سے لیکر رات دن کے کاروبار، روحانی نجات سے لیکر جسمانی صحت جماعت کے حقوق سے لیکر حقوق افراد، اخلاق سے جرائم اور دنیوی سزا سے دینی سزا و جزا وغیرہ تک کے عام احکام قرآن میں موجود ہیں اس میں سیاسی اصول بھی ہیں جن کی بنا پر حکومت کی بنیاد پڑی۔ اور انہیں سے ملکی قوانین اخذ کئے جاتے ہیں۔ اور روز مرہ کے مقدمات جانی و مالی کا فیصلہ کیا جاتا ہے قرآن ایک بے نظیر قانون ہدایت ہے۔ اس کی تعلیمات فطرت انسانی کے مطابق ہیں (ہسٹری آف دی ارلش)

منجملہ اور بہت سی خوبیوں کے جن پر قرآن فخر کر سکتا ہے دو نہایت ہی عیاں ہیں ایک تو وہ مؤدبانہ انداز اور عظمت جس کو قرآن خدا کا ذکر یا اشارہ کرتے ہوئے ہمیشہ مدنظر رکھتا ہے کہ وہ خدا سے خواہشات رذیلہ اور انسانی جذبات کو منسوب نہیں کرتا۔ اور دوسری خوبی یہ ہے کہ وہ تمام نامہذب

ناشائستہ خیالات، حکایات اور بیانات سے بالکل منزہ ہے جو بدقسمتی سے یہودیوں کے صحائف میں عام ہیں قرآن تمام قابل انکار عیوب سے بالکل مبرا ہے۔ اس پر خفیف سے خفیف حرف گیری بھی نہیں ہو سکتی۔ اس کو شروع سے آخر تک پڑھ جاؤ مگر تہذیب کے رخساروں پر ذرا بھی جھینپ کے آثار نہیں پائے جائیں گے۔ (جان ڈیون پورٹ)

جان ڈیون پورٹ

• حضرت مسیح کے بعد دنیا کی اخلاقی حالت تباہ ہو گئی تھی۔ ہر طرف جہالت کی گھٹا ئیں چھا رہی تھیں۔ ہر سمت بے چینی اور بدامنی کے شرارے بلند تھے۔ پتھروں کو قابل پرستش سمجھا جاتا تھا اور فحش باتوں سے بالکل پرہیز نہیں کیا جاتا تھا۔ ان حالات میں حضرت محمدؐ پیدا ہوئے اور ۲۱ عربؐ انہوں نے قرآن کی اشاعت کی یہ ایک آسان اور عام فہم مذہبی قانون ہے۔ جس میں انسانی زندگی کی اصلاح کیلئے سب کچھ موجود ہے۔ اسکی ایک امتیازی شان یہ ہے کہ اسکی تعلیمات فطرت انسانی کے مطابق ہیں۔ اس مذہبی قانون نے ایک طرف روح کی اصلاح کیلئے ہدایت کی ہے اور دوسری طرف دنیوی ترقی کے بیش بہا اصول تعلیم کئے ہیں۔" (دی گریٹ ٹیچر)

جرمن فلاسفر و شاعر گوئٹے

• قرآن کی یہ حالت ہے کہ اسکی دلفریبی بتدریج فریفتہ کرتی ہے۔ پھر متعجب کرتی ہے اور آخر ش ایک رقت آمیز تحیر میں ڈال دیتی ہے۔ اسی طرح یہ کتاب تمام زمانوں میں اثر کرتی رہے گی" (مولوی رمضان)

ڈاکٹر لڈولف کریل

• قرآن میں معاشرہ اخلاق و عقائد اور ان کی بنا پر قانون کا مکمل مجموعہ موجود ہے۔"

ڈاکٹر ہٹلر

• اسلام کی بنیاد قرآن پر ہے جو تمدن کا جھنڈا اڑاتا ہے جو تعلیم دیتا ہے کہ انسان جو جانتا ہو اسکو سیکھے۔ جو حکم دیتا ہے کہ استقلال، استقامت، عزت نفس نہایت لازمی ہیں۔ اسکی خصوصیات میں شائستگی اور تمدن کی سب سے بڑی بنیاد ہے (ادب العرب)

موسیو سیدیو

وہ آداب و اصول جو فلسفہ حکمت پر قائم ہیں جنکی بنیاد عدل و انصاف پر ہے جو دنیا کو بھلائی اور انصاف کی تعلیم دیتے ہیں انمیں سے ایک جز بھی ایسا نہیں جو قرآن میں نہ ہو۔ وہ اعتدال اور میانہ روی کا راستہ سکھاتا ہے۔ گمراہی سے بچاتا ہے۔ اخلاقی کمزوریوں سے نکال کر فضائل کی روشنی میں لاتا ہے

اور انسانی زندگی کے نقائص کو کمالات سے بدل دیتا ہے (ادبیات عرب)

برٹش انسائیکلوپیڈیا

"قرآن کے احکام مطابق عقل و حکمت واقع ہوئے ہیں۔ کہ اگر انسان انہیں چشم بصیرت سے دیکھے تو وہ ایک پاکیزہ زندگی بسر کرنے کے کفیل ہو سکتے ہیں۔"

مسٹر کارلائل

"میرے نزدیک قرآن کے تمام معانی میں سچائی کا جوہر موجود ہے یہ کتاب سب سے اول اور سب سے آخر جو جو خوبیاں بیان ہو سکتی ہیں۔ اپنے میں رکھتی ہے بلکہ درحقیقت ہر قسم کی توصیف صرف اسی سے ہو سکتی ہے۔"

سر ولیم میور

"ہم نہایت قوی قیاس سے کہتے ہیں کہ قرآن کی ہر ایک آیت محمد کی غیر محرف اور صحیح الفاظ میں (لائف آف محمد) یہ تو ضرور ماننا پڑے گا کہ قرآن جیسا محمد نے بیان کیا وہی کا وہی ہے اور اس میں توریت اور انجیل کی طرح تحریف نہیں ہوئی" (دیباچہ قرآن الگزینڈر)

کوئی کتاب بارہ سو برس سے ایسی نہیں کہ اس کی عبارت اتنی مدت مدید تک خالص رہی ہو (لائف آف محمد)

مسٹر اسٹین لی لین پول

قرآن کو حضرت محمد نے ایسے نازک وقت میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔ جبکہ ہر طرف تاریکی اور جہالت کی حکمرانی تھی۔ اخلاق انسانی کا جنازہ نکل چکا تھا۔ بت پرستی کا ہر طرف زور تھا۔ قرآن نے ان تمام گمراہیوں کو مٹا یا جن کو دنیا پر چھائے ہوئے مسلسل چھ صدیاں گذر چکی تھیں۔ قرآن نے دنیا کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی، اصول مدنیت و علوم حقائق سکھلائے۔ ظالموں کو رحم دل اور وحشیوں کو پرہیزگار بنا دیا۔ اگر یہ کتاب شائع نہ ہوتی تو انسانی اخلاق تباہ ہو جاتے۔ اور دنیا کے باشندے برائے نام انسان رہ جاتے (گلشنز فرام آف ہولی قرآن)

کاؤنٹ ٹالسٹائی

یہ کتاب (قرآن) عالم انسانی کے لئے ایک بہترین راہبر ہے اس میں تہذیب ہے، شائستگی ہے تمدن ہے۔ معاشرت ہے اور اخلاق کی اصلاح کیلئے ہدایت ہے اگر صرف یہ کتاب دنیا کے سامنے ہوتی اور کوئی ریفارمر پیدا نہ ہوتا تو یہ عالم انسانی کی رہنمائی کے لئے کافی تھی۔ ان فائدوں کے ساتھ جب ہم اسباب پر غور کرتے ہیں کہ یہ کتاب ایسے وقت میں دنیا کے سامنے پیش کی گئی تھی جبکہ ہر طرف

آتش فساد کے شرارے بلند تھے۔ خوں خواری اور زنا کی تحریک جاری تھی۔ اور فحش باتوں سے بالکل پرہیز نہیں کیا جاتا تھا۔ اس کتاب نے ان تمام گمراہیوں کا خاتمہ کیا (دی لائٹ آف یلجن)

مسٹر طاس کارلایل

قرآن ایک آسان اور عام فہم مذہبی کتاب ہے۔ یہ کتاب ایسے وقت میں دنیا کے سامنے پیش کی گئی جبکہ طرح طرح کی گمراہیاں مغرب سے مشرق اور شمال سے جنوب تک پھیلی ہوئی تھیں۔ انسانیت شرافت تہذیب و تمدن کا نام مٹ چکا تھا۔ ہر طرف بے حسی اور بد باطنی نظر آتی تھی اور نفس پروری کی ظلمتوں کا طوفان امنڈ آیا تھا۔ قرآن نے اپنی تعلیمات سے امن و سکون اور محبت کے جذبات پیدا کئے۔ بےحیائی کی ظلمتیں کافور ہوگئیں اور ظلم و ستم کا بازار سرد پڑ گیا۔ ہزاروں گمراہ راہ راست پر آگئے اور بے شمار وحشی شائستہ بن گئے۔ اس کتاب نے دنیا کی کایا پلٹ دی، اس نے جاہلوں کو عالم، ظالموں کو رحم دل اور عیش پرستوں کو پرہیزگار بنا دیا (دی پاپولر ریلجن آف دی ورلڈ)

پروفیسر ہربرٹ وایل

قرآن جو اخلاقی ہدایتوں اور دانائی کی باتوں سے بھرا ہوا ہے ایسے وقت میں دنیا کے سامنے پیش ہوا جبکہ ہر طرف جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ زمین پر کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں نیکیوں کا رواج ہو اور کوئی جماعت ایسی نہ تھی جو سیدھے راستہ پر چلتی ہو۔ قرآن نے عالم انسانیت کی زبردست اصلاح کی اور وحشیوں کو انسان کامل بنا دیا۔ جن اشخاص نے اس کے مضامین پر غور کیا ہے وہ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ وہ ایک مکمل قانون ہدایت ہے۔ انسانی زندگی کی کوئی سی شاخ لے لیجئے۔ ناممکن ہے کہ اس شعبہ میں اسکی تعلیمات رہنمائی نہ کرتی ہوں۔ میرا یہ خیال ہے کہ اگر اسکی تعلیمات پر عمل کیا جائے تو ایک سمجھدار آدمی بہت جلد دنیاوی اور روحانی ترقی حاصل کر سکتا ہے۔ اگر ان اخلاق کو لے لیجئے جو شرف انسانیت ہیں مثلاً راستبازی پرہیزگاری، رحم و کرم، عفت و عصمت تو قرآن میں یہ سب باتیں موجود ہیں اور اگر ان اخلاق کو لیجئے جن کا تعلق دنیاوی ترقی سے ہے مثلاً محبت و شفقت، عزم و استقلال، جرأت و شجاعت تو ان ہدایتوں سے بھی قرآن معمور ہے۔ بہر کیف وہ ایک حیرت انگیز قانون ہدایت ہے (الکیوران اسلام)

ڈاکٹر فرک مورخ جرمنی

"قرآن کی عبارت کیسی فصیح و بلیغ اور مضامین کیسے عالی و لطیف ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ناصح امیر نصیحت کر رہا ہے اور ایک حکیم فلسفی حکمت الٰہی بیان کر رہا ہے"

ڈاکٹر ماسیل

قرآن انتہائی لطیف و پاکیزہ زبان میں ہے۔ اس کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی انسان اسکی مثل نہیں لا سکتا۔ یہ لازوال معجزہ ہے جو مردہ زندہ کرنے سے بہتر ہے۔

ڈاکٹر موریس فرانسیس

یہ کتاب (قرآن) تمام آسمانی کتابوں پر فائق ہے۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلی عنایت نے انسان کیلئے جو کتابیں طیار کی ہیں ان سب میں بہترین کتاب ہے۔ اس کے نغمے انسان کی خیر و فلاح کے متعلق فلاسفہ یونان کے نغموں سے کہیں اچھے ہیں۔ خدا کی عظمت سے اس کا حرف حرف لبریز ہے۔
قرآن علماء کے لئے ایک علمی کتاب، شائقین علم اللغت کے لئے ذخیرہ لغات، شعراء کے لئے عروض کا مجموعہ اور شرائع و قوانین کا عام انسائیکلو پیڈیا ہے۔ ان کی یہ کتاب ہوتے ہوئے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں ہے۔ اسکی فصاحت و بلاغت انہیں سارے جہان سے بے نیاز کئے ہوئے ہے یہ بات واقعی ہے اور اسکی واقعیت کی بڑی دلیل یہ ہے کہ بڑے بڑے انشاء پردازوں اور شاعروں کے سر اس کتاب کے آگے جھک جاتے ہیں۔ اسکے عجائبات روز بروز نئے نئے نکلتے ہیں۔ اور اسکے اسرار کبھی ختم نہیں ہوتے۔
(لالابرول)

نیر ایسٹ لندن

قرآن ایک محیر العقول معجز نما صحیفہ ہے (اپریل ۱۹۱۲ء)

ایک مسیحی نامہ نگار

مسلمان جب قرآن و حدیث پر غور کرے گا تو اپنی ہر دینی و دنیوی ضرورت کا علاج اس میں پائیگا۔
(معجزات اسلام ص۲۵ بحوالہ مصری اخبار وطن)

ڈاکٹر سموئیل جانسن

قرآن کے مطالب ایسے ہمہ گیر اور ہر زمانے کیلئے اسقدر موزوں ہیں کہ زمانہ کی تمام صدائیں خواہ مخواہ اس کو قبول کر لیتی ہیں۔ اور وہ محلوں، ریگستانوں اور شہروں اور سلطنتوں میں گونجتا پھرتا ہے۔

ڈاکٹر آرنلڈ

اخلاقی احکام جو قرآن میں ہیں اپنی جگہ پر کامل ہیں (پریچنگ آف اسلام)

ڈاکٹر گاڈفری ہگنس

قرآن میں یہ عجیب خوبی ہے کہ وہ غریبوں کا دوست اور غمخوار ہے۔ (میزان التحقیق ص۱۳)

ڈاکٹر لیبان

• قرآن کی فصاحت و بلاغت روزانہ مسلمان پیدا کر لیتی تھی (تمدن عرب)

پروفیسر ایڈورڈ مونٹے

قرآن وہ کتاب ہے جس میں مسئلہ توحید ایسی پاکیزگی اور لطافت اور جلال و جبروت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اسلام کے سوا کسی مذہب میں نہیں۔ (باطل شکن ص۱۷۱)

پروفیسر ڈیون پورٹ

ہم پر واجب ہے کہ ہم اس امر کا اعتراف کریں کہ علوم طبعیہ، فلکیہ، فلسفہ، ریاضیات وغیرہ جو قرون وسطیٰ میں یورپ تک پہنچے وہ قرآن سے مقتبس ہیں اور اسلام کی بدولت ہیں (صورت الحجاز ولفیوہ ص۲۵۴)

آنحضرت باوجودیکہ امی تھے۔ اور لکھ پڑھ نہیں سکتے تھے۔ ایک ہی وقت میں تین عظیم مقاصد یعنی قومیت، دیانت، شہنشاہیت کی بنیاد ڈالی۔ اس کے علاوہ ایک ایسی کتاب دنیا کے سامنے پیش کی جو بلاغت کا ایک زبردست نشان، شریعت کا ایک واجب العمل دستور اور دین و عبادات کا قابل اذعان قرآن ہے۔ وہ مقدس کتاب ہے جو اس وقت دنیا کے ½ حصہ میں معتبر اور مسلم سمجھی جاتی ہے۔ اور اس کی انشا و حکمت کو معجز نما مانا جاتا ہے (قرآن ایک معجز نما کتاب ہے حصہ اول ص۶۴ بحوالہ الانصاف محمد الکس لوازن)

ڈاکٹر جے جی بول

تمام اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن کریم اپنی خوبیوں کے لحاظ سے ایک حیرت انگیز کتاب ہے اور گزشتہ سالوں میں میں نے غور سے جو اس کا مطالعہ کیا تو اس کی بلاغت الفاظ کی شان و شوکت اور معانی سے حیران رہ گیا (حوالہ مذکورہ ص۳۳)

قرآن کی زبان بلحاظ لغت عرب نہایت فصیح ہے اس کی انشائی خوبیوں نے اس کو اب تک بے مثل و بے نظیر ثابت کیا ہے۔ اس کے احکام اس قدر مطابق عقل و حکمت ہیں کہ اگر انسان انہیں چشم بصیرت سے دیکھے تو وہ ایک پاکیزہ زندگی بسر کرنے کیلئے کفیل ہو سکتے ہیں۔ (پاپولر انسائیکلوپیڈیا)

قرآن کے متعلق یہودی فضلا کی رائیں

یہودی فاضل ڈاکٹر اروز

قرآن ایک فصیح و بلیغ عجیب و غریب کتاب ہے۔ جو سرچشمہ علوم اخلاق ہے۔ حضرت محمد کی سیدھی سادی زندگی اور حسن سلوک نے اشاعت اسلام میں بڑا کام کیا۔ (تقریرین ص۲)

قرآن کے متعلق ہندو فضلا کی رائیں

رام دیو ایم اے پرنسپل گروکل کانگڑی

قرآن کی بھاشا بہت سندر ہے۔ اسمیں فصاحت بلاغت بھری ہے اس سے بھی کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ قرآن کے اندر کئی باتیں بہت اچھی ہیں۔ قرآن کی توحید میں کسی کو شک نہیں صاف بتایا ہے کہ اللہ ایک ہے، عرب کے اندر عورتوں کا کوئی درجہ نہ تھا۔ محمد صاحب نے عورتوں کے حقوق قایم کئے۔ (پرکاش فروری ۲۵ء)

پروفیسر دویجا داس

قرآن ایسا جامع اور روح افزا پیام ہے کہ ہندو دھرم اور مسیحیت کی کتابیں اس کے مقابلہ میں بمشکل کوئی بیان پیش کرسکتی ہیں (معجزات اسلام ص۱)

گاندھی جی

مجھے قرآن کو الہامی کتاب تسلیم کرنے میں ذرہ بھر تامل نہیں (معجزات اسلام بحوالہ ینگ انڈیا)

بھوپندر ناتھ باسو

حقیقی جمہوریت کا ولولہ، رواداری، مساوات کی خوبیاں اس نے (قرآن نے) دنیا کے ہر گوشہ میں پھیلا دیں (باطل شکن ص۲۶)

لالہ لاجپت رائے

میں قرآن کی معاشرتی، سیاسی، اخلاقی اور روحانی تعلیم کا سچے دل سے مداح ہوں (رسالہ مولوی رمضان ۱۳۵۲ھ)

رابندر ناتھ ٹیگور

وہ وقت دور نہیں جبکہ قرآن اپنی مسلمہ صداقتوں اور روحانی کرشموں سے سبکو اپنے اندر جذب کرلیگا وہ دن بھی دور نہیں جبکہ اسلام ہندو مذہب پر غالب آجائیگا اور ہندوستان میں ایک ہی مذہب ہوگا (حوالہ مذکور)

ڈاکٹر دینو گوپال راؤ نائیڈو ایل ایم ایس تنالی

قرآن کے الہامی کتاب ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ ایک ان پڑھ اور امی کی زبان سے دنیا کے بہترین لٹریچر میں ایک زبردست پیغام کا نکلنا ہی اسکی صداقت کا کافی ثبوت ہے۔ (ایمان جون ۲۶ء)

پنڈت شانتارام بی اے پروفیسر اندرا کالج بمبئی

اس کی (قرآن کی) تعلیمات نہایت آسان عام فہم اور انسان کی فطرت کی مطابق ہیں۔ ایک ہٹ دھرم بھی اسکی تعلیمات میں کوئی عیب نہیں بتلا سکتا جو انسانی تہذیب کے اسٹینڈرڈ سے گرا ہوا ہو

(محمد صاحب جیون چرتر)

پنڈت چمپوپتی ایم اے پروفیسر گروکل کانگڑی

حضرت محمد کے دل کی آواز قرآن کی آیات ہیں۔ حضرت کی پاک اولوالعزمیوں کا صحیح اندازہ لگانے کیلئے حضرت کی کتاب کی شعلہ بیانیوں سے اُن کے زندہ پیغام کو اخذ کرنا ضروری ہے

(مولوی ربیع الاول سنہ ۱۳۵۰ھ)

قرآن کے متعلق بُدھ مذہب کے فضلا کی رائیں

بُدھ عالم چینی لیڈر مسٹر فن چین

پیغمبر عرب نے جو تعلیمات دنیائے انسانیت کے سامنے پیش کی ہیں وہ روحانی اور مادی ہر دو اقسام کی راحتوں کو اپنی اپنی جگہ ٹھکانے سے رکھنے والی اور دونوں کے درمیان بہترین توازن قایم رکھنے والی ہیں (پیشوا ربیع الاول ۱۳۵۶ء)

قرآن کے متعلق سکھ فضلا کی رائیں

گرو نانک صاحب

(۱) پت ان پوجا ست دان سنجم جب دن کا ہے جینو نا دھو دھو تاک چڑاؤ سیج دن سوچ نہو سے
کل پران کتب قرآن پوتھی پنڈے رہے پران

یعنی پوجا پاٹ کام نہیں دے سکتی۔ چھوت چھات بیکار ہے۔ جیوا شنان اچھے پر تاک لگانا کچھ کام نہ آئے گا۔ اگر کوئی کتاب کام آئے گی تو وہ قرآن ہے جسکے آگے پوتھی پران کچھ بھی نہیں۔

(معجزات اسلام ص۱ بحوالہ گرنتھ صاحب)

(۲) ہی کتاب ایمان دی سچی کتاب قرآن۔ یعنی ایمان کی کتاب قرآن ہے (جنم ساکھی بھائی بالا)

(۳) توریت انجیل زبور ترے سن دیکھے وید ؛ رہے قرآن کتاب کل جگ میں پرمان

یعنی توریت انجیل زبور وید سب دیکھے مگر نجات کی کتاب قرآن ہی ہے (حوالہ مذکور)

(۴) بھلے حرف قرآن دے کے سیپارے تیس ؛ لکس وچ نصیحتاں سن سن کر یقین

یعنی قرآن کے تیس سیپارے ہیں جنہیں نصیحتیں ہیں۔ اُن پر یقین کر (جنم ساکھی کلاں نوشتہ گرو انگدجی)

(۵) تیری کتاں جالیاں ترے سودے بھید ؛ توریت زبور انجیل ترے پڑھ سن دیٹھے وید

رہیا قرآن کیتر ے کل جگ میں پردان ؛ مطلب دوہنا پایا ہندو مسلمان

ناتھ سے گوتری تریتوں روزہ نماز ؛ ملاں پا جیوں تو منہ دوزخ دلی نماز

یعنی ہندو مسلمان سب نے توریت زبور انجیل وید سب ڈھونڈ ڈالے مگر مقصد (قرآن) آیا۔ القیہ قرآن پر عمل کی صورت میں مقصد ملا ہے۔ نماز روزہ اور عمل کے بغیر دوزخ نصیب ہوگا۔

(معجزات اسلام صفہ بحوالہ گرنتھ دی ساکھی)

قرآن کے متعلق پارسی فضلا کی رائیں

پارسی فاضل فیروز شاہ ایم اے۔ اڈیٹر جام جمشید

جہاں اس کتاب (قرآن) کی سب سے پہلے اشاعت ہوئی وہ ملک ساری دنیا سے زیادہ خراب حالت میں تھا۔ اس کی عام فہم تعلیمات نے دنیا کی کایا پلٹ دی اور انصاف و تہذیب کی روشنی پھیل گئی۔

(مذہب کی روشنی)

علما، مذہب عیسوی کی رائیں

پادری وال ریس ڈی ڈی

قرآن کا مذہب امن و سلامتی کا مذہب ہے (باطل شکن صفحہ ۲۰)

ریورینڈ آر سیکینویل کنگ

دنیائے الہام میں اگر الہام کوئی شے ہے اور وہ اپنے مکمل وجود میں موجود ہے تو قرآن ضرور الہامی کتاب ہے۔ (باطل شکن صفحہ ۱)

ریورینڈ بوسوتھ اسمتھ

ہادی عرب کو ایک ساتھ تین چیزوں کے قائم کرنے کا مبارک موقع ملا۔ وطنیت، اصلاح اعمال، مذہب۔ تاریخ دنیا میں اس قسم کی کوئی دوسری مثال نہیں دکھائی جا سکتی (محمد اور محمدن ازم)

ریورینڈ جارج

حضرت اسمعیل کی نسل سے حضرت محمد پیدا ہوئے آپ کی شان میں بڑی بات بائبل مقدس میں لکھی ہوئی ہے کہ اس قوم کی بزرگی ہے جس میں حضرت محمد پیدا ہوں گے حضرت اسحاق کی نسل سے یسوع مسیح

پیدا ہوں گے (پیشوا ربیع الاول ۱۳۵۰ھ)

رسول کریم کے متعلق فضلاء یورپ کی رائیں

ڈاکٹر ڈی رائٹ

محمد اپنی ذات اور قوم کیلئے نہیں بلکہ دنیائے ارضی کیلئے ابر رحمت تھا۔ تاریخ میں کسی ایسے شخص کی مثال موجود نہیں جس نے احکام خداوندی کو اس مستحسن طریقہ سے انجام دیا ہو (اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا فروری ۱۹۲۰ء)

مسز اینی بسنٹ

حضور پیغمبر اسلام کی زندگی زمانہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ سکتی ہے۔ اور تاریخ روزگار شاہد ہے کہ وہ لوگ جو حضور پر حملہ کرنے کے خوگر ہیں جہل مرکب میں مبتلا ہیں۔ حضور کی زندگی سادگی شجاعت اور راستی کی تصویر تھی (قاسم العلوم ربیع الاول ۱۳۵۵ھ ہجری)

ڈاکٹر اینڈ برسنگھم

مجھ کو کسی وقت یہ خیال بھی نہ ہوا کہ اسلام کی ترقی تلوار کی مرہون منت ہے بلکہ اسلام کی کامیابی رسول اللہ کی سادہ، بے لوث، ایفائے وعدہ، اصحاب و پیروؤں کی غیر معمولی حمایت، توکل بخدا اور فاتح جرأت و استقلال سے وابستہ ہے۔ نبی کا کام کبھی آسان نہیں ہوتا۔ اچھے اور دور رس طریقوں کا وضع کرنا نسبتاً آسان ہے لیکن اُن پر عمل کرنا ہر ایک کا کام نہیں ہے۔ اور پھر جبکہ یہ عظیم الشان کام اپنے ہی خاندان اور قبیلے سے شروع کرنا ہو جس کے لوگ آپ کی زندگی کی کمزوریوں سے بھی واقف ہوتے ہیں لیکن محمد نے کام شروع کر دیا تھا حالانکہ وہ اپنا نام بھی نہیں لکھ سکتے تھے۔ تاہم انہوں نے اس فرض رہنمائی کی جو انسان کی زندگی میں سب سے زیادہ اہم ہے یعنی بندے اور خدا کے تعلقات (ڈاکٹر لیبن پول)

اگر محمد جیسے نبی نہ تھے تو پھر کوئی نبی دنیا میں برحق آیا ہی نہیں (ہسٹری آف دی مونٹیلیبلیٹیز)

مسز اینی بسنٹ نے اپنے لیکچر میں رسول کریم کے حالات بیان کرتے ہوئے کہا۔

جو شخص ایسے ملک میں پیدا ہو جس کا میں نے تذکرہ کیا جس کو ایسے لوگوں سے پالا پڑا جن کے ناگفتہ بہ حالات کا نقشہ کھینچا ہے اور جس نے اُن کو مہذب ترین مخلوق اور متقی بنا دیا ہو۔ ہو نہیں سکتا کہ وہ خدا کا رسول نہ ہو (مدینہ جولائی ۱۹۲۳ء)

کونٹ ٹالسٹائی

حضرت محمد متواضع، خلیق اور روشن فکر اور صاحب بصیرت تھے۔ لوگوں سے عمدہ معاملہ رکھتے تھے۔ آپ مدۃ العمر پاکیزہ خصائل رہے۔ (حوالہ مذکور)

سر ولیم میور

اس تصنیف محمد کے بارے میں اُن کے چال چلن کی عصمت اور اُن کے اطوار کی پاکیزگی پر جو اہل مکہ میں کمیاب تھی متفق ہیں۔ (لائف آف محمد)

ایس۔ ایچ لیڈر

جب آپ بوڑھے ہو گئے تو محض رقت قلب کی وجہ سے جو آپ کو خاص طور پر عطا کی گئی تھی آپ کو کئی بیویوں کو محض اُن کی حالت پر رحم کرنے کیلئے اپنے ازواج میں داخل کرنا پڑا (مدینہ جولائی ۱۹۳۲ء)

میجر آرتھر گلن موزمڈ

حضرت محمد بلاشبہ اپنے عصر مقدس میں ارواح طیبہ میں سے تھے۔ وہ صرف متقدم ہستیوں ہی سے نہیں تھے بلکہ تخلیق دنیا سے اسوقت تک جتنے صادق سے صادق اور مخلص سے مخلص پیغمبر آئے، ان سب سے بھی ممتاز شہ کے مالک تھے۔ (استقلال دیوبند فروری ۱۹۳۲ء)

میجر آرتھر گلن لیونارڈ

حضرت محمد نہایت عظیم المرتبہ انسان تھے۔ حضرت محمد ایک مفکر اور ایک معمار تھے۔ انہوں نے صرف اپنے زمانہ کے حالات کے مقابلہ کی فکر نہیں کی اور جو تعمیر کی وہ اپنے ہی زمانہ کے لئے نہیں کی بلکہ رہتی دنیا تک کے مسائل کو سوچا اور جو تعمیر کی وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کی (حوالہ مذکور)

ڈاکٹر جی ویل

آپ کی (رسول کریم کی) خوش اخلاقی، فیاضی، رحم دلی محدود نہ تھی

مسٹر ایڈورڈ مونٹیے

آپ نے سوسائٹی کے تزکیہ اور اعمال کی تطہیر کیلئے جو اُسوہ حسنہ پیش کیا ہے وہ آپ کو انسانیت کا محسن اوّل قرار دیتا ہے۔

کونٹ ٹالسٹائی

اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں کہ محمد ایک عظیم المرتبہ مصلح تھے۔ جنہوں نے انسانوں کی خدمت کی۔ آپ کے لئے یہی فخر کیا کم ہے کہ آپ اُمت کو نور حق کی طرف لیگئے۔ اور اسے اس قابل بنا دیا

کہ وہ امن و سلامتی کی دلدادہ ہو جائے - زہد و تقوی کی زندگی کو ترجیح دینے لگے، آپ نے اسے انسانی خونریزی سے منع فرمایا - اس کے لئے حقیقی تمدن و ترقی کی راہیں کھولدیں - اور یہ ایک ایسا عظیم الشان کام ہے جو اس شخص سے انجام پاسکتا ہے جس کے ساتھ کوئی مخفی قوت ہو اور ایسا شخص یقیناً عام اکرام و احترام کا مستحق ہے (حمایت اسلام لاہور جولائی ۱۹۲۳ء)

ایس مارگولیوتھ

آنحضرت کی دردمندی کا دائرہ انسان ہی تک محدود نہ تھا - بلکہ جانوروں پر بھی ظلم و ستم توڑنے کو بہت برا کہا ہے -

کرنل سائکس

کوئی شخص آپ کی خلوص نیت سادگی اور رحم و کرم کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا -

ڈاکٹر ای ۔ لے فریمین

اسمیں کوئی شک نہیں کہ حضرت محمد بڑے پکے اور سچے راست باز اور ریفارمر تھے (معجزات مسلم)

مسٹر سار مستشرق

قرون وسطیٰ میں جب کہ تمام یورپ میں جہل کی موجیں آسمان سے باتیں کر رہی تھیں عربستان کے ایک شہر سے نیر تاباں کا ظہور ہوا جس نے اپنی ضیا باریوں سے علم و ہنر اور ہدایت کے چھلکتے ہوئے نوری دریا بہا دئے - اسی کا طفیل ہے کہ یورپ کو عربوں کے توسط سے یونانیوں کے علوم اور فلسفے نصیب ہو سکے (صوت الحجاز ذی قعدہ ۱۳۵۳ء)

رسول کریم صلعم کے متعلق ہندو فضلا کی رائیں

ڈاکٹر بدھ ویر سنگھ دہلوی

محمد صاحب ایک نیک ہستی تھے - اس میں ذرہ بھر بھی شک نہیں کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر جن کے عقیدہ کے لحاظ سے حضرت ایک پیغمبر تھے دوسرے لوگوں کے لئے محمد صاحب کی سوانح عمری ایک نہایت ہی دل لبھانے والی اور سبق آموز ثابت ہوئی ہے (رسالہ مولوی ربیع الاول ۱۳۵۰ء)

بابو جگل کشور کھنہ بی ۔ لے - ایل ایل بی

حضرت محمد کی لائف اور آپ کی تعلیم کی بنیادی چیزوں کو دیکھکر ہر شخص آسانی سے اس نتیجہ پر پہونچ سکتا ہے کہ حضرت محمد نے دنیا پر بہت کچھ احسانات کئے ہیں - اور دنیا نے بہت کچھ آپ کی تعلیمات

سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ صرف ملک عرب ہی پر حضرت محمد صاحب کے احسانات نہیں بلکہ آپ کا فیض تعلیم و ہدایت دنیا کے ہر گوشہ میں پہونچا۔ غلامی کے خلاف سب سے پہلی آواز حضرت محمد نے بلند کی، اور غلاموں کے بارے میں ایسے احکام جاری کئے کہ اُن کے حقوق بھائیوں کی برابر کر دیئے۔ آپ نے عورتوں اور استریوں کے درجہ کو بلند کر دیا۔ سود کو قطعی حرام کر کے سرمایہ داری کی جڑ پر ایسا کلہاڑا مارا کہ اس کے بعد سے پھر یہ درخت اچھی طرح پھل پھول نہ سکا۔ سود خواری ہمیشہ دنیا کے لئے ایک لعنت رہی ہے۔ مساوات کی طرف ایسا عملی قدم اُٹھایا کہ اس سے قبل دنیا اس سے بالکل ناآشنا اور ناواقف تھی۔ حضرت محمد صاحب نے نہایت پُر زور طریقہ سے توہمات کے خلاف جہاد کیا۔ اور نہ صرف اپنے پیرؤوں کے اندر سے اس کی بیخ و بنیاد اکھاڑ کر پھینک دی بلکہ دنیا کو ایک ایسی روشنی عطا کی کہ توہمات کے بھیانک چہرے اور اس کی ہیئت خود حال سب کو نظر آگئے (حوالہ مذکور)

بی۔ ایس اندیلا ہوشیار پوری

حضرت محمد صاحب کو جتنا ستایا گیا اتنا کسی ہادی اور پیغمبر کو نہیں ستایا گیا۔ ایسی حالت میں کیوں نہ محمد صاحب کی رحمدلی اور شفقت اور رؤفت علی المخلوق کی داد دوں جنہوں نے خود تو ظلم و ستم کے پہاڑ اپنے سر پر جھیلے مگر اپنے ستانے والے اور دُکھ دینے والوں کو اُف تک بھی نہ کیا بلکہ اُن کے حق میں دُعائیں مانگیں اور طاقت و اقتدار حاصل ہو جانے پر بھی اُن سے کوئی انتقام نہیں لیا۔ بانیان مذاہب میں سے سب سے زیادہ ناانصافی اور ظلم اگر کسی پر کیا گیا ہے تو بانی اسلام پر۔ اور کوشش کی گئی ہے کہ پیغمبر اسلام کو ایک خونخوار اور بیرحم انسان دکھلایا جائے۔ اور خواہ مخواہ دوسروں کو اُن سے نفرت دلائی جائے۔ اس کا بڑا سبب یہ ہوا ہے کہ محمد کی لائف پر تنقید کرنے والوں نے اسلامی تاریخ اور بانی اسلام کی سیرت کا صحیح طور پر مطالعہ کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کی۔ بلکہ سُنی سُنائی اور بے بنیاد باتوں کو سرمایہ بنا کر اعتراضات کی بوچھاڑ شروع کر دی اگر وہ اسلامی روایات کو سمجھ لیتے اور سچائی کے اظہار کیلئے اپنے اندر کوئی جرأت و ہمت پاتے تو وہ یقیناً اپنی رائے تبدیل کرنے پر مجبور ہو جاتے (حوالہ مذکور)

کملا دیوی بی اے بمبئی

اے عرب کے مہاپرش آپ دھنیہ ہیں جن کی شکشا سے سوتی ہوئی جاتی جاگ گئی اور ایشور کی بھگتی کا دھیان پیدا ہوا۔ بیشک آپ نے دہرم سیوکوں میں وہ بات پیدا کر دی کہ ایک ہی سمے کے اندر وہ جرنیل کمانڈر اور چیف جسٹس بھی تھے۔ اور آتما کے شدھار کا کام بھی کرتے تھے۔ آپ نے

عورت کی مٹی ہوئی عزت کو بچایا۔ اور اُس کے حقوق مقرر کئے۔ آپ نے اس دُکھ بھری دنیا میں شانتی اور امن کا پرچار کیا۔ اور امیر وغریب سبکو ایک سبھا میں جمع کیا۔ (اخبار الامان دہلی ۷ ارجولائی ۳۶؁ء)

سوشیلا بائی

حضرت محمد صاحب نے ایک سے زیادہ ایسے کام کئے ہیں جن کی بدولت کمزوروں اور بیکسوں کو اُبھرنے اور ترقی کرنے کا موقع مل گیا۔ ایک فرقہ جس کی حالت قابل رحم تھی عورتوں کا تھا۔ عورتوں کی حالت کچھ غلاموں سے بھی گئی گذری تھی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ مرد ان غریب عورتوں کو انسان ہی نہ سمجھتے تھے۔ محمد صاحب نے (خدا اُن کی روح کو تسکین دے) لوگوں کو بتایا کہ مرد اور عورت انسانی جنس کے دو برابر کے حصے ہیں اور مرد عورت کی، عورت مرد کی زینت ہے۔ (حوالہ مذکور)

گاندھی جی

جبکہ مغرب تیرہ جہالت میں پڑا تھا تو مشرق کے آسمان سے ایک درخشاں ستارہ طلوع ہوا اور تمام مضطرب دنیا کو راحت اور روشنی بخشی۔ (حوالہ مذکور)

موتی لال ماتھر ایم۔ اے

پیغمبر اسلام نے توحید کی ایسی تعلیم دی جس سے ہر قسم کے باطل عقائد کی بنیادیں ہل گئیں (رسالہ مولوی دہلی۔ ربیع الاوّل سنہ ۱۳۵۵ھ ہجری)

مفسر راز حیات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تاریخ عالم کے تمام صفحات زندگی کی اتنی صحیح تفسیر کرنے والی دوسری شخصیت عظمیٰ کے بیان سے خالی ہے وہ کونسی اذیتیں تھیں جو کفرستان عرب کے کافروں نے اپنے عقائد باطلہ کی حفاظت کیلئے اس بت شکن پیغمبر کو نہیں دیں، وہ کونسے انسانیت سوز مظالم تھے جو عرب کے درندوں نے اس رحم وہمدردی کے مجسمہ پر نہیں توڑے، وہ کونسے زہرہ گداز ستم تھے جو جہالت کے گہوارے میں پلنے والی قوم نے اپنے اس سچے ہادی پر روا نہیں رکھے مگر انسانیت کے اس محسن اعظم کے زبان فیض ترجمان سے بجائے بددُعا کے دُعا ہی نکلی۔ غیر مسلم مورخوں اور مصنفوں کی جنہوں نے قسم کھائی ہے کہ قلم ہاتھ میں لیتے وقت عقل کو چھٹی دیدیا کریں گے اور آنکھوں پر تعصب کی عینک چڑھا کر ہر واقعہ کو اپنی کج فہمی اور کج نگاہی کے رنگ میں رنگ کر دنیا کے سامنے پیش کریں گے، آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں اور اُن کے گستاخ اور کج رقم قلموں کو اعتراف کرتے ہی بنتی ہے کہ واقعی اس نقش کش پیغمبر نے جس شان استغنا سے دولت، عزت، شہرت اور حُسن کے طلسمی طاقتوں کو اپنے اصول پر قربان کیا وہ ہر کس وناکس کا کام نہیں۔ عرب کے سر آمدہ بندگوں نے

اپنے عقاید باطلہ کی حفاظت کیلئے اس آفتاب حقانیت کے سامنے جس کی ہر کرن کفر سوز تھی ایک دوسرے سے بالکل متضاد اور مخالف راستے رکھدیئے اور ان کو اختیار دیدیا گیا کہ ان میں سے اپنی حسب مرضی جو راستہ چاہیں منتخب کرلیں - ایک طرف ریگستان عرب کی حسین سے حسین عورتیں، دولت کے انبار عزت و شہرت کی دستار قدموں پر نثار کرنے کو تیار تھیں - اور دوسری طرف ذرہ ذرہ مخالفت کے طوفان اُٹھا رہا تھا قتل کی دھمکیاں دی جاتی تھیں آوازے کسے جاتے تھے - نجاستیں پھینکی جاتی تھیں - راستے میں کانٹے بچھائے جاتے تھے - تاریخ عالم اس حقیقت غیر مشتبہ پر شاہد عادل ہے کہ اس کے اوراق کو تزکیہ نفس کے ایسے فقید المثال مظاہرہ کا بیان کبھی میسر نہیں ہوا - اس حق کوش پیغمبر کو جس کا مدعا نفس پروری سے کوسوں دور تھا - دولت کی جھنکار اپنی طرف متوجہ نہ کرسکی - شہرت کی طلسمی طاقت اُس کے دل کو فریب دے سکی حسن اپنی تمام دل آویزیوں کے ساتھ نظر التفات سے محروم رہا - اُنہوں نے بلا تامل فیصلہ کن لہجے میں کہدیا کہ اگر آپ لوگ چاند اور سورج کو بھی میری گود میں لاکر ڈال دیں تو بھی میں تبلیغ حق سے باز نہ آؤں گا (سوامی لکشمن رائے روہڑی ضلع حصار منقول از اخبار صحیفہ حیدرآباد دکن نومبر ۱۹۳۲ء بحوالہ زمیندار لاہور)

جس وقت بھارت ورش میں مذہبی کمزوری اپنا پاؤں جاری تھی - اس وقت عرب کے ریگستان میں ایک مہان پرش ایک عجیب و غریب وحدانیت کی تعلیم دے رہا تھا مہرشی سوامی دیانند اور ان کا کا معتقد لالہ لاجپت رائے)

پنڈت وشنو نرائن نے دوران تقریر میں کہا کہ

دولت و عزت و جاہ و حشمت کی خواہش سے آنحضرت نے اسلام کی بنیاد نہیں ڈالی - شاہی تاج اُن کے نزدیک ایک ذلیل و حقیر شئے تھی - تخت شاہی کو آپ ٹھکراتے تھے - دنیاوی وجاہت کے بھوکے نہ تھے اُن کی زندگی کا مقصد تو موت اور حیات کے متعلق اہم نظریوں کا پرچار تھا - (مدینہ جولائی ۱۹۳۲ء)

مہاشے منوہر سہائے

آپ کو مال و دولت کے جمع کرنے یا امیر و رئیس بننے کی خواہش نہیں تھی بلکہ آپ نہایت درجہ سادگی پسند اور منکسر المزاج شخص تھے - جس وقت آپ کا انتقال ہوا تو موجودہ شاہ عرب ہونے کے باوجود آپ کے پاس مال و زر نہ تھا، نہ جائداد تھی نہ ذاتی ریاست بلکہ اس وقت بھی معمولی حیثیت رکھتے تھے یہ وہ باتیں ہیں جو ظاہر کرتی ہیں کہ دنیوی خواہشات کیلئے حضرت محمد صاحب نے کچھ بھی نہیں کیا، بلکہ جو کچھ کیا خدا کے حکم سے کیا اور خلوص کے ساتھ کیا - (حوالہ مذکور)

سوامی برج نراین سنیاسی

پیغمبر اسلام نے ایک جنگ بھی جارحانہ نہیں کی بلکہ ہر ایک موقع پر مدافعانہ لڑائی لڑنے پر آپ کو مجبور کیا گیا (حوالہ مذکور)

لالہ مہر چند لدھیانوی

بانی اسلام کے دشمنوں کی زبان سے اور ان کے ہاتھوں سے وہ ظلم برداشت کئے جن پر کمزور سے کمزور آدمی بھی بگڑ کھڑا ہوتا ہے مگر بانی اسلام نے استعداد مقابلہ اور طاقت کے باوجود کبھی جواب میں زبان ہلانا یا ہاتھ اٹھانا پسند نہیں کیا۔ مگر افسوس کہ آپ کے دشمنوں کی زیادتی حد سے گذری جارہی تھی۔ اور اندیشہ تھا کہ ظالم ان کے مددگاروں کی قلیل جماعت کو بکل مٹا لیں اور رحم مجسم نبی جس کو خدا نے دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا تھا، اس امر پر مجبور ہو گیا کہ تلوار کے ذریعہ سے اپنے لوگوں کی حفاظت کرے۔ اور یہ ایک ایسا آخری فیصلہ تھا کہ جس کے سوا اپنے گروہ کے بچاؤ کی کوئی صورت باقی نہ رہی تھی۔ ہر چند کہ بانی اسلام کی ذات والاصفات سراپا رحم و شفقت تھی اور اگر بانی اسلام کے بس میں ہوتا تو سرزمین عرب میں خون کا ایک قطرہ بھی گرنے نہ پاتا۔ غرض جو لڑائیاں ہوئیں نہایت مجبوری کی حالت میں ہوئیں (حوالہ مذکور)

لالہ سرداری لال

زمانہ جاہلیت کی زہریلی آب و ہوا اور ایسے ہلاکت خیز ماحول میں ایک شخص پرورش پاکر جوان ہوتا ہے اور اس کی یہ حالت ہے کہ اس کے مقدس ہاتھوں نے کبھی شراب کو نہیں چھوا۔ اس کی پاک نگاہ کبھی نسوانی حسن و جمال کی دلفریبیوں کی طرف متوجہ نہیں ہوئی۔ وہ کبھی قتل و غارت میں شریک نہیں ہوا۔ کبھی کسی کو برا نہیں کہا۔ کسی کی دل آزاری نہیں کی۔ اس نے کبھی قماربازی میں حصہ نہیں لیا اور لوگ جن گناہوں میں مبتلا تھے ان میں سے ایک بھی اس نے اختیار نہیں کیا۔ (حوالہ مذکور)

حکم چند کماری لال

عالم شباب میں آپ کی یہ حالت تھی کہ آپ تازہ شادی کے بعد کئی کئی روز تک گھر سے غیر حاضر رہکر تزکیہ نفس اور ریاضت کشی میں مشغول رہتے تھے۔ بی بی عائشہ صدیقہ کے سوا جتنی عورتیں آپ کے عقد میں آئیں سب کی سب بیوہ تھیں۔ ان حالات پر فرداً فرداً غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نکاح کی خاطر نہ تھے بلکہ کسی اخلاقی ذمہ داری کی ادائیگی کی خاطر تھے (حوالہ مذکور)

لالہ لاجپت رائے

میں پیغمبر اسلام کو دنیا کے بڑے مہا پرشوں میں سمجھتا ہوں (رسالہ مولوی رمضان ۳۵ء ۱۹ء)

سوامی بھوانی دیال سنیاسی

جس وقت تمام ملک عرب میں بدترین جہالت پھیلی ہوئی تھی۔ اسوقت محمد صاحب کی ہی تنہا ذات تھی جس نے بے مثال ہمت وجرات کے ساتھ قوم عرب کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ اور ہر طرح کی برائیاں اور بت پرستی کو چھوڑ کر خدا کے آگے سر جھکا دینے کی دعوت دی (رسالہ ایمان پٹی ضلع لاہور مئی ۱۹۳۵ء)

مسٹر بی۔ ایس کشالیہ بی اے ڈی۔ای۔ لندن ڈپٹی انسپکٹر مدارس ضلع کورگ

آنحضرت کی کثرت ازدواج کے متعلق بہتان باندھا گیا ہے لیکن یہ محض غلط ہے، جبکہ آپکے کئی بیویاں کی تھیں مگر زمانہ کے برے رواج کو مٹانے کیلئے، اور ہر طبقہ کی عورتوں کو نکاح میں لاکر ان کا سہارا بن جانے کیلئے۔ اور لوگوں کو ترغیب دینے کیلئے کہ وہ بھی بیوہ یا کہ غلام اور لاوارث عورتوں کو اپنے نکاح میں لائیں اور آپ کے نمونہ کی پیروی کریں آپ نے اپنی نفسانی خواہش کیلئے نکاح نہیں کئے۔ آپ میں نفسانی خواہش کی کوئی بھی دلیل یا علامت نہیں پائی جاتی۔ (حوالہ مذکور)

بابو مکٹ دہاری پرشاد بی اے۔ ایل ایل بی وکیل گیا

حضرت محمد صاحب کی تعلیمات کی طرح حضرت محمد صاحب کے اخلاق بھی بہت بلند تھے (حوالہ مذکور)

راجہ رادھا پرشاد سہنا بی اے ایل ایل بی آف تیلو تھو سٹیٹ

آپکا (رسول کریم کا) ہر قول و فعل استقامت اور راستی کے سانچہ میں ڈھلا ہوا تھا اور آپکا کوئی قدم بھی اخلاق کے جادۂ مستقیم سے منحرف نہ تھا۔ (حوالہ مذکور)

پنڈت بہاری لال شاستری ساکن اچھیانی

محمد صاحب کا جنم عرب کے مکہ نگر میں اس سمے ہوا کہ وہ دیش گھور اندھکار میں ڈوبا ہوا تھا اور وہاں کے رہنے والے قریشی یہودی عیسائی سب ہی جہالت اور اوہام پرستی کا شکار ہو رہے تھے۔ محمد صاحب نے ملک کے نہ کسی دھرم کا کھنڈن کیا اور نہ کسی پیشوا کو برا کہا۔ بلکہ تمام پیغمبروں کی عزت کرتے ہوئے ہر ایک مذہب کی تائید کی۔ مگر اسوقت کے لوگوں نے خود غرضی میں پھنس کر مذہب کے روپ کو جو بگاڑ دیا تھا اس کو ظاہر کر دیا۔ دہرم کا ٹھیک ٹھیک روپ سمجھایا۔ ایشور وشواس اور آپس میں پریم اور سب کے ساتھ بھلائی آپ کی تعلیم تھی۔ حضرت محمد صاحب نے اپنے ملک کی دھارمک حالت ہی درست نہیں کی بلکہ اونچ نیچ کا جھگڑا پکھنڈ دور کرکے سب کو ایک کر دیا اور بکھری ہوئی طاقت کو عرب قوموں کو ایک سلک کرکے اکٹھا کر لیا

ایسا جوش بھرا کہ خانہ بدوش اور تمام پرانے سوں کے جھنڈ اور عرب لوگوں نے اپنے ملک ایسی زبردست حکومت قائم کی جس کا رعب پاس پڑوس کے تمام بادشاہوں پر جم گیا۔ سو سال کے اندر اندر عربوں کی حکومت کابل، مصر، افریقہ اور سندھ تک قائم ہو گئی۔ جاہل سمجھے جانے والے عربوں نے محمد صاحب کی بدولت وہ قابلیت حاصل کی کہ یورپ میں تہذیب اور کئی اصلاحوں کے پھیلانے کا فخر انہیں حاصل ہے اسی طرح محمد صاحب کی بدولت عرب، عراق اور اس کے آس پاس کی قوموں کو دھارک، سماجک واجنیتک اور آرتھک سب طرح کا فائدہ پہونچا اور وہ دنیا میں مشہور ہو گئے۔ محمد صاحب نے زندگی بھر بے غرض ہو کر اپنے ملک اور قوم کی یہاں تک سیوا کری کہ آپ اور اپنی اولاد تک کو قربان کر دیا۔ حضرت محمد صاحب نے اسلام کو کوئی نیا دین نہیں بتایا بلکہ سب سنتوں سے یہ کہا کہ ست ایک سناتن ہے وہی اسلام ہے، یہ شروع میں بھی تھا۔ اس کا روپ بدلا کرتا ہے۔ محمد صاحب نے اپنی جاتی والوں کو اپنا سندیش سنانا شروع کیا تو لوگ دشمن بن گئے۔ جوں جوں قریش ستاتے گئے حضرت کا جوش کام کے لئے دونا ہوتا گیا۔ لوگ ان کی جان کے گاہک بن گئے۔ تب یہ مکہ چھوڑ کر مدینہ چلے گئے۔ مکہ پر قبضہ کرنے کے بعد حضرت محمد صاحب نے اپنے دشمنوں کے اگلے پچھلے تمام اتیاچار کو معاف کر دیا۔ آپ بچوں سے پیار، غریبوں کی مدد، دین دکھیوں کی سیوا، سب کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرتے تھے، دوسرے مذہبوں کا بڑا آدر کرتے تھے۔ محمد صاحب کے گنوں کا ورنن کیا جائے تو کئی سال تک رشی اخبار کے کالم بھرے جا سکتے ہیں۔ ان میں دو گن سب سے مہان تھے ایشور وشواس اور سنگھٹن کی شکتی۔ آپ کے جیون پر کچھ اعتراض ہیں جو متعصب یوروپین پادریوں کی ایجاد ہیں اور ان کے خیال کو بغیر سمجھے ہندوؤں نے بھی انہیں اپنا لیا۔ ہماری رائے میں تو محمد صاحب نے مذہبی جنگ کو اخلاق اور ایشوری وشواس سے فتح کیا۔ اور سوشیل یعنی پولیٹیکل کام تلوار سے کیا۔ عرب لوگوں کے سماجک سدھار کے لئے سختی اگر کی گئی تو کبھی بری نہیں ہو سکتی۔ ایسی سختی ملک کے ہر ایک ڈکٹیٹر نے کی ہے۔ جو لوگ مسلمان بادشاہوں کے ان ظلم و ستم کے حوالوں کو پیش کیا کرتے ہیں جو کہ انہوں نے غیر مذہب والوں پر کئے، ہم ان کے ان میلے آئینہ میں حضرت کے اپدیش کی تصویر کو دیکھا کرتے ہیں ہم ان سے اتفاق نہیں کر سکتے۔ یہ کام پولیٹیکل ہے۔ آجکل بھی مذہب کے نام پر حکومت اپنا اُلّو سیدھا کرتی ہے۔ وہ بادشاہ اپنے ان کاموں کے لئے خود ذمہ دار ہیں۔

آنحضرت نے کئی شادیاں ضرور کیں مگر یہ سب پولیٹیکل ضرورت سے اسی طرح کی گئیں جس طرح سری کرشن بھگوان کو ہندوستان کی پولیٹیکل حالت ٹھیک کرنے کیلئے کئی کئی ودواہ کرنے پڑے

ان شادیوں کو نفس کے لیئے نہیں کیا گیا۔ بلکہ ان دیویوں کی بھلائی، عرب سرداروں کو رشتہ دار بنا کر اپنے مشن میں سہایک بنانا وغیرہ مقصد تھا۔ ہم نے جہاں تک آپ کے جیون پر غور کیا۔ آپ کو ایک مہاپرش دیش بھگت، سنسار کا ہتکاری پایا۔ (یہ پنڈت جی کے طویل مضمون کے جستہ جستہ فقرات ہیں یہ مضمون اخبار روشنی بجنور یکم جولائی ۱۹۳۵ء میں شائع ہوا۔ یہ اخبار زیر اڈیٹری لالہ جگناتھ شرن بی اے ایل ایل بی شائع ہوتا ہے)

گاندھی جی

وہ (رسول کریم) روحانی پیشوا تھے۔ بلکہ میں اُن کی تعلیمات کو سب سے بہتر سمجھتا ہوں کسی روحانی پیشوا نے خدا کی بادشاہت کا پیغام ایسا جامع اور مانع نہیں سُنایا جیسا کہ پیغمبر اسلام نے۔ (رسالہ ایمان پٹی ضلع لاہور اگست ۱۹۳۶ء)

گرسبھارا اؤ

دنیا کے کل پیغمبروں میں حضرت محمد صاحب کو اپنے مشن میں لاجواب کامیابی ہوئی جو کسی دوسرے پیغمبر کو نہیں ہوئی اور یہ پیغمبر خدا کے اخلاق مطہرہ و اوصاف حمیدہ کا نتیجہ تھا۔

ہز ہائنس مہاراجہ نرسنگھ گڑھ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سراپا عمل اور ایثار کا مرقع ہے۔ حضور نے زمانہ جہالت میں دنیا کی اصلاح فرمائی۔ اور اُسے اپنی ان تھک کوششوں سے جگمگا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اسلام کا نام ساری دنیا میں روشن ہے۔ (رسالہ ایمان پٹی جون ۱۹۳۶ء)

لالہ برجموہن سروپ بھٹناگر فیروز آبادی

حضرت محمد کی زندگی انسانیت کا ایک اعلیٰ ترین نمونہ ہونے کے ساتھ ہی عمل سے مالا مال ہے انہوں نے خود شناسی اور خدمت انسان کی زندہ مثال پیش کی۔ اُنہوں نے تیئس سال کے قلیل عرصہ میں بُت پرستی اور توہم پرستی مٹا کر وحدانیت کا سبق پڑھایا (پیشوا ربیع الاول ۱۳۵۱ھ)

ڈاکٹر اسا لال ایل ایم ایس

آپ (رسول کریم) بڑے ودوان تھے۔ اعلیٰ درجہ کے سیناپتی تھے۔ آپ زبردست جج تھے ان کا جیون سادہ تھا۔ (خواجہ زندگی)

رائے بہادر پنڈت متھن لال بی اے ایل ایل بی ایڈوکیٹ صدر آریہ سماج اجمیر

حضرت محمد نے جس وقت "خدا تعالیٰ ایک ہے" یہ آواز بلند کی۔ تو اس وقت ہندوستان،

ایران، عرب و عجم میں ہر جگہ بت پرستی کا دور دورہ تھا۔ بلکہ خدا کی ہستی سے لوگ انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مادہ ہی مادہ ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے حضرت محمد کو فرمایا کہ ثابت کر دو کہ خدا تعالیٰ واقعی ہے (حوالہ مذکور)

لالہ امیر چند کھنہ جرنلسٹ باہر انکم ٹیکس چونامنڈی دہلی

حضرت محمد صاحب خدمت خلق کے سب سے بڑے علمبردار تھے۔ بھگوان کرشن نے گیتا میں ایشور کی طرف سے ایک مشہور وعدے کا ذکر کیا ہے جس کا ترجمہ علامہ فیضی نے یوں کیا ہے ؎

چو بنیاد دین سست گردد بسے ؛ نمایم خود را بشکل کسے

اس وعدہ کا ایفا حضرت محمد کے وجود سے کیا گیا (حوالہ مذکور)

لالہ نانک چند ناز جرنلسٹ لاہور

دنیا کی عظیم الشان ہستیوں میں ان (رسول کریم) کا درجہ کسی سے کم نہیں (حوالہ مذکور)

پروفیسر رگھوپتی سہائے فراق ایم اے لیکچرار الہ آباد یونیورسٹی

میں حضرت پیغمبر اسلام کی بعثت کو ان کی شخصیت اور ان کے کارنامہائے زندگی کو تاریخ کا ایک معجزہ سمجھتا ہوں (حوالہ مذکور)

پنڈت امرناتھ زتشی دیال باغ آگرہ

سیرت نبوی کو بنظر غور دیکھنے سے یہ بات بآسانی ذہن نشین ہو جاتی ہے کہ پیدائش سے لیکر وفات تک ہر حال میں آنحضرت کا سینہ عیبی صاحل ہی جو کہ لازمہ نبوت ہے (حوالہ مذکور)

ماسٹر شیو چرن داس پریزیڈنٹ دہلی پروونشل ٹیچرز ایسوسی ایشن

آنحضرت نے اس مرتبہ کو اپنی خدا پرستی، استقلال کامل اور روحانیت کی وجہ سے حاصل کیا (حوالہ مذکور)

ڈاکٹر جے کارام برہما

حضرت محمد نے اخلاق عالیہ کی تلقین ہی نہیں کی بلکہ ان اصولوں پر عمل بھی فرمایا۔ آن کی زندگی ایثار و قربانی کی زندگی تھی۔ (حوالہ مذکور)

پنڈت ہردے پرشاد

اگر کوئی مجھ سے دریافت کرے کہ حضرت محمد کون تھے تو میں اس کے جواب میں برملا کہوں گا کہ آپ اپنے زمانے کے بہت ہی بڑے بزرگ اور پیغمبر توحید کے علمبردار، حقانیت کے وفادار، سچائی کے دلدادہ اور ایک اچھی شیوہ کے پرستار تھے۔ آپ کی اصلاح قابل داد تھی۔ اور تا قیامت یاد رہے گی۔ (حوالہ مذکور)

شیام سندر ایڈیٹر رسالہ پیمانہ لاہور

پیغمبر اسلام کی اولوالعزمی، قومی ایثار کے لئے میرے دل میں بہت پریم ہے۔ حوالہ مذکور

پنڈت دھرم دیو شاستری

اس میں شک نہیں کہ حضرت محمد صاحب بنی نوع انسان کے بھلے کیلئے جئے (حوالہ مذکور)

مہاتما نارائن صاحب سوامی پردھان انٹرنیشنل آرین لیگ دہلی

کہتا ہیں جیسا کہا گیا ہے کہ جب خرابیاں حد سے متجاوز ہو جاتی ہیں تو ان کے دور کرنے کے لئے سدھارکوں کا جنم ہوا کرتا ہے۔ اسی اصول کے ماتحت حضرت محمد کا جنم عرب میں ہوا۔ (حوالہ مذکور)

لالہ سدا سکھ لال

محمد صاحب اپنی فصاحت و بلاغت سے اکثر شکن نے عرب کو مرید کرتے تھے (تاریخ ہند)

شو ہے پرکاش دلوجی پرچارک براہمن دھرم

ہم محمد صاحب کی ان سب بہا خدمات کو جو وہ نسل انسانی کی بہبود کیلئے بجا لائے بھلا کر احسان فراموش نہیں ہو سکتے۔ (سوانح عمری محمد صاحب)

ٹی ایل، وسوانی

محمد کی زندگی تحمل و عنایات و بھلائی سے پر ہے۔

پروفیسر ایشوری پرشاد

محمد صاحب امن و امان کے خواہاں تھے۔ وہ لوگوں کو تعلیم دیتے تھے۔ خدا کی عبادت کرو اور نیک کام کرو۔ (تاریخ ہند)

بھگت راؤ ایڈوکیٹ کوہ مری

سری رامچندر جی مہاراج، بھگوان سری کرشن جی، گرو نانک دیو جی، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ سب روحانی بادشاہ تھے۔ اور میں کہتا ہوں کہ ان میں ایک روحانی شہنشاہ بھی ہے جس کا مقدس نام محمد تھا۔ جس کے معنی ہی مہلک کئے گئے ہیں اور جس کی بو ترا نعت کے متعلق کچھ کہنا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہر ایک ریفارمر نے آکر دنیا میں بہت کچھ کیا۔ مگر حضرت محمد صاحب نے دنیا پر اس قدر احسان کئے ہیں جن کی مثال نہیں مل سکتی (نذرانۂ ہند مثلاً)

پنڈت ستیا داری

پیشوائے دین اسلام حضرت محمد کی زندگی دنیا کو بیشمار قیمتی سبق پڑھاتی ہے اور تقریباً حضرت

کی زندگی ہر حیثیت سے دنیا کے لئے سبق آموز ہے بشرطیکہ دیکھنے والی آنکھ سمجھنے والا دماغ محسوس کرنے والا دل ہو۔ (معجزات اسلام ص۴۰)

لالہ رلیم لال ورما اڈیٹر اخبار تیج

جمہوریت، اخوت، مساوات یہ عطیات ہیں جو حضرت محمد نے بنی نوع انسان کو عطا کئے

ہندو فاضل چیلو نکر وکیل اکولہ سابق سکرٹری ہندو مہا سبھا نے موضع بلڈانہ

(علاقہ برار) میں تقریر کرتے ہوئے کہا ہے۔

پیغمبر اسلام کی بعثت ایک ایسے آفتاب عالمتاب کا ظہور تھا۔ جس کی ضوفگن شعاعوں نے ضلالت کی ظلمت کو چشم زدن میں مستور کر دیا۔ رسول عربی نے سب سے پہلے وحدانیت کی تعلیم دنیا کے سامنے پیش کی

(اخبار حیدر دکن حیدرآباد۔ ۲۷ ستمبر ۱۹۳۲ء)

ماسٹر شیو چرنداس پریزیڈنٹ دہلی پروونشیل ٹیچرز ایسوسی ایشن دہلی

آنحضرت نے اس رتبہ کو اپنی خدا پرستی، استقلال کامل اور روحانیت کی وجہ سے حاصل کیا۔

(پیشوا ربیع الاول ۱۳۵۹ھ)

لالہ راجپت رائے بی اے ایل ایل بی پریزیڈنٹ اروڑبنس سبھا لاہور

وحدانیت و مساوات یہ دونوں بے بہا اصول دنیا کو حضرت بانی اسلام نے دیئے۔ محمد علیہ السلام انسانی جماعت کے سب سے بڑے رہنما اور ہادی ہیں۔ جب تک وحدانیت اور مساوات کے اصول سے بڑھیا اصول دنیا کو دستیاب نہیں ہوتے اس وقت تک فیض رسانی کا سہرا محمد علیہ السلام کے سر رہے گا۔

(معجزات اسلام ص۴۷)

رسول کریم کے متعلق بدھ فضلاء کی رائیں

لوکنا بُو مائنٹ (بدھ لیڈر)

میں حضرت پیغمبر اسلام کو خراج عقیدت ادا کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ کوئی شخص جو حضرت پیغمبر اسلام کے حالات زندگی پڑھے وہ آپ کے شاندار کارناموں پر جوش تحسین کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ حضرت محمد کی زندگی ازحد مصروف زندگی تھی۔ اور قابل تحسین کارناموں سے لبریز۔ (پیشوا ربیع الاول ۱۳۵۱ھ)

مسٹر این لے نگایا تھن آف برہما

ہندوؤں اور بودھوں کی مذہبی کتابوں کی مطابق جب کبھی دنیا کو ایک معلم جلیل کی ضرورت لاحق

ہوتی ہے ایک معلم جلیل مبعوث ہوتا ہے۔ حضرت محمدؐ ایسے ہی معلم جلیل تھے۔ حضرت محمدؐ نے محبت کی تخلیق نہیں فرائی بلکہ سچائی اور امن کے اصولوں کا اعلان فرمادیا (حوالہ مذکور)

پیشوائے اعظم بدھ مذہب ہانگ لونگ صاحب

حضرت محمدؐ کا ظہور بنی نوع انسان پر خدا کی ایک رحمت تھا، لوگ کتنا ہی انکار کریں مگر آپ کی اصلاحات عظیمہ سے چشم پوشی ممکن نہیں۔ ہم بدھی لوگ حضرت محمدؐ سے محبت کرتے ہیں اور آن کا احترام کرتے ہیں۔ (معجزات اسلام ص۹۲)

رسول کریمؐ کے متعلق سکھ فضلا کی رائیں

ماسٹر تارا سنگھ پریذیڈنٹ سکھ لیگ

جب کوئی مجھ سے یہ کہتا ہے کہ حضرت محمد صاحب نے تلوار کے زور سے اپنا مذہب پھیلایا تھا تو مجھے اس شخص کی کم فہمی پر ہنسی آتی ہے۔ (اخبار الامان دہلی ۱۰ر جولائی ۱۹۳۲ء)

سردار جودھ سنگھ

دنیا میں آنحضرت رسول عربی پاکیزہ زندگی کی بے نظیر مثال ہیں۔ (مدینہ جولائی ۱۹۳۲ء)

سردار رام سنگھ امرتسری

محمد صاحب نے دنیا میں آکر بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ اعلیٰ درجہ کے ریفارمر اور اپنے وقت کے بڑے مذہبی پیشوا تھے۔ آپنے عرب سے بت پرستی اور وہم پرستی کو دور کیا۔ اور بھی بہت سے کام آپ کی زندگی سے وابستہ ہیں آپ نے عرب سے غلامی کی انسانیت سوز رسم کو مٹایا۔ اسلام کے پیروں کو تعلیم دی کہ غلاموں کو آزاد کرنا بڑا ثواب ہے۔ کوئی شخص پیدائشی غلام ہونے کی وجہ سے امام یا خلیفہ بننے سے محروم نہیں ہو سکتا۔ سب سے پہلے دنیا کو آپ ہی نے جمہوریت سے آشنا کیا۔ اور وطن کے متعلق فرمایا کہ وطن کی محبت ایمان کی علامت ہے۔ وطن والوں سے محبت کرنا ایمان ہے اور اہل وطن سے غداری یا نفرت یا ترک تعلق کرنا ناجائز ہے۔ اس تعلیم کا آپنے یہودیوں اور کافروں سے معاہدات کر کے اور آن سے محبت و رواداری کا سلوک کر کے مسلمانوں کیلئے ایک اعلیٰ نمونہ بھی قائم کر دیا (مولوی ربیع الاول سلسلہ ۱۲۰ م)

سردار کشن سنگھ (اور گرو نانک صاحب)

اس بعثت کے بعد عرب پر ایک جدید تہذیب و ترقی کا ظہور رہا۔ پھر جادہ تعجب خیز ہے

کہ اس تہذیب کے بانی وہی لوگ تھے جو کچھ دنوں پہلے بالکل وحشی تھے۔ اور تہذیب کی ہوا اُن کو چھو بھی نہیں گئی تھی۔ وہ لوگ دن رات شرابیں پیتے تھے۔ اور آپس میں کشت و خون کے سوا ان کا کوئی کام نہ تھا۔ معمولی بات پر بھی قبیلے کے قبیلے کٹ مرتے تھے۔ لڑکی کی ولادت اسقدر ننگ خیال کیجاتی تھی کہ پیدا ہوتے ہی گلا گھونٹ دیا جاتا تھا۔ غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کی کوئی حد نہ تھی جہالت کی انتہا یہ تھی کہ دادا پردادا کا بدلہ پوتے پر پوتے لیتے تھے۔ ان حالات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کسی معمولی تعلیم کا اثر نہ تھا بلکہ حضرت محمد صاحب کو خداوند عالم کی طرف سے خاص وہ وہ باتیں تھیں کہ باوجود اُن کے غیر تعلیم یافتہ ہونے اور اس سوسائٹی میں نشو و نما پانے کے ایسی کایا پلٹ کر دکھائی کہ جس سے ہم یہ ماننے پر مجبور ہیں کہ حضرت محمد صاحب ضرور بندگان خدا کی ہدایت کیلئے خدا کے بھیجے ہوئے تھے (آگے لکھتے ہیں) حضرت محمد صاحب کی شخصیت عظیم شخصیت تھی چنانچہ ہمارے آقا سردار گرو نانک صاحب جن کی مذہبی رواداری اور بے لاگ انصاف پسندانہ تعلیم کو ایک دنیا نے مانا ہے انہوں نے حضرت محمد صاحب کی سیرت کے مطالعہ کے بعد اُن کی تعریف میں جو دوہا لکھا ہے وہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ حضرت محمد صاحب کی شخصیت دنیا کے تمام انصاف پسند اور غیر متعصب مذاہب میں بھی پسندیدہ اور مقبول رہی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے۔

ڈیٹھا نور محمدی ڈیٹھا نبی رسول ‏ ‏ نانک قدرت دیکھکر خودی گئی سب بھول

(نکاز بان ہند مٹا)

اسلام کے متعلق فضلاء یورپ کی رائیں

مسٹر وائل مصنف ہسٹری آف دی اسلامک پیپل

رسول کریم نے مسلمانوں کو ایسے مذہب کے شیرازے میں منسلک کر دیا کہ جسمیں صرف خدائے واحد کی پرستش اور ابدی نجات کی تعلیم تھی۔ اور مکمل شریعت سے بہرہ اندوز کیا۔ اور اس قانون کا عامل بنا دیا جو ہر زمانہ میں یکساں منفعت کے ساتھ نافذ اور رائج ہو سکتا ہے۔

پروفیسر مارس

کوئی چیز عیسائیان روم کو اس ضلالت و غوایت کے خندق سے جسمیں وہ گرے پڑے تھے نہیں نکال سکتی تھی بجز اُس آواز کے کہ جو سرزمین عرب میں غار حرا سے آئی (رسالہ مولوی ہالی ربیع الاول ۱۳۵۰ھ)

ڈاکٹر لیبان

مذہب اسلام کے اعتقادات آج بھی اُن کا اثر ویسا ہی پُر زور ہے جیسا پہلے تھا (تمدن عرب)

ہانگنر نے چین ایک لمبی چوڑی فہرست اُن اخلاقی احکام کی دی ہے جو مسلمانوں میں بطور مقولوں کے رائج ہیں اور بلا خوشامد کہا جا سکتا ہے کہ ان مقولوں سے بہتر کوئی دستور العمل انسان کو عملاً نیکی کی طرف راغب اور بدی سے بچانے کیلئے نہیں ہو سکتا۔ (تمدن عرب)

روئے زمین کے تمام مسلمان اپنے مذہب کو ان دو چھوٹے جملوں میں بیان کرتے ہیں جن کا اختصار اور جن کی جامعیت حیرت انگیز ہے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (حوالہ مذکور)

ڈاکٹر ایزک ٹیلر

افریقہ کے جن وحشی مقامات پر اسلام کا سایہ پڑا وہاں سے زنا۔ قمار بازی، دختر کشی، وبا شکنی، قتل و غارتگری، وہم پرستی، شراب خوری وغیرہ وغیرہ ہمیشہ کے لئے جاتی رہی مگر اُسے ملک کے دوسرے حصہ پر کسی غیر اسلام مذہب نے قائم کیا تو ان لوگوں کو رزائل مذکورہ بالا میں اور زیادہ راسخ کر دیا۔ (سینٹ جیمس گزٹ لندن ۸ ر اکتوبر ۱۸۸۸ء)

مسٹر ایچ۔ جی ویلز مورخ انگلستان

محمد سے قبل عربوں کا ذہن و دماغ مٹی ہو رہا تھا۔ وہ شاعری اور مذہبی مباحث میں مبتلا تھے مگر پیغمبر اسلام کے مبعوث ہوتے ہی اُن کی قومی اور نسلی کامیابیوں نے ان میں وہ ولولہ پیدا کر دیا کہ تھوڑے ہی دنوں کے اندر ان کے ذہن و دماغ میں وہ روشنی اور چمک دمک پیدا ہوئی کہ یونانیوں کی بہترین دور کے لگ بھگ پہونچ گئی یعنی انہوں نے ایک نئے ارادہ اور قوت تازہ کے ساتھ علم کے اس ذخیرہ کو باقاعدہ نشر و نما دینی شروع کی جس کا کام یونانیوں نے شروع کیا تھا اور شروع کر کے چھوڑ دیا تھا۔ ان عربوں ہی نے انسانوں کے اندر سائنس کی تحقیقات کی تحریک کو از سر نو زندہ کیا۔ موجودہ دنیا کو علم و افتدار کی جو نعمتیں حاصل ہوئی ہیں وہ عربوں کے ذریعے ملی ہیں۔ تاریخ تمام اعلیٰ لٹریچر اور تصوف فلسفے کی جڑ بنیاد ہے اور یہی مضمون تھا جس میں اولین عرب مصنفین نے امتیاز حاصل کیا۔ اسلام میں فلسفیانہ علوم کا عظیم الشان انبار لگ گیا تھا۔ بصرہ۔ کوفہ، بغداد، قاہرہ، قرطبہ میں عظیم الشان یونیورسٹیاں قائم تھیں۔ ان یونیورسٹیوں نے چار دانگ عالم میں اُجالا کر دیا۔ اسلامی فلسفہ کا رنگ و روغن جامعہ قرطبہ ہی کے ذریعے سے پیرس اور آکسفورڈ اور شمالی اطالیہ کی یونیورسٹیوں پر چڑھا۔ بارہویں صدی تک علم الحساب میں صفر کا پتہ تک نہ تھا۔ مگر اس زمانہ میں ایک عرب ماہر علم ریاضیات محمد ابن موسیٰ نے صفر ایجاد کیا۔ اسی نے سب سے پہلے اعشاریہ استعمال کیا اور مفرد اعداد کی قیمت کا تعین اُن کی حیثیت کے مطابق کیا۔ الجبرا انہی کی بنائی ہوئی چیز ہے،

ستاروں کے علم کو کہیں سے کہیں پہونچا دیا۔ علم نجوم کے متعلق بہت سے آلات بنائے جو آج تک استعمال ہوتے ہیں۔ فن ادویہ میں وہ یونانیوں سے بہت بڑھ گئے۔ انہوں نے جو کتاب الادویہ مرتب کی تھی وہ آج تک جوں کی توں موجود ہے۔ ان کے علاج کے بہت سے طریقے ایسے تھے جنپر آج تک عملدرآمد ہے۔ ان کے جراح بے حس کرنے والی دواؤں کا استعمال جانتے تھے۔ اور دنیا میں مشکل سے مشکل جو جراحی عمل ہوتے ہیں ان میں ان کے آپریشن بھی شامل ہیں۔ اسی طرح کیمیا میں انہوں نے نہایت عمدہ ابتدائی اور بہت سے نئے مادے اور نئے مرکبات مثل الکحل وغیرہ دریافت کئے۔ فن تعمیر میں بھی وہ دنیا سے بازی لے گئے۔ اور ہر قسم کی دھات سے کام لیتے تھے۔ اسی طرح پارچہ بافی میں کوئی اُن سے آگے نہ بڑھ سکا۔ وہ رنگ آمیزی کے گروں سے بھی واقف تھے اور کاغذ کی صنعت بھی انہی کی رہین منت ہے (الامان دہلی مئی ۱۹۳۶ء بحوالہ اسنار آف انڈیا)

مسٹر ہولڈرسن

حضرت محمد کا پھیلایا ہوا مذہب بالکل واضح اور صاف ہے وہ ایک جامع مانع عقیدہ ہے جو ایک ہی کتاب یعنی قرآن پاک پر مبنی ہے وہ سختی کے ساتھ توحید کا مذہب ہے۔ (پیشوا نبی الاول ۱۹۵۶ء)

پروفیسر مارلین

کوئی چیز عیسائیوں کو اُس ضلالت اور گمراہی کے خندق سے جسمیں وہ گر پڑے تھے نہیں نکال سکتی تھی۔ بجز اُس آواز کے جو سرزمین عرب کے غار حرا سے آئی۔ اعلاء کلمۃ اللہ جس سے یونانی انکار کرتے تھے اس آواز نے دنیا میں پیدا کیا۔ اور ایسے علمی پیرایہ میں کیا جس سے بہتر ممکن نہ تھا۔ جیسی انسانیت اور مروت مسلمانوں میں ہے شاذ و نادر ہی کسی قوم میں پائی جاتی ہے (تذکرۃ المسیح)

ڈاکٹر کلارک

حضرت محمد کی تعلیمات ہی کو یہ خوبی ملی ہے کہ اسمیں وہ تمام اچھی باتیں موجود ہیں جو دیگر مذاہب میں نہیں پائی جاتیں (میزان التحقیق صـــ)

اعلیٰ سے اعلیٰ توحید کا مذہب جو دنیا میں پایا جاتا ہے وہ اسلام ہے (ڈاکٹر ہیکل جرمنی از معجزات اسلام ص۲۶)

مذہب اسلام کا وہ حصہ جس سے اُس کے بانی کی طبیعت صاف معلوم ہوتی ہے نہایت کامل اور غایت درجہ موثر ہے اس سے ہماری مُراد اُسکی اخلاقی نصیحتیں ہیں (چیمبرس انسائیکلو پیڈیا)

اسلامی تعلیم کی برتری فضیلت، منزلت اظہر من الشمس ہے۔ محمد کا اسلام کامل مذہب ہے

جس کا ثبوت یہ ہے کہ اسلامی تعلیم بالکل خالص ہے، قوانین و آئین احسانمندی کی رو سے دنیا پر واجب ہے کہ دنیا پر آپ نے تہذیب و تمدن کا جو حیرت انگیز اثر ڈالا ہے اسکو کبھی فراموش نہ کرے۔
(جو آکیم بولٹ۔ از معجزات اسلام ص۴۷)

اسلام کے متعلق ہندو فضلا کی رائیں

لالہ شیام ناتھ ایم اے دہلوی

بلاشبہ اسلام نے جہاں بے شمار اصلاحات اور بنی نوع انسان کی خدمت میں شغف کا اظہار کیا۔ وہاں انسداد غلامی کے متعلق بھی اس کی مساعی بہت قابل قدر اور قابل توصیف ہیں۔ دنیا کی سب سے بڑی لعنت اگر کوئی چیز ہے تو یہی غلامی۔ خدا جانے کس منحوس ساعت میں اس رواج نے جنم لیا تھا کہ ہزار ہا برس گذر جانے کے بعد اب تک کسی نہ کسی حصہ عالم پر اس کا وجود نظر آ رہا ہے۔
آپ نے (رسول کریم نے) غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین شروع کر دی۔ یہ بھی دنیا میں اپنی نوعیت کی پہلی آواز تھی۔ غلام ایک اذل ترین مخلوق سمجھے جاتے تھے۔ عزت اور سلوک تو ایک طرف کسی آسایش و آرام کے بھی مستحق نہ سمجھے جاتے تھے۔ سب سے پہلے مسلمانوں نے اس طرف توجہ کی اور جوں جوں مسلمانوں کا اقتدار اور اُن کا دائرہ اثر بڑھتا گیا، غلاموں کی حالت بھی سنورتی گئی (رسالہ مولوی دہلی بربیع الاول ۱۳۵۲ھ)

ماسٹر شنکر داس گیانی ہیڈ ماسٹر مڈل اسکول ضلع لائل پور

آپ کی تعلیم میں ہمیں بہت سی خوبیاں نظر آتی ہیں جن کو دیکھ کر بے اختیار آپ کی تعریف کرنے کو جی چاہتا ہے۔ اگر آپ کچھ نہ کرتے صرف خدا پرستی، اور مساوات کی تعلیم پر اکتفا کرتے تو بہت کچھ تھا اور اتنے ہی پر دنیا اُن کے قدموں پر عقیدت کے پھول نچھاور کرتی۔ مگر اب جبکہ آپ کی تعلیمات میں توحید، تقویٰ، نیکی، پارسائی، محبت، رواداری، اور عورتوں کے حقوق آزادی وغیرہ چیزیں بھی نظر آتی ہیں تو ایسی حالت میں اُن کی تعریف سے چشم پوشی کرنا ہٹ دھرمی اور بدترین تعصب ہے (حوالہ مذکور)

لالہ دیش بندھو ایڈیٹر اخبار تیج دہلی

حضرت محمد صاحب کی پوری زندگی میں کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا کہ آپ نے کسی قوم تو قوم کسی ایک شخص کو بجبر مذہب میں داخل کرنا تو کیا کبھی کسی کو اسکی اجازت بھی دی ہو۔ خیر یہ تو مذہب میں شامل کرنے اور نکالنے کا معاملہ تھا۔ اسلامیوں کا سلوک غیر قوموں کے ساتھ اتنا روادارانہ رہا ہے کہ اسکی مثال

کسی دور نہیں ملتی۔ اسلامی جہاد جس کو بری صورت میں پیش کیا جاتا ہے اُس میں بھی یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب فوجیں بڑھیں تو راہ میں کسی نقصان نہ پہونچائیں۔ دشمن کو پناہ دینے میں بخل نہ کریں عورتوں بیماروں، بچوں، بوڑھوں اور پجاریوں سے تعرض نہ کریں۔ یہ کتنے اعلیٰ احکام ہیں۔ جنگیں ہمیشہ ہوتی ہیں اور ہوتی رہیں گی مگر کسی قوم نے دشمن پر کبھی رحم نہیں کیا اور ظلم کیا پوری سنگدلی سے لوٹا، جلایا اور برباد کیا مگر حضرت محمد کے وقت میں اسکی کوئی مثال نہیں ملتی۔ (حوالہ مذکور)

لالہ رام لال ورما قایم مقام اڈیٹر اخبار تیج دہلی

ہم نے تلوار کا چرچا بہت سنا ہے اور قتال کے طور پر جہاد کا مسئلہ ہمارے سامنے پیش کیا جاتا ہے گویا کہ اسلام کی نشر و اشاعت اور اسکی بقاء و ترقی کا انحصار تلوار پر ہے۔ ایسا کہنا خود اسلام کی تردید کرنا ہے۔ اس غلط اور شر انگیز عقیدہ کے حامیوں نے حضرت محمد صاحب کے زندگی کے واقعات کو بالائے طاق رکھ دیا ہے اور صداقت سے آنکھیں بند کر لی ہیں۔ اسلام میں تلوار کی جگہ ہے وہی جو کسی مذہب میں ہو سکتی ہے۔ اسلام میں تلوار کا استعمال جائز ہے مگر صرف وہیں تک جہاں تک کہ صداقت اور سچائی کی حفاظت کیلئے ضروری ہے۔ اسلام میں امن و آشتی اور صلح و آشتی کی جگہ تلوار سے کہیں بالا تر ہے۔ اسلام تلوار کا نہیں بلکہ امن کا پیغام ہے۔ (حوالہ مذکور)

مسز نائیڈو

محمد کو جس مذہب کی تبلیغ کے لئے مبعوث کیا گیا تھا یہ خصوصیت اُس کا عجیب و غریب پہلو تھا محمد کے اہل وطن نے سسلی پر حکومت کی اور سپین پر سات صدیوں سے زاید زمانے تک کوس لمن الملک بجایا لیکن انہوں نے کسی حالت میں بھی رعایا کے حق عبادت و پرستش میں دست اندازی نہیں کی وہ عیسائیت کا احترام اسلئے کرتے تھے کہ قرآن کریم انہیں غیر مسلموں سے رواداری کا برتاؤ کرنا سکھلاتا تھا۔ دنیا کے تمام بڑے بڑے مذہب کم و بیش ایثار علی النفس کی تعلیم دیتے ہیں مگر اسلام اس بارے میں سب سے آگے ہے۔ بنی نوع انسان کی خدمت تعلیم اسلام کا سرمایۂ امتیاز ہے اسی نے اسلام نے عالمگیر اخوت کا اُصول دنیا کے روبرو پیش کیا ہے۔ دنیا اس اصول کی پیروی کرنے سے خوش حال ہو سکتی ہے (اخبار الامان دہلی ۱۷ر جولائی ۱۹۳۲ء)

گاندھی جی

اسلام اپنے عروج کے زمانہ میں غیر روادارانہ نہ تھا۔ اس نے تمام دنیا سے خراج تحسین حاصل کیا تھا (حوالہ مذکور)

رامانند سنیاسی سکرٹری آل انڈیا دلت اُدھار سبھا دہلی

اسلام کو سب سے بڑی نعمت جو حضرت محمد صاحب نے عطا کی وہ لاشریک خدا کی پرستش تھی اور اس چیز نے ابتداء اسلام کو حیران کن کامیابی دی۔ (حوالہ مذکور)

ڈاکٹر ایس ستیارام ایم اے

دنیا کی موجودہ تہذیب صرف اسلام کی بدولت ہے۔ اسلام نے ایشیائی تہذیب کی روشنی کو اونچا کر رکھا تھا۔ یوروپین زیادہ تر تعلیم حاصل کرنے کیلئے مسلمان استادوں کے پاس گئے۔ سکھ مذہب جس کے بانی باوا نانک اور گروگوبند سنگھ جی ہیں اور بنگال کا فرقہ ستیا رام بانام اسلام ہی کی بدولت ظاہر ہوا۔ (رسالہ مولوی دہلی ربیع الاول ۱۳۵۱ھ)

لالہ لاجپت رائے

اسلام کی وحدانیت کیا تھی۔ ایک آتش خیز سیلاب تھا جس کی اُبلتی ہوئی لہر کے سامنے نہ بت پرستی ٹھہری۔ نہ آتش پرستی ٹھہری۔ نہ انسان پرستی ٹھہری، نہ عیسیٰ پرستی ٹھہری۔ جہاں تک یہ پہونچی راستے میں صفائی کرتی چلی گئی (مہرشی دیانند اور ان کا کام مصنفہ لالہ لاجپت رائے)

لالہ مہر چند لدھیانوی

بانیٔ اسلام کی تعلیم میں اُلفت و محبت رحم و شفقت، عفو و کرم کا اثر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے (مدینہ جولائی ۱۹۲۳ء)

جنگلی عربوں نے جب حضرت محمد صاحب کے اپدیشوں پر عمل کیا تو ساری مغربی دنیا کے استاد بن گئے (سوانح عمری گروگوبند سنگھ ص۵۵)

پنڈت کرشن گوپال بی اے اڈیٹر بھارت سماچار میٹی

سنسار کی اصلاح میں جیسی کامیابی اسلام دہرم کو ہوئی ہے کسی دہرم کو نہیں ہوئی۔ تاریخ کے پڑھنے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اسلام کا چمکنے سے پہلے پورب پچھم میں دہریت کی گھٹائیں چھائی تھیں۔ اسلام نے ایشور بھگتی کا سبق دیا۔ اسلام دہرم کی دوسری خدمت استریوں کا بچاؤ ہے۔ تاریخ پڑھنے والے اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ گذشتہ عہد میں استریوں کی حالت بُری تھی، ہر دیش میں اُن کی دشا قابل رحم تھی۔ ان کا کوئی حق نہ تھا۔ اور ان کی کوئی عزت نہ تھی۔ اسلام نے استریوں کو عزت دی۔ اسلام کی ہر ایک تعلیم منش کی فطرت کے مطابق ہے، اسلام نے ایسے انداز سے بردے اور آتما کو شدھ کیا کہ صدیوں کی گمراہی مہینوں میں مٹ گئی، اسلام دہرم کا ایک سب سے بڑا احسان ہے

کہ اس نے امیر و غریب اور برہمن اور شودر کو ایک صف میں لا کھڑا کیا۔ اسلام سے پہلے غریبوں کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ ہر جگہ مالدار آدمی عزت کے مالک بنے رہتے تھے۔ (پیشوا ۱۹۳۶ء ۳؍۱)

بالو مکٹ دھاری پرشاد بی اے ایل ایل بی وکیل گیا۔

محمد صاحب کی بے انتہا عمدہ تعلیمات و اخلاق کے ہی یہ کرشمے ہیں کہ اسلام اب تک قائم ہے اور مجھے یہ اقرار کرنے میں کچھ بھی باک نہیں ہے کہ محمد صاحب کا مذہب ہی اپنی تعلیمات کی بنا پر آج دنیا میں سب سے زیادہ عام پسند مذہب ہے۔ (ایمان مئی ۱۹۳۵ء)

راجہ رادھا پرشاد سنہا بی اے۔ ایل ایل بی آف تیلو ٹھو اسٹیٹ

میں نے آج تک اپنے مذہب کی کتابیں اور دوسرے مذہب کے بانیوں اور بڑے بڑے ریفارمروں کی تعلیمات پڑھی ہیں۔ ان میں مجھے کہیں بھی مساوات کا اتنا زبردست اور کھلا حکم موجود نہیں ملا جتنے صاف اور بغیر الجھے ہوئے الفاظ میں آنحضرت نے اس کی ہدایت فرمائی ہے۔ مختلف قوموں اور نسلوں اور مذہبوں میں ایک اخوت کا رشتہ قائم کر دینا آنحضرت کی ہدایت سے پیشتر غالباً کبھی اور کہیں دیکھا گیا۔ (حوالہ مذکور)

مسٹر بی ڈی آہنا ایم اے میمیو برما

اسلام کا دنیا کو سب سے بڑا تحفہ ایک خدا کی پرستش ہے۔ اسلام خدا کو ایک ذات اور بے شریک مانتا ہے۔ پانچ وقت کی نماز پڑھنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اسلام پاک و صاف کپڑوں اور پاک جسم کے ساتھ عبادت کرنے کا حکم دیتا ہے۔ بغیر وضو کے نماز جائز نہیں۔ ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ آنکھ اور ناک کے بہت سے امراض ان کو نجس اور ناپاک رکھنے کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ جسم کے لئے ایک دفعہ غسل کافی نہیں۔ چند گھنٹوں کے بعد وبائی امراض کے جراثیم ہمارے بدن پر آ بیٹھتے ہیں خاص کر ان حصوں میں جو کپڑوں سے باہر رہتے ہیں۔ وضو ان اعضا کو پاک صاف کر دیتا ہے۔ رمضان کے روزے رکھنا ان سے روحانی اور جسمانی فوائد دونوں حاصل ہوتے ہیں۔ بہت سے ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ بہت سی بیماریاں جسم کے اندر ایک قسم کے زہر کے جمع ہو جانے سے ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر ہدایت کرتے ہیں کہ ہر بیماری میں سے ایک سات دن تک فاقہ کرنے سے اچھی ہو جاتی ہے۔ اس حکمت کا نام ہماری طب میں نیچرل پیتھی یا قدرتی علاج ہے۔ اسلام نے اس علاج کو مذہب کا جز بنا دیا ہے (حوالہ مذکور)

پنڈت سندر لال

ان کی (رسول کریم کی) پیغمبرانہ جد و جہد اور تصویر عمل کو میں دوسرے مورخین کے الفاظ میں

بیان کروں گا۔ ریورینڈ ڈبلیو، آر، سٹیفنس اپنی کتاب دی بائبل اینڈ دی قرآن میں لکھتے ہیں۔ جو برائیاں آپ کے زمانہ میں سب سے زیادہ پھیلی ہوئی تھیں اور جن کی قرآن میں بڑے زور کے ساتھ برائی کی گئی ہے۔ وہ یہ تھیں۔ شراب خوری۔ عجب۔ تکبر۔ لاتعداد عورتوں سے شادیاں، لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا، قماربازی، سودخواری، قتل وغارت، لوٹ، ساحری۔ پیغمبر اسلام کے وجود سے ان شرمناک اور انسانیت سوز عیوب میں سے کچھ تو بالکل مٹ گئے اور چند باقیماندہ کم ہو کے ہوتے تقریباً نہ ہونے کی برابر رہ گئے۔ اس صورت میں عربوں کا آفتاب ترقی بام کمال پر پہونچا۔ (استقلال دیوبند فروری ۱۹۳۶ء)

ساماراؤ بی اے ایل ایل بی

لیگ آف نیشن نے دنیا میں امن پھیلانے کی بجید کوشش کی ہے لیکن اگر اسلامی اصول پر کوشش کیجاتی تو دنیا میں کبھی کا امن پھیل چکا ہوتا۔ (رسالہ ایمان جون ۱۹۳۶ء)

پنڈت رامچندا وجیا آنریری مجسٹریٹ لکھیم پور کھیری منیجر ریاست بجوا

اسلام کوئی جذباتی یا خیالی مذہب نہیں اور نہ چند عقاید و رسوم کا مجموعہ ہے بلکہ ایک خالص عملی مذہب ہے۔ اسلام محبت کا مذہب ہے۔ وہ انسانوں کو خالق۔ مخلوق سے محبت کی تعلیم دیتا ہے اور مخلوق سے محبت اُن کے حقوق کی نگہداشت سے ہوتی ہے۔ اسلام میں عورت کا مرتبہ بلند ہے۔ صرف اسلام ہی ایک ایسا واحد مذہب ہے، جس میں ہر ایک انسان بلا تفریق قوم و دولت کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ (مشیر ربیع الاول ۱۳۵۲ھ)

بابو شیر سنگھ شمیم

رسول اکرم کے ارشادات اور عملی کارناموں کو اگر بہ نگاہ غایر ملاحظہ کیا جائے تو ان میں زمانہ کی تمام خوبیاں نظر آئیں گی جو منشائے الٰہی کے موافق اور بنی نوع انسان کے لئے مشعل ہدایت ہیں۔ (حقانی)

بھائی پرمانند ایم اے

ایک شخص جب مسلمان ہوتا ہے اسمیں اسی وقت ایک تبدیلی آ جاتی ہے وہ مسلمان سماج کا انگ (جسم) بن جاتا ہے اور اسمیں مسلمان سماج کیلئے مذہبی جوش اور تساہ پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن آریہ سماج میں داخل ہونے پر کوئی ایسا نیا سا جک جیون پیدا نہیں ہوتا۔ (آریہ گزٹ ۲۶ مئی ۱۹۲۶ء)

مسٹر پی سی رلئے سنانٹ ڈی ایس سی ایڈنبرگ پی ایچ ڈی ایل ایل ڈی

سب مذاہب سے زیادہ اسلام میں مساوات کا اصول پایا جاتا ہے۔ یہ مکمل طور پر سب انسانوں کو برابر بناتا ہے۔ اسلام کو قبول کرتے ہی تم میں اور کسی دوسرے مسلمان میں فرق نہیں رہتا۔ اسلام میں ننگ

کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔ اس فراخدل پالیسی کی وجہ سے اسلام نے بحرالکاہل کے کناروں سے لیکر اطلانٹک کے کناروں تک تمام دنیا میں ترقی کی۔ ان دنوں جزیرہ نما ملایا میں اسلام حیرت انگیز رفتار سے ترقی کر رہا ہے۔ اسکی ترقی کا باعث تلوار یا قرآن نہیں کیونکہ اس ملک میں کبھی بھی مسلمانوں کا راج نہیں رہا۔ بلکہ قرآنی تعلیم کے ماتحت اسکی فراخدلی اور سب کے لئے برابری کی پالیسی ہی اسکی ترقی کی وجہ ہے

(رسالہ کرانتی لاہور سے اخبار اُردو بمبئی ۲۰ اپریل ۱۹۳۵ء نے نقل کیا)

شری راج وید پنڈت گراودہری پرشاد شرما

میری رائے میں اگر کسی مذہب کو اخوت باہمی، اخلاق و تہذیب اور اتحاد کی دولت فراوانی اور کثرت سے عطا کی گئی ہے تو وہ مذاہب کا سردار اسلام ہے۔ اسلام کی فیاضی، کشادہ دلی اس کا امتیازی نشان ہے وہ امیر، غریب سب کو اپنی شفیق آغوش میں پناہ دیتا ہے۔ اس کے دروازے سب کے لئے کھلے ہیں اور ہر خیال اور ہر رنگ کا انسان اس کے زیر سایہ آرام و راحت کی زندگی بسر کر سکتا ہے (اخبار پانچ جون ۱۹۳۵ء)

لالہ رامچند مچندہ

کاش ہندو، سکھ، عیسائی، بودھ اور دوسرے لوگ آنحضرت کی پاک اور عالمگیر تعلیم کو سمجھیں اور اس سے مستفید ہوں (الایمان اگست ۱۹۳۳ء)

پاہلا اسوتا دیم راؤ بی اے ایل ایل بی وکیل

کئی لوگوں نے کہا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے یہ بالکل ناواقفیت کی بات ہے

(رسالہ ایمان چھٹی ضلع لاہور ۱۰ مارچ ۱۹۳۵ء)

مسٹر بلدیو سہائے بی اے

اگر کسی مذہب نے امن و امان کو اپنا فرض قرار دیا ہے اور اس کے قیام میں پوری قوت صرف کی ہے تو وہ مذہب صرف اسلام ہے۔ (حوالہ مذکور)

پروفیسر اندر لیسر پنڈت ورشنا نند

اسلام کے پرونک پیغمبر محمد صاحب کو دنیا میں اپنے وچاروں کا پرچار کئے صدیاں و تیت ہو گئیں ان صدیوں میں پیغمبر کے بتلائے ہوئے آنک تا کے اصولوں کو گھس کر ادیک ادجل کیا ہے ان کی چمک میں کمی نہیں ہونے پائی ہے سبھی کی کسوٹی پر کسا جا کر اسلام کے پرونک کا بتلایا ہوا ایکشوریاواد سنجیوبی جیون کا اصول کھرا سونا سدھ ہوا ہے۔ پیغمبر کے مہاپرش ہونے میں اس سے ادھک مضبوط

کسی ثبوت کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت محمد صاحب ایشور کے زبردست پرچارک تھے وہ سنسار کے سب سے بڑے اناد بیر اور سچائی کے ایک سرپرست و شانتی و کیل تھے۔ (معجزات اسلام ص ۱۶)

اسلام کے متعلق بدھ فضلا کی رائیں

ڈاکٹر یوشوی گی سول سرجن برہما

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو عملی ہے اُس نے عام انسانی برادری کی تعلیم دی ہے اور عالمگیر امن اگر قائم ہو سکتا ہے تو صرف اسلام کے زور سے (حوالہ مذکورہ)

مسٹر این سلے نگا بانشن آف برہما

اسلام توحید ذات باری تعالیٰ کا علمبردار ہے۔ یہ ایک ایسا بلند تخیل ہے جس کی نظیر دیگر مذاہب میں موجود نہیں ہے۔ قرآن پاک کی ہر سورت میں خدا حسین و جمیل تخیل موجود ہے عالمگیر اخوت کا درس سب سے پہلے اسلام ہی نے دیا۔ اسلام انسانی زندگی میں ایک زندہ طاقت ثابت ہو سکتا ہے۔

شریعت اسلام کے متعلق فضلائے یورپ کی رائیں

ڈاکٹر لیبان

اس زمانہ میں جبکہ اسلام سے کہیں پرانے زمانے کی حکومتیں قطعی کم ہوتی جاتی ہیں قانون اسلام کی شرح پہلی حکومت اس وقت تک قائم ہے۔ (تمدن عرب)

ڈاکٹر لڈولف کریل

اسمیں (قرآن میں) ایک وسیع جمہوری سلطنت کے ہر شعبہ کی بنیادیں بھی رکھدی گئی ہیں تعلیم، عدالت حربی، انتظامات، مالیات اور دیگر تجارت بحتا طرقانون ہے۔

ڈاکٹر گبن

قرآن کی نسبت بحر اطلانٹک سے لیکر دریائے گنگا تک مان لیا ہے کہ یہ پارلیمنٹ کی روح قانون اساسی ہے نہ صرف اصول مذہب ہی کیلئے بلکہ ان قوانین کے لئے بھی جن پر نظام عمران کا مدار ہے جن سے نوع زندگی وابستہ ہے جن کو ہیئت اجتماعی کی ترتیب و تنسیق سے تعلق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ محمد کی شریعت سب پر حاوی ہے۔ وہ اپنے تمام احکام میں بڑے بڑے شہنشاہ سے لیکر ایک چھوٹے کے چھوٹے فقیر و گدا تک کیلئے مسائل و احکام رکھتی ہے۔ یہ وہ شریعت ہے کہ ایسے دانشمندانہ اصول اور

عظیم الشان قانونی انداز پر مرتب ہوئی ہے کہ سارے جہاں میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

برٹش انسائیکلو پیڈیا

شریعت اسلام نہایت اعلیٰ درجہ کے عقلی احکام کا مجموعہ ہے۔ (باطل شکن ص۳)

قرآن میں قوانین دیوانی و فوجداری و سلوک باہمی پائے جاتے ہیں۔ مسائل نجات روح و حقوق رعایا و حقوق شخصی و نفع رسانی خلائق وغیرہ وغیرہ پر بھی حاوی ہے۔ (پادری محمد علی فدائے قرآن)

موسیو اوجین کلافل

قرآن مذہبی قواعد و احکام ہی کا مجموعہ نہیں بلکہ اس میں اجتماعی سوشل احکام بھی موجود ہیں جو انسان کی زندگی کے لئے بہر حال مفید ہیں ـــ ایسا کامل مجموعہ قوانین تیار کیا گیا جو دنیا کی ملکی اور مذہبی اور تمدنی ہدایتوں کے لئے کافی ہے تو ہم نہایت حیران ہوتے ہیں کہ ایسا عظیم الشان ملکی اور تمدنی نظام جس کی بنیاد کامل اور سچی آزادی پر ہے کس طرح قائم کیا گیا (باطل شکن ص۳، تاریخ الفقہ ص۱۴۵)

کرنل ایری اوبرین سی۔ آئی، ای او بی ای ممبر پنجاب کمیشن

اسلامی قانون، مسائل وراثت کے ماتحت، جائداد کے متعلق عورتوں کے حقوق احتیاط سے درج کئے گئے ہیں۔ (تاریخ الفقہ ص۱۴۵)

شریعت اسلام کے متعلق ہندو فضلاء کی رائیں

لالہ بیجناتھ مشیر قانون

پروردگار عالم نے ان کو (مسلمانوں کو) قانون مکمل صورت میں مرحمت فرمایا ہے اور کسی بادشاہ کو قانون وضع کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہے اس بیش بہا ذخیرہ (فقہ اسلامی) کی موجودگی میں بادشاہ وقت کا کوئی کام وضع قوانین کے متعلق باقی نہیں رہتا (تاریخ الفقہ ص۱۴۵ بحوالہ دہرم شاستر)

خاتمہ

ہزار ہزار شکر ہے خداوند ذوالجلال کا کہ یہ کتاب رمضان المبارک (سنہ ۱۴۰۹ھ) کے متبرک مہینے میں مکمل ہوئی خداوند کریم اسکو قبول فرمائے اور سب کے لئے مفید بنائے۔ آمین۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنَا فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنَا فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لَنَا فِيْمَا اَعْطَيْتَ وَقِنَا شَرَّ مَا قَضَيْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ وَاِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ

مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ نَسْتَغْفِرُکَ وَنَتُوْبُ اِلَیْکَ

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ

شد ختم بر حدیث تو آخر بیان ما　　باشد نگین نظم تو مہر دہان ما

میر محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب آرام باغ کراچی

میر محمد کتب خانہ کی چند قابل قدر مطبوعات معہ نادر اضافات مفیدہ

الاتقان فی علوم القرآن (اردو) از: علامہ جلال الدین سیوطیؒ۔ مترجم: مولانا محمد عبد الحلیم چشتی۔

اخلاق و فلسفہ اخلاق۔ از: مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی۔

ارشاد الطالبین فی احوال المصنفین از: مولانا رفیق احمد رفیق المہروی تم الفتیوی بن امام العصر بن شیخ الحدیث السید احمدؒ۔

ازالۃ الخلفاء عن خلافۃ الخلفاء (فارسی۔ اردو) از:۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ترجمہ:۔ مولانا عبد الشکور فاروقی لکھنویؒ و مولانا اشتیاق احمد۔

اسلام کا اقتصادی نظام۔ مؤلفہ: مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ

اسماء الرجال مشکوٰۃ معہ ... (اردو) ... مولانا اشتیاق احمد۔

اسوۂ حسنہ تالیف: شیخ الاسلام امام ابن قیمؒ۔ مترجم: مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی۔

اشرف الصیغہ (فی تسہیل شرح اردو علم الصیغہ۔ از:۔ مولانا محمد حسن باندویؒ

اشرف المرضی شرح اردو (میبذی) از: مولانا محمد حسن باندوی

اشرف الوقایہ (شرح اردو) **شرح وقایہ** شرح: جناب مولانا عبد الحفیظ صاحب

اصح السیر (اردو) (سیرت رسول کریمؐ) تالیف: مولانا ابو البرکات داناپوریؒ

اصحاب صفہ (اردو ترجمہ) تالیف: امام ابن تیمیہ۔ ترجمہ: مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی

افادات محمود تالیف: شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب۔

الافادات التسہیل ... تالیف: مولانا محمود احمد ...

الروض النضیر شرح اردو ... النضیر مصنفہ: مولانا محمد یوسف ...

اللغت کا دریا، مرتبہ: محمد شہاب الدین کوثر صاحب

الملل والنحل (اردو) ... مصنفہ ابو محمد علی بن احمد بن حزم الاندلسی۔ ترجمہ: مولانا عبد اللہ عمادی صاحب۔

الانتباہات المفیدہ تصنیف: مولانا اشرف علی تھانویؒ

امام ابن ماجہ اور علم حدیث۔ از: مولانا محمد عبد الرشید نعمانی۔

اہلحدیث کا مذہب مصنفہ: مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ صاحبؒ۔

انوار محمودہ ترجمہ و شرح اردو مالابدمنہ۔ از مولانا محمد نور الاسلام صاحب

ایضاح الصرف شرح اردو میزان الصرف از: مولانا حفیظ الرحمٰن مسرت

ایضاح المسلم شرح اردو مقدمہ صحیح مسلم شریف۔ افادات شیخ الحدیث مولانا محمد ...

ایضاح المطالب (شرح اردو) کافیہ ابن حاجبؒ۔ مؤلف: مولانا مولوی محمد مشیت اللہ۔

بدر منیر شرح اردو نحو میر۔ مؤلفہ: مولانا محمد ... صاحب میرٹھیؒ

بستان المحدثین (اردو) تالیف: شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ

بلوغ المرام (مترجم) تالیف: علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ ترجمہ: مولانا محمد العلی فاضل رامپور۔

اختری بہشتی زیور (عکسی) مدلل و مکمل (معہ) اضافات جدیدہ ... مولانا اشرف علی تھانویؒ (امتیازی ایڈیشن)

مکمل بیان القرآن از: مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ اس کے شروع میں نادر اضافات کے تقریباً ایک سو سینتالیس صفحات کا اضافہ جس میں نزول قرآن اور علمی تحقیقی معلومات کا بارہ فصلوں پر مشتمل بیش بہا ذخیرہ ہے۔

تازیانۂ شیدالیان (اردو) تالیف: مولانا احمد ... دہلویؒ۔

تاریخ القرآن۔ از مولانا محمد اسلم صاحب جیراجپوریؒ

مکمل تاریخ دار العلوم دیوبند معہ نادر تاریخی اضافات، مصنف: سید محبوب رضوی صاحب۔

تجلیات ربانی و جمال رحمانی (خواص اسمائے حسنیٰ) تالیف: سید محمد جمال الدین شاہ دہلویؒ

تحفۂ اثنا عشریہ (اردو) تالیف: شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ ترجمہ: مولانا محمد عبد المجید خانؒ۔

تفصیلی فہرست کتب مفت طلب فرمائیں

میر محمد، کتب خانہ آرام باغ کراچی